سچل سرمستؒ

مصنف
رشید احمد لاشاری

محکمۂ ثقافت حکومتِ سندھ

Digitized By M. H. Panhwar Institute Of Sindh Studies, Jamshoro.

سچل سرمستؒ

ولادت 1739ء - وفات 1826ء

وادیٔ سندھ میں سندھی، پنجابی (سرائیکی)، اُردو اور
فارسی کے عظیم قادر الکلام مجذوب صوفی شاعر

مصنف

رشید احمد لاشاری

حواشی و مقدمہ

ڈاکٹر مخمور بخاری

محکمہ ثقافتِ حکومت سندھ

2013ء

کتاب کے جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

کتاب کا نام:	سچل سرمستؒ
مصنف:	رشید احمد لاشاری
حواشی و مقدمہ:	ڈاکٹر مخمور بخاری
نظر ثانی:	ڈاکٹر کمال جامڑو
طبع اوّل:	1966ء (سلطان حسن اینڈ سنز، اردو بازار، کراچی)
طبع دوم:	جولائی 2013ء
تعداد:	1000 کاپیاں
کمپوزنگ:	محمد اقبال
پرنٹنگ:	پی کاک پرنٹرز، کراچی۔ فون: 021-35680607
ناشر:	محکمہ ثقافت حکومتِ سندھ
قیمت:	250 روپے

Title of Book :	Sachal Sarmast
Written by:	Rasheed Ahmed Lashari
Preface & foot notes by:	Dr. Makhmoor Bukhari
Reviewed by:	Dr. Kamal Jamro
Edition First:	1966
Edition Second:	July 2013
Quantity:	1000 Copies
Composer:	Muhammad Iqbal
Title/Lay Out:	Zafar Aftab
Printed by :	Peacock Printers, Karachi. 021-35213829
Published by :	Culture Department Government of Sindh
Price :	Rs. 250/-

ملنے کا پتا:

کلچر کتاب گھر: نزد MPA ہاسٹل،

سر غلام حسین ہدایت اللہ روڈ کراچی

فون نمبر: 021-99206144-99206073

پاران ایم ایچ پنهور انسٹیٹیوٽ آف سنڌ اسٽڊيز، ڄامشورو.
Digitized by M. H. Panhwar Institute of Sindh Studies, Jamshoro.

انتساب

بنام نامی اِسم گرامی محسن الادباء مخدوم الشعراء عالی جناب
حضرت بابرکت مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ صدیقی و قریشی
سجادہ نشین بارگاہ حضرت غوث الحق مخدوم نوح رحمتہ اللہ علیہ
بمقام ہالانواں ضلع حیدرآباد

آپ ہی اُس کنز الفیوض و بحر العلوم خاندان کے چشم و چراغ
ہیں جس کو جناب حافظ عبداللہ صدیقی و قریشی کی وساطت سے
جناب منصور سندھ حضرت سچل سرمستؒ کے استاد ہونے کا
شرف حاصل ہے اور آپ ہی کی ذات بابرکات موجودہ دور میں
شعرائے پاک کیلئے سنجر و محمود کی حیثیت رکھتی ہے۔ خداوند
کریم ایسے حاتم دوراں کو سلامت تا قیامت رکھے۔

رشید احمد لاشاری

فہرست

• عرضِ ناشر	سعید احمد اعوان	9
• حرفِ اول	رشید احمد لاشاری	11
• مقدمہ: سچل سچ صاف کہتا ہے۔۔۔!	ڈاکٹر مخمور بخاری	12
■ سچل سرمستؒ کی سوانح		22
• سچل کا شجرۂ نسب		22
• بزرگوں کے حالات		23
• خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ		27
• میاں صاحبدینہ کے حالات زندگی		29
• میاں صاحبدینہ کو خواجہ عبید اللہ کے ارشادات		31
• میاں صاحبدینہ کا اپنے فرزند سے امتحان لینا		32
• سندھ میں طریقہء قادریہ کی شاخیں		33
• قادریہ اور سہروردیہ طریقے کا اشتراک		34
• میاں صاحب دینہ اور گنبٹ اور رانی پور کے جیلانی سادات		35
• حضرت سچل سرمستؒ کی ولادت		37
• حضرت شاہ بھٹائیؒ کی میاں صاحبدینہ سے ملاقات		37
• چنیہہ فقیر کو فیض حاصل ہونا		39
• میاں صاحبدینہ کی وفات		40
• میاں صاحبدینہ کی شاعری		40
• منظوم اردو ترجمہ کافی سید صاحبدینہ شاہ		41
• شمس الحق حضرت خواجہ عبدالحق درازی		42

سچل سرمستؒ 5
- سچل سرمستؒ کا بچپن 43
- شاہ لطیفؒ کی پیشگوئی کی روایت 43
- حضرت سچل سرمست کی تعلیم و تربیت 44
- بچپن کے خصائل 45
- ایّام جوانی کے کوائف 46
- سچل سرمست کی شادی 48
- سچل سرمست کی اولاد 48
- خواجہ محکم دین سیلانی کا واقعہ 50
- حضرت خواجہ عبدالحق کی وفات 51
- خواجہ عبدالحق کی شاعری 52
- والیانِ خیرپور سے تعلقات 53
- سچل سرمست کا سفر 55
- سچل سرمست کی وفات 55
- حضرت سچل سرمست کی شکل و شبیہہ اور لباس 57
- سچل کے دربار کا درّ لاثانی فقیر نانک یوسف 58
- نانک یوسف کی شاعری 64
- درگاہ دراز اشریف کے سجادہ نشین 65
- درگاہِ دراز اشریف کا مقبرہ 65
- سچل سرمست کے دوَر کا سیاسی ماحول 66
- مذہبی ماحول 67
- ادبی ماحول 67
- سندھ کے فاروقی شعراء 68
- غزل ذوقی 69
- غزل حقیری 70

سچل سرمست" 6
- صاحبدینہ 71
- خواجہ عبدالحق 72
- سخی قبول محمد اوّل 72
- محمد حیات "حاتم" 73
- گل محمد 74
- عبدالہادی 74
- محمد صالح 75
- باغ علی 76
- محمد نشان 76
- دیگر فارسی شعراء 76
- سچل سرمست کے دور کی خانقاہیں 77
- حضرت سچل سرمست کے طالب 78
- حضرت سچل سرمست کی تصانیف 78
- سچل سرمست کے سوانح نگار
1۔ مخدوم اللہ بخش 79
2۔ مرزا علی قلی بیگ 80
3۔ جیٹھ مل پرسرام گلراجانی 81
4۔ دُر محمد اور ہیمراج 81
5۔ آغا صوفی 81
6۔ مولانا دین محمد وفائی 82
7۔ کلیان آڈوانی 82
8۔ فقیر ہدایت اللہ تجفی 83
9۔ لطف اللہ بدوی 83
10۔ خان بہادر محمد صدیق میمن 83
11۔ نمازوں فقیر 83

سچل سرمستؒ 7

12۔ عثمان علی انصاری 84

13۔ رحیم بخش میمن اور محمد اسمٰعیل منگی 84

14۔ مولانا حکیم محمد صادق رانی پوری 85

15۔ قاضی علی اکبر روہڑوی 85

16۔ سید حسام الدین شاہ راشدی 85

17۔ حامی خیر پوری 86

18۔ محکمہ اطلاعات مغربی پاکستان حیدر آباد 86

19۔ ماہنامہ نئیں زندگی۔ کراچی 87

20۔ رشید احمد لاشاری 87

■ سچل سرمست کی شاعری 88

• سچل سرمست کا اَصنافِ سُخن 92

• سچل سرمست کا موضوع سُخن 98

■ سَچل سرمستؒ کی فارسی شاعری 106

• سچل سرمست کی فارسی تصانیف 112

1۔ دیوانِ آشکار 113

2۔ رازنامہ 124

3- گدازنامہ 124

4- تارنامہ 126

5۔ مرغ نامہ 126

6۔ عشق نامہ 127

7۔ رہبر نامہ 128

8۔ وصلت نامہ 128

■ سچل سرمست کی اردو شاعری 129

• سچل سرمست کا اُردو کلام 139

■ سَچل سرمست کی سرائکی شاعری 172

- سرائیکی زبان 172
- ڈاکٹر ٹرمپ کی رائے 173
- گریرسن کی رائے 174
- سرائیکی زبان کی وسعت 174
- سچل سرمست کا سرائیکی کلام 177
- سچل سرمست کا خواجہ غلام فرید پر اثر 180
  - سچل سرمست کے منتخب سرائیکی کلام کا منظوم اُردو ترجمہ 233
  - سچل سرمست کے منتخب سندھی کلام کا منظوم اُردو ترجمہ 269
- وحدت نامہ 269
- رازِ وحدت 280

عرضِ ناشر

حضرت سچل سرمست کا شمار سندھ کے اعلیٰ پایہ شعراء میں ہوتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف سندھی زبان بلکہ سرائکی، فارسی اور اردو میں بھی شاعری کی ہے۔ انہوں نے جس بھی زبان میں شاعری کی ہے، وہ فن و فکر کے لحاظ سے بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔ سندھ میں فارسی زبان کا چرچا صدیوں پر محیط ہے۔ اس کے علاوہ دورِ حاضر میں بھی اسے ایک بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ اردو زبان پاکستان کی قومی زبان ہے، جبکہ سندھی اور سرائکی کا آپس میں رشتہ بہت پرانا ہے۔

سچل سرمست کی سندھی اور سرائکی شاعری خصوصی طور پر پاکستان کی سطح پر عوام میں بہت ہی زیادہ مقبول ہے۔ لہٰذا سچل سرمست ایک سے زیادہ زبانیں بولنے والوں کے پسندیدہ شاعر ہیں۔

محکمہ ثقافت، حکومت سندھ اس عظیم شاعر کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے ہر سال ان کی برسی کے موقعے پر عرس مبارک کی تقریبات منعقد کرتا ہے، خصوصی طور پر سچل ادبی کانفرنس، مشاعرہ اور محفل موسیقی کا انعقاد کرتا ہے۔ محکمہ ثقافت کی خدمت کا یہ سلسلہ کئی برسوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ سچل سائیں کی شاعری، حیات و افکار وغیرہ سے متعلق اشاعت کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔ سچل سرمست کے مکمل کلام پر مبنی رسالہ "رسالو میاں سچل فقیر جو" مرتب مرزا علی قلی بیگ، موجودہ سجادہ نشین ڈاکٹر سخی قبول محمد فاروقی کا پی ایچ۔ ڈی مقالہ Study of Mysticism in Darazi School of Sufi Thought، ڈاکٹر مخمور بخاری کا پی ایچ۔ ڈی مقالہ "سچل سرمست ائیں ان جا ہمعصر شاعر"، ڈاکٹر نواز علی شوق صاحب کی اردو کتاب سچل سرمست (تاریخ، تصوف اور شاعری) اور دیگر کتب محکمے کی جانب سے شایع ہو چکی ہیں۔

محکمہ ءثقافت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ، ان صوفی شعراء کے کلام اور آفاقی پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پھیلانے کا اہتمام کیا جائے یہی وجہ ہے کہ: سچل سرمست پر نہ صرف سندھی بلکہ اردو اور انگریزی زبان میں بھی کتابیں شایع کروائی گئی ہیں۔ ان کے 192 ویں عرس مبارک کے موقعے پر بھی اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

ہمارے منجھے ہوئے اسکالر رشید احمد لاشاری کی یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، کتاب پہلی مرتبہ 1966ء میں شایع ہوئی تھی اور اب ناپید تھی۔ اس میں سچل سرمست کی حیات، کلام، افکار اور پیغام وغیرہ سے متعلق محققانہ انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر مخمور بخاری صاحب نے مہیا کی اور انہوں نے حواشی و مقدمہ تحریر کیا ہے، جس سے سمجھنے میں مزید آسانی ہو گی۔

یہ کتاب نظر ثانی کے لیے سچل ریسرچ کمیٹی کے میمبر اور معروف محقق ڈاکٹر کمال جامڑو کے حوالے کی گئی جنہوں نے طباعت کی بھی نگرانی کی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مخمور بخاری اور ڈاکٹر کمال جامڑو کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

حضرت سچل سرمست کے عرس کی تمام تقریبات بشمول اس کتاب کی اشاعت وغیرہ کی ذمہ داری محکمہ ءثقافت کے ڈائریکٹر جنرل منظور احمد قناصرو احسن طریقے سے سرانجام دے رہیں۔

سعید احمد اعوان
سیکریٹری
محکمہ ءثقافت، حکومت سندھ

۱۸۔ جولائی ۲۰۱۳ء
کراچی

حرفِ اول

پاکستان کے مجذوب صوفی شاعر حافظ عبدالوہاب فاروقی عرف سچل سرمستؒ کا اردو کلام وادیٔ سندھ میں اس دور کی پیداوار ہے جب تالپور یعنی میران سندھ کی سندھ پر حکومت تھی اور سندھ کی دفتری زبان فارسی تھی۔

تالپور خاندان کی مادری زبان سرائکی تھی۔ جس کا طرز گفتگو اور الفاظ و محاورات اردو سے بہت ملتے جلتے ہیں، یہی وجہ تھی کہ یہاں کے فارسی گو شعراء نے تالپور حکمرانوں کی قدردانی اور تقرب کی وجہ سے اردو زبان میں کمال حاصل کیا۔

حضرت سچل سرمستؒ جس طرح سندھی اور سرائکی میں سلطان الشعراء نظر آتے ہیں اسی طرح اردو شاعری میں بھی آپ کا پلہ بھاری ہے۔

اس کتاب میں حضرت سچل سرمستؒ کی مفصل سوانح حیات اور اُن کی شاعری پر مفصّل نقد و نظر، سچل کے سرائکی کلام پر نقد و نظر اور ان کے منتخب سرائکی کلام کا منظوم اردو ترجمہ، حضرت سچل سرمستؒ کا خواجہ غلام فریدؒ پر اثر اور سچل کے منتخب سندھی کلام کا منظوم اردو ترجمہ اردو ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اردو دان احباب ہماری اس محنت و کاوش کی ضرور قدر فرمائیں گے۔ میں جناب فیض احمد فیض پرنسپل ہارون کالج کا مرہون منت ہوں جن کے فیض کرم کی بدولت یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔

رشید احمد لاشاری

مقدمہ

سچل سچ صاف کہتا ہے۔۔۔!

سچل سرمست سندھی، سرائکی، اردو اور فارسی زبان پر عبور رکھنے والے وہ اہم شاعر ہیں جنہوں نے وادیءسندھ میں فلسفہ وحدت الوجود کو پہلی مرتبہ بیباکی کے ساتھ عام کیا، ان سے پہلے سندھی صوفیانہ شاعری میں کھلم کھلا اظہار کی روایت موجود نہیں تھی، یہ انداز بیاں سچل سائیں نے ہی اختیار کیا، ان کے فکر کے اثرات آج بھی سندھی شاعری میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ سچل کے کلام کی ترتیب ہو یا ان کے فکر کی تشریح، سندھ کے ادباء، شعراء اور محققین نے اس ضمن میں خاصا کام کیا ہے۔ مرزا علی قلی بیگ، آغا غلام نبی 'صوفی'، میاں در محمد، نمانو فقیر، عثماں علی انصاری، حکیم صادق رانی پوری، قاضی علی اکبر درازی، ڈاکٹر عطا محمد حامی، رشید احمد لاشاری، ڈاکٹر نواز علی 'شوق'، آغا سلیم اور دیگر نے سچل سرمست پر تحقیقی کام کیا ہے۔

اردو زبان میں رشید احمد لاشاری کی اس تصنیف "سچل سرمست" کو سچل سرمست کی سوانح، ان کے بزرگوں کے احوال، شاعری اور ان کے تراجم پر مبنی پہلی ضخیم کتاب کا اعزاز حاصل ہے، جو سچل شناسی میں ایک یادگار کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے مؤلف رشید احمد لاشاری کے متعلق گفتگو کریں گے۔

رشید احمد لاشاری بلوچستان کے مشہور بلوچ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام زرک خان لاشاری تھا جو فورٹ سنڈیمن بلوچستان میں لیویز پولیس کے دفعدار تھے۔ رشید احمد کی ولادت سنہ 18 اپریل 1922ء میں گاؤں ملگزار، تحصیل نصیر آباد، ضلع سبی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم چار جماعت تک اردو زبان میں حاصل کی جس کے بعد 1936ء میں سندھی فائنل کا امتحان پاس کیا اور تعلیمی مراحل طے کر کے سندھ

یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اور نیشنل کالج حیدرآباد میں سندھی زبان و ادب کے استاد مقرر ہوئے۔ اس دور میں نامور سندھی اسکالر اور دانشور ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی زیر نگرانی 'جامع سندھی لغات' کے پروجیکٹ میں بھی ریسرچ اسسٹنٹ رہے سنہ 1956ء میں اپنی طبیعت کی جولانی اور ناساز گار ماحول کی وجہ سے حیدرآباد کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے کراچی آباد ہوئے، یہاں آکر لاشاری صاحب نے بہت سی سندھی فلمیں عمر مارئی، پردیسی، سسئی پنہوں، نئی کرن اور دیگر کی کہانیاں، مکالمے اور گیت لکھے اور خود بھی ان فلموں میں اداکاری کے جوہر دکھائے، مگر اس فیلڈ میں بھی زیادہ عرصہ رہ سکے۔ کچھ وقت کے لئے ریڈیو پاکستان حیدرآباد میں اسکرپٹ ایڈیٹر رہے۔ یہاں بھی وہ اپنی منفرد طبیعت کے باعث زیادہ عرصہ ٹک نہ پائے اس طرح سنہ 1958ء سے 1959ء تک سندھی ادبی بورڈ کراچی، سنہ 1960ء سے 1962ء تک ادارہ نئیں زندگی (انفرمیشن ڈپارٹمینٹ کا ماہنامہ ادبی جریدہ) سے بھی وابستہ رہے۔ سنہ 1963ء میں ہارون کالج کراچی میں سندھی زبان وادب کے استاد مقرر ہوئے۔

رشید احمد لاشاری 20 ستمبر 1970ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ وہ سندھی اور اردو کے نامور ادیب و شاعر تھے، ان کی تصنیفات دونوں زبانوں میں ملتی ہیں۔ جن میں (1) معلم اردو (لسانیات-1951ء)، (2) اردو اصول (لسانیات-1951ء)، (3) شاہ کے رسالے کے سُر (لطیفیات-1954ء)، (4) تاریخ اسلام (تین جلدیں 1954ء)، (5) سُر حسینی (لطیفیات-1954ء)، (6) سر کلیان عرف تصوف کا آئینہ (لطیفیات 1954ء)، (7) لطیفی باغ کی سیر (لطیفیات-1956ء)، (8) کلیات گدا (ترتیب-1957ء)، (9) سچل کا سرائکی رسالہ (ترتیب-1958ء)، (10) مثنوی نل دمینتی (منظوم سندھی ترجمہ -1959ء)، (11) سر مارئی (لطیفیات- 1960ء)، (12) شاہ جوں وایوں (شاہ کی کافیاں- 1966ء)، (13) منتخب شاہ کا رسالہ (1962ء)، (14) بلھے شاہ کی کافیاں (ترتیب-1962ء)، (15) یوسف زلیخا (1964ء)، (16) محسن اعظم اور محسنین (1964ء) (17) حضرت سلطان باہو (1964ء)، (18) سچل جو ساکو (سندھی کلام- ترتیب 1965ء)، (19) سچل سرمست (اردو- 1966ء)، (20) روح

لطیف (لطیفیات)، (21) شکنتلا (ناٹک)، (22) شاہ کی منتخب کافیاں اور (23) شاہ عبداللطیف (لطیفیات) شامل ہیں۔

رشید احمد لاشاری مسلسل لکھنے والے ادیب و شاعر تھے انہوں نے سندھی اور اردو میں زندگی کی آخری حصہ تک لکھا۔ ان کا محبوب موضوع شاہ عبداللطیف بھٹائی اور سچل سرمست کے حیات اور افکار تھے۔ ان پر انہوں نے متعدد کتابیں تحریر کیں۔ ان کتابوں میں 'سچل سرمست' اپنے موضوع کی حوالے سے اردو زبان میں ایک اہم تصنیف ہے، جو سلطان حسن اینڈ سنز کراچی کے طرف سے سنہ 1966ء میں شایع ہوئی۔ اس کتاب میں پیش کیا گیا مواد اپنی صحت کے لحاظ سے آج بھی اہمیت رکھتا ہے، لہٰذا کتاب دوسری مرتبہ طبع ہونے کی صورت میں راقم نے مختلف جگہوں پر حواشی تحریر کی ہیں جن کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ مذکورہ کتاب سنہ 1966ء میں شایع ہوئی تھی، اس کے بعد سے سچل سرمست پر بہت سی تحقیق سندھی زبان میں شایع ہو چکی ہے، خود راقم نے اپنی کتب "سچل سرمست اور انکے ہمعصر شعراء" اور "سچل ساجاھ شعو" میں سچل سرمست اور انکے فکر و فن اور ہمعصر شعراء کے حوالے سے بہت کچھ تحریر کیا ہے اور اس سلسلے میں پائی جانے والی روایتوں میں موجود اختلافات پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہوئے بہت سی روایتوں کو رد کیا ہے۔ اسی وجہ سے لاشاری مرحوم کی کتاب کے مطالعہ کے دوران جہاں جہاں بھی ضروری سمجھا گیا وہاں حواشیہ تحریر کی گئی ہے، جن سے موجودہ دور میں اس کتاب میں موجود مواد کی اہمیت قائم رہے گی، اس طرح کتاب میں کہیں کہیں مؤلف نے سرائکی کو پنجابی بھی لکھا ہے، چونکہ سچل سرائکی کے شاعر تھے نہ کہ پنجابی کے۔ لہٰذا کتاب میں پنجابی لفظ کو ایڈٹ کر دیا گیا ہے، ساتھ ساتھ سچل کے کلام کے اردو تراجم میں اشعار کی تحریری ترتیب کو بھی درست کیا گیا ہے۔

"سچل سرمست" کا جائزہ

رشید احمد لاشاری کی یہ تصنیف سچل شناسی کے حوالے سے ایک اہم تصنیف ہے جس میں سچل سرمست کے آباؤ اجداد، شجرہ نسب، دادا میاں صاحبدینہ اور انکی درگاہ کے

دیگر مسند نشینوں کے احوال کے ساتھ سچل سرمست کی سوانح حیات اور ان کی فارسی، اردو اور سرائکی شاعری کے متعلق گفتگو کی ہے۔ خصوصی طور پہ سچل کی سرائکی شاعری کا خواجہ غلام فرید پر اثر، دونوں شعراء کے شعری مثالوں سے پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں سچل سائیں کی سرائکی کافیوں اور سندھی کافیوں اور ابیات کا منظوم ترجمہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

کتاب "سچل سرمست" بنیادی طور پر تین حصوں پر مشتمل ہے۔ 1- سوانحی مطالعہ، 2- سچل کی فارسی، سرائکی اور اردو شاعری کا جائزہ، 3- سچل کے کلام کے تراجم۔ ہم ان صفحات میں ان تینوں حصوں کا الگ الگ مطالعہ کریں گے۔

سچل سرمست کی سوانح عمری

کتاب کے ابتدائی صفحات میں سرمست سائیں کی سوانح عمری کے حوالے سے بات چیت کی گئی ہے۔ جس میں بہت سی روایتوں کو عقلی بنیادوں پر پرکھا گیا ہے، خصوصی طور پر میاں صاحبدینہ کا غار سے باہر آکر روحانیت کا فیض عام کرنے والی روایت کو اختلافات سمیت ظاہر کیا گیا ہے، اس طرح شاہ عبید اللہ جیلانی اور انکے بھائیوں کا سندھ آنا اور شاہ عنایت جھوک شریف والے اور شاہ عبدالکریم بلڑی والے صاحبان کو ایک وقت ہی فیض دینے والی کمزور روایت میں موجود اختلافات کو پہلی مرتبہ پیش کر کے اس روایت کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کرنے کے بجائے اس روایت کو تحقیق طلب ٹھہرایا ہے۔ سچل کی سوانح، ان کے بزرگوں کے احوال میں موجود بہت سی روایتوں میں پائے جانے والے اختلافات کو جوں کا توں پیش کیا گیا ہے۔ جس سے ان روایات کی صحت قاری کے سامنے خود بہ خود اپنی اصل صورت میں ظاہر ہوئی ہیں۔ تحقیق کا یہ انداز اس کتاب سے پہلے سچل شناسی کے حوالے سے اردو زبان میں نہیں پایا جاتا، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لاشاری صاحب کی یہ کتاب سچل سرمست کی سوانح، ان کے آباواجداد اور درگاہ کے مسند نشینوں کے متعلق بہت سی مستند معلومات مہیا کرتی ہے۔ اس ضمن میں جو عنوان مقرر کئے گئے ہیں ان میں سچل کا شجرہ نسب، بزرگوں کے حالات، میاں صاحبدینہ، خواجہ عبید اللہ جیلانی کے ارشادات، میاں صاحب کا فرزندوں سے امتحان لینا، سندھ میں طریقہء قادری کی

شاخیں، قادریہ اور سہروردیہ طریقوں کا اشتراک، خواجہ صاحبدینہ اور شاہ بھٹائی کی ملاقات، خواجہ عبدالحق، سچل کا بچپن، جوانی کے حالات، والیان خیرپور سے تعلقات اور دیگر واقعات، سیاسی حالات، مذہبی اور ادبی ماحول شامل ہیں۔

سچل کی شاعری کا مطالعہ

'سچل سرمست' کتاب کا دوسرا حصہ سرمست سائیں کی سرائکی، اردو اور فارسی شاعری سے متعلق ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کے سندھی شاعری کہ مروج انداز بیاں اور اسلوب میں جو ایک دم سے تبدیلی آئی اس کا سہرا حضرت سچل سرمست کے سر پہ ہے، انہوں نے اپنے بیباکانہ انداز کو اختیار کرتے ہوئے سندھی شاعری میں ایک نرالا انداز قائم کیا۔ سرمست سائیں نے بلند صدا میں اپنے فلسفے کی بنیاد پر خدا اور بندے کے درمیان پائے جانے والے فرق کو قبول کرنے سے انکار کیا اور حسین بن منصور حلاج اور فریدالدین عطار جیسے وحدت الوجود کے رہنماؤں کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے وہی انداز اپنایا ہے:

ہے رکاوٹ عشق میں، تعظیم نفس،
خود شناسی میں نہ کر تکریم نفس۔
عشق خالص میں سمجھ ہر گز نہ کھوٹ،
کر 'اناالحق' کی صدا ڈنکے کی چوٹ۔

رشید احمد لاشاری نے سچل کی شاعری کا مطالعہ پیش کرتے ہوئے ان کے اصناف سخن، تصانیف وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے جس کے مطابق سچل سائیں کی سندھی، سرائکی تصانیف میں کافی، دوہیڑے (سرائکی)، ابیات (سندھی)، وحدت نامہ (سندھی) جھولنا (سندھی)، گھڑولی (سرائکی)، مراثی (سندھی) شامل ہیں۔ اس طرح اردو میں پچاس کافیاں اور فارسی میں دیوان آشکار، عشق نامہ، مثنویات: گداز نامہ، راز نامہ، تار نامہ، رہبر نامہ، وصلت نامہ شامل ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ سچل سرمست اپنے وقت کے ایک بہت بڑے شاعر تھے، جنہوں نے ایک ہی وقت میں سندھی، سرائکی، اردو اور فارسی زبان میں شاعری کی مختلف اصناف میں اشعار کہے۔ اور ان کا یہ سارا کلام سطحی نہیں بلکہ اعلیٰ عرفان کا

فلسفہ بیان کرنے والا قیمتی اثاثہ ہے، جسے سمجھنے سے سلوک کی راہ کا مسافر اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ مثنوی منطق الطیر میں بیان کیے گئے وہ مقامات جو سلوک کے سفر میں سالک کو طے کرنے ہوتے ہیں ان سب کا پتہ ہمیں سچل کے کلام سے بھی ملتا ہے۔ وہ منزلیں یہ ہیں: 1-طلب، 2-عشق، 3-معرفت، 4- استغنا/لاتعلقی، 5- توحید/وحدانیت، 6- حیرت، 7-مستی، 8- فنا/بقا۔

سلوک کا سفر طالب سے شروع ہو کر فنا کے مقام پہ ختم ہوتا ہے، اس سارے سفر میں سالک کو اپنے وجود کے اندر "خودی" کو مٹانا ہوتا ہے اور جب یہ خودی، تکبر، بڑا پن انسان کے اندر سے مٹ جاتے ہیں تو وہ ایک نئی دنیا کو اپنے اندر تلاش کرتا ہے۔ جس کے رنگ وروپ میں اس طرح رنگ جاتا ہے کہ اس کی اپنی کوئی شناخت قائم نہیں رہتی، وہ اس کُل کا جز بن جاتا ہے جس کی تلاش اس کو رہتی ہے۔ سچل سائیں کا ارشاد ہے:

خود کو سمجھے، ولی بن جائے،
مرتبہ حسب تمنا پائے گا۔
مزرع دنیا ہے عقبیٰ کا ثمر،
کچھ نہیں اس کے سوا شان بشر۔

* * *

مٹ چکے دل سے غم و سوز گداز،
دل نے سمجھا راحت الفت کا راز۔
عشق خالص کو سمجھ ہرگز نہ کھوٹ،
کر 'اناالحق' کی صدا ڈنکے کی چوٹ۔

اس مقام وحدت پہ سالک کو سوائے ذات حقیقی کے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اس حالت میں سرمست سائیں فرماتے ہیں:

چھوڑ گمان گدائی والا
شملہ باندھ لے شاہی کا
نعرہ لگا کر ظاہر ہوجا

جام اٹھا آگاہی کا
کہدے 'اناالحق' جبکہ تو ہے
ہر راز الاہی کا

سچل سائیں وادیء سندھ میں فلسفہ ، وحدت الوجود کے بہت بڑے شاعر ہیں، انہوں نے اس فلسفہ کو اپنے نرالے انداز اور مخصوص لب و لہجے میں پیش کیا ہے۔ جناب رشید احمد لاشاری مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں:

"حضرت سچل سرمست کے کلام کی فصاحت و بلاغت، بلندیء فکر اور ندرت بیاں ہر طرح قابل داد ہے۔ آپ نے علم تصوف کے جو رموز و اسرار بیاں فرمائے ہیں ان کی بنا پر ہم انہیں "حافظ سندھ" کہنے پر مجبور ہیں۔"

حضرت سچل سرمست جذب الا اللہ کے عروج کی حالت میں منصور و عطار کی طرح شطحیات (خلاف شرع کلام) بھی کہہ جاتے تھے، جیسا کہ ایک کافی میں فرماتے ہیں:

"آتے ہیں بیخودی میں ہم لوگ گاہے گاہے"

لیکن اسکے باوجود حضرت سچل سرمست کا تمام کلام شطحیات نہیں، بلکہ انہوں نے مجاز میں ایسے سوز و گداز کے ساتھ کافیاں کہیں ہیں کہ ایک صاحب دل اور صاحب ذوق شخص انہیں سنتے ہی فوراً متاثر ہو جاتا ہے، کیونکہ حضرت سچل سرمست ایک عظیم درد مند اور دقیق القلب انسان تھے جیسا کہ ایک فارسی شعر میں خود فرماتے ہیں:

دلم پُر غم پریشاں اشتیانش
زدر دم شیر دادہ وایہء ما۔"

سچل کی اردو شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے لاشاری صاحب نے سندھ میں اردو زبان و شعر کی ابتدا سے متعلق گفتگو نامور محقق اور تاریخداں سید حسام الدین شاہ راشدی کے ایک مقالے سے اخذ کی ہے جس سے سچل کی اردو شاعری کے پس منظر کو با آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ کتاب 'سچل سرمست' کی اشاعت تک سندھ میں اردو زبان و شعر و ادب کی ابتدا یا ارتقا کے متعلق کوئی خاصا کام نہیں ہوا تھا، چند مقالات اور جناب مشتاق علی جعفری کی کتاب "سندھ کے جدید اردو شعراء (1961ء)" طبع ہوئی تھی، جبکہ اس وقت تک اس

موضوع پر کچھ اور کام اردو زباں میں ہوا ہے۔ ان کتب کی فہرست یہاں درج کرنا بے مقصود نہیں:

1. ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، سندھ میں اردو شاعری (1967ء)
2. محمد معین الدین دودائی، صوفیائے سندھ اور اردو شاعری (1980ء)
3. ڈاکٹر شاہدہ بیگم، سندھ میں اردو (1980ء)
4. ڈاکٹر وفا راشدی، اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ (1994ء)
5. اختر درگاہی، بیدل کا اردو کلام (1997ء)
6. موہن لعل پریمی، سچل سرمست اور ان کی اردو شاعری (2004ء)

لاشاری مرحوم نے سچل کے اردو کلام کا مثالوں کے ساتھ مطالعہ پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

> "حضرت سچل سرمست کے اردو کلام میں اخلاق، تصوف، کیفیات قلبی اور حسن و عشق کی واردات ہر حالت میں موجود ہے۔ ان کے سندھی، سرائکی اور فارسی کلام کی طرح اردو کلام کی بنیاد بھی عشق حقیقی پر قائم ہے لیکن اس کے باوجود جہاں عشق مجازی کی کیفیت بیان فرماتے ہیں وہاں انکے معیار کلام میں کہیں بھی کوتاہی نظر نہیں آتی۔"

سچل کے سرائکی کلام کا مطالعہ کرتے ہوئے مصنف نے سچل کے فکری پیروکار اور سرائکی کے نامور شاعر خواجہ فرید پر سچل کے فکری وفنی اثرات کا مطالعہ تفصیل سے کرتے ہوئے دونوں شعراء کی شعری مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ اس سلسلہ میں لاشاری صاحب لکھتے ہیں:

> "حضرت سچل سرمست کا سرائکی کلام چونکہ ان کی زندگی ہی میں سندھ اور مغربی پنجاب میں کافی مقبولیت اور شہرت حاصل کر چکا تھا اس لئے اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ حضرت خواجہ غلام فرید کے کلام پہ حضرت سچل سرمست کے کلام کا اثر پڑا ہے"

خواجہ غلام فرید سرائکی زبان میں فلسفہء وحدت الوجود کے سچل سائیں کی طرح بہت بڑے شاعر ہیں ان کا نہ صرف سچل سائیں سے حسب نسب میں تعلق جڑتا ہے (یہ دونوں شعراء فاروقی نسبت رکھتے ہیں) مگر وہ سچل سائیں کے فکری راستوں پر ہی چلتے نظر آتے ہیں۔ سندھ اور سرائکی خطہ میں خواجہ فرید کی سچل سائیں سے انسیت کی داستانیں بھی موجود ہیں، اس تناظر میں لاشاری صاحب نے موضوع کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے دونوں شعراء کی سرائکی شاعری کے منظوم اردو تراجم سے انکی فکری مماثلت کو بیان کیا ہے۔☆

سچل کے کلام کے منظوم تراجم

اردو زبان میں سچل سائیں کے کلام کے یہ پہلے تراجم ہیں، جو رشید احمد لاشاری صاحب نے کیے۔ کتاب "سچل سرمست" میں چالیس سرائکی، پندرہ سندھی کافیاں اور ستائیس سندھی ابیات، سندھی سے 'وحدت نامہ' کا منظوم ترجمہ شامل ہیں۔ یہ تراجم زبان و بندش کے لحاظ سے عام فہم اور قابل داد ہیں۔ اصل کے اتنے قریب کہ ترجمہ میں اصل کا گمان ہوتا ہے۔ لاشاری صاحب کی یہ محنت سچل شناسی میں اہمیت کی حامل ہے۔ انہوں نے پہلے مرتبہ وادیء سندھ سے تعلق رکھنے والے فلسفہء وحدت الوجود کے مبلغ شاعر منصور ثانی حضرت سچل سرمست کے منتخب سرائکی اور سندھی کلام کا منظوم اردو ترجمہ کیا، یہ تراجم سنہ 1966ء میں شایع ہوئے۔ اس کے بعد یہ کتاب اس طرح دب گئی کہ آج تک ان تراجم کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی گئی۔ ان تراجم سے سندھی ناجاننے والوں کے سامنے سچل سرمست کے فکر کو متعارف کرانے کی ایک بھرپور کوشش ہے جو ہر لحاظ سے قابل تحسین ہے۔

سچل سرمست کا فکر انسان شناسی، انسان دوستی، برداشت، محبت و رواداری کا وہ

☆ کتاب 'سچل سرمست' میں موجود ایک باب 'سچل کی سرائکی شاعری کا مطالعہ' کو محترم الطاف اثیم نے الگ کتاب، "سچل سرمست اور خواجہ فرید (فکری مماثلت)" کے عنوان سے مرتب کرکے سچل چیئر شاہ عبداللطیف بھٹائی یونیورسٹی، خیرپور سے جون 2005 شایع کروایا ہے۔

فکر ہے جو آج بھی اتنی ہی تازگی رکھتا ہے جو آج سے تقریباً دو سو سال پہلے رکھتا تھا۔ آج بھی اس دنیا کو اُس سچ، امن، رواداری کی ضرروت ہے، جس کی بات سندھ کے سچل سرمست درازا شریف میں بیٹھ کر کر رہے تھے:

یہی ہے وقت اے یارو دوئی دل سے مٹا ڈالو،
سویرے ہی مذاہب کو دل اپنے سے بھگا ڈالو،
محبت کی فضا میں مؤمن و ہندو ملا ڈالو،
نہ سورج نکلے مغرب سے اٹھو سب کو جگا ڈالو۔

(سچل سرمست)

ڈاکٹر مخمور بخاری

02-07-2013

سخاری محلہ ہالانیو

سَچل سرمستؒ کی سوانح

شمس العارفین سر تاج العاشقین، منصور آخر زماں حضرت سَچل سرمست علیہ رحمتہ سرزمین سندھ میں سندھی پنجابی، ملتانی سرائکی، اردو اور فارسی زبان کے قادر الکلام شاعر گزرے ہیں، آپ کا مقبرہ سابق، ریاست خیرپور سندھ میں ریلوے اسٹیشن رانی پور سے شمال مغرب کی طرف تقریباً ایک میل کے فاصلے پر درازیادرازا نامی ایک خاموش اور پر فضا قصبہ میں واقع ہے۔

سچلؒ کا شجرۂ نسب

سچلؒ کا پیدائشی نام عبدالوہاب تھا اور خاندان فاروقی کے چشم و چراغ تھے یعنی آپکا شجرۂ نسب حضرت عمر ابن الخطاب سے اس طرح جاکر ملتا ہے:

عبدالوہاب عرف سچّل بن میاں صلاح الدین بن میاں محمد حافظ عرف میاں صاحب دینہ بن مخدوم عبدالوہاب بن مخدوم شرف الدین بن مخدوم موسیٰ بن حافظ علم الدین بن مخدوم شہاب الدین بن مخدوم سلیمان بن مخدوم خواجہ ابوسعید بن مخدوم نور الدین بن مخدوم محمود بن ابوالفتح بن محمد اسمٰعیل بن محمد یوسف بن سلیمان بن محمد بن احمد بن برہان الدین بن عبدالعزیز بن عبدالوہاب بن عبدالمطلب بن برہان الدین بن احمد بن عبداللہ بن یونس بن محمد بن شیخ اسحاق بن شیخ عبداللطیف بن محمد باقر بن محمد بن شیخ شہاب الدین بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر ابن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بزرگوں کے حالات

حضرت عبداللہ بن عمر فاروقؓ کی وفات کے بعد آپ کے پوتے شیخ شہاب الدین بن عبدالعزیز اپنے پورے خاندان کے ساتھ حجاز سے ہجرت کر کے عراق میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ 93 ہجری مطابق 711ء میں جب عراق کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے نوجوان داماد محمد بن قاسم کو سندھ فتح کرنے کو روانہ کیا تو یہ جلیل القدر شخصیت یعنی شیخ شہاب الدین فاروقی بھی ان کے ساتھ ایک مشیر اعلیٰ کی حیثیت سے شریک تھے۔ مشہور ہے کہ جناب شیخ شہاب الدین فاروقی اپنے وقت کے بڑے مدبر اور سیاست داں تھے۔ مُسلمانوں نے جب سندھ پر پہلا حملہ کیا اور اسلامی لشکر کے سپہ سالار بدیل کو شکست حاصل ہوئی تو شہاب الدین فاروقی نے حجاج بن یوسف کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ سندھ کے سرحدی علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لئے بڑے بڑے علماء اور مبلغین کو روانہ کیا جائے، شیخ شہاب الدین کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا گیا، اور یہی تجویز آگے چل کر سندھ کی فتح کے لئے کامیابی کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

سندھ کی فتح کے بعد شیخ شہاب الدین نے محمد بن قاسم کو سندھ کے ملکی و فوجی امور اور لوگوں کی آسودگی اور خوشحالی کے متعلق بڑے مفید اور کار آمد مشورے دیئے اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ سندھ میں اسلام کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہو گئی اور سندھ کے غیر مسلم قبائل بھی جوق در جوق اسلامی برادری میں شامل ہونے لگے۔

محمد بن قاسم نے نیرون کوٹ (موجودہ حیدرآباد) کے ہندو راجہ کی طرف حملے سے پہلے ایک سفارتی دستہ روانہ کیا۔ اور اسکی قیادت شیخ شہاب الدین نے فرمائی۔ اسی طرح شیخ شہاب الدین کو سندھ کے کئی راجاؤں کی طرف سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ اور انکی سفارت ہر جگہ کامیاب رہی۔

شیخ شہاب الدین نے سندھ کے عوام کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات قائم کئے اور آپ کے اخلاق اعلیٰ کی شہرت بہت دور دور تک جا پہنچی۔

غازی محمد بن قاسم کے لشکر نے سیوستان (سہون) فتح کیا تو شیخ شہاب الدین وہاں کے گورنر مقرر ہوئے۔ آپ اپنے دور کے ایک بڑے سیاستداں، مدبّر، عالم اور فاضل تھے۔ آپ نے سہون کا نظام حکومت بڑی قابلیت اور خوش اسلوبی سے قائم کیا۔ تاریخ

Digitized By M. H. Panhwar Institute Of Sindh Studies, Jamshoro.

9 - ماہ محرم الحرام 95 ہجری میں وفات پائی اور سہون میں مدفون ہوئے۔

شیخ شہاب الدین کی وفات کے بعد ان کے فرزند شیخ محمد فاروق ان کے جانشین اور حاکم سیوستان مقرر ہوئے۔ انہوں نے 7 رجب المرجب 124ھ میں انتقال فرمایا۔ اور ان کے فرزند شیخ اسحٰق فاروقی ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ شیخ اسحٰق نے 30- جمادی الثانی 193ھ میں وفات پائی اور انکے بیٹے شیخ محمد فاروقی جانشین مقرر ہوئے۔ اُنہی ایام میں سلطان محمود غزنوی نے سندھ فتح کیا اور شیخ محمد فاروقی کے لئے بطور جاگیر سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا☆ شیخ محمد فاروقی نے 2- رمضان المبارک 221ھ میں رحلت فرمائی ان کی اولاد سے مخدوم نورالدین بن وحید الدین بن عبدالعزیز بن محمود بن ابوالفتح فاروقی بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں اور یہ سب کے سب سہون شریف میں مقیم تھے۔ تحصیل سہون میں خدا آباد شہر کے نزدیک نوریجہ قبیلے کا جو ایک گاؤں آباد ہے وہ اسی خاندان کے غلاموں نے آباد کیا تھا۔

مخدوم نور الدین نے 21 رمضان 464ھ میں وفات پائی ان کے چار فرزند تھے: 1-ابو سعید، 2- بدرالدین، 3- رکن الدین، 4- ضیاء الدین۔ ان میں مخدوم ابو سعید اور مخدوم بدر الدین سہون سے ہجرت کر کے گاگڑی کے گرد نواح میں آکر سکونت پذیر ہوئے 667ھ میں یہ دونوں بھائی مخدوم جمار علیہ رحمتہ کے مرید ہوئے۔ مخدوم جمار حضرت مخدوم غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اور بڑے زبردست عالم، متقی، صاحب ولایت و کرامت، مرجع الخلائق اور مستجاب الدعوات تھے۔ مخدوم جمار علیہ رحمتہ مقبرہ شہر رانی پور سے جنوب کی طرف دو میل کے فاصلے پر کراچی- کوئٹہ روڈ پر مشرق کی جانب واقع ہے۔ مخدوم ابو سعید اور مخدوم بدر الدین نے اپنے مرشد مخدوم جمار کے ارشاد کے مطابق بڑی بڑی عبادتوں اور ریاضتوں سے کام لیا اور دونوں

☆ تاریخی اعتبار سے یہ بات درست نہیں ہے کیوں کہ سلطان محمود غزنی میں 361ھ / نومبر 971ء کو پیدا ہوئے اور غزنی میں ہی 422ھ / 30 اپریل 1030ء کو انتقال کر گئے۔ 'تاریخ معصومی' کے مطابق سلطان محمود سنہ 416ھ / 1025ء کو ہندوستان کی فتح کے ارادے سے غزنی سے ملتان پہنچے۔ لہٰذا گمان غالب ہے کہ سہون کے فاروقی حاکم محمد کو اس وقت کے عرب گورنر موسیٰ بن یحییٰ نے عہدے سے سبکدوش کیا ہوگا۔ موسیٰ بن یحییٰ سنہ 213ھ / 828ء سے اپنی وفات 221ھ / 835ء تک سندھ میں گورنر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ م-ب

صاحب حال و کمال تھے۔

مرزا علی قلی بیگ مؤلف "رسالہ سچل فقیر" نے لکھا ہے کہ جس وقت حضرت مخدوم غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی سندھ میں تشریف لائے تو ان دونوں بھائیوں کی یہ حالت دیکھی کہ جنگلی گھاس کے اناج پر گذر اوقات کر رہے ہیں اس اناج کو سندھی زبان میں "ڈتھ" کہتے ہیں۔ اس لئے حضرت غوث ملتانی نے ان دونوں کو "ڈو تھڑ" کا لقب عطا فرمایا۔ یعنی جنگلی گھاس کے اناج پر گزر اوقات کرنے والے انسان۔

جس گاؤں میں حضرت مخدوم جمار علیہ الرحمتہ کا مقبرہ ہے اُسے "گڈیجی" کہتے ہیں۔☆ حضرت مخدوم ابو سعید کی تُربت "موسیجی" مکان کے قریب دیہہ رانی پور سے مغرب کی طرف تقریباً ایک میل کے فاصلے پر وڈیرہ خان کلہوڑو کے گاؤں سے مغرب کی طرف واقع ہے اور وہاں کلہوڑا قبیلہ کے گھر ہیں۔

مولانا محمد صادق رانپوری نے "سچل جو سرائی کلام" کے دیباچے میں لکھا ہے کہ "مخدوم ابو سعید کی اولاد" "موسیجی" سے ہجرت کر کے شہر رانی پور میں آکر آباد ہوئی۔ ان میں قاضی مخدوم محمد شریف ایک زبردست عالم، محدث، صاحب کشف و کرامات اور بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کی مسجد جو کسی زمانے میں جامعہ مسجد تھی۔ اس وقت بھی رانی پور کے سرکاری ہسپتال سے شمال کی طرف کوئی پچاس گز کے فاصلے پر واقع ہے۔ اُس مسجد کے قریب جنوب کی طرف مخدوم محمد شریف اور ان کے رشتہ داروں کے مزارات ہیں مسجد کے نزدیک مشرق کی طرف ایک پکا کنواں ہے۔ کنوئیں کے مشرق کی طرف ایک وسیع قلعہ کے اندر انہی فاروقی بزرگوں کے مکانات نظر آتے ہیں۔ مولانا حکیم محمد صادق رانی پوری کا بیان ہے کہ 1901ء میں میں نے یہ مکانات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اُن مکانات کے اندر حضرت پیر صالح شاہ گیلانی کے ملازم سرائی چھٹل خان خاصخیلی، اُمید علی خاصخیلی اور مولوی اللہ بخش اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتے تھے۔ ان مکانات کے چاروں طرف مٹی کا ایک کشادہ قلعہ بنا ہوا تھا جو امتداد زمانہ کی وجہ سے کہیں کہیں سے گرا ہوا نظر آتا تھا۔

☆ شاہ جمار کا مقبرہ رانی پور اور گڈیجی کے تقریباً درمیان میں واقع ہے۔ (ک۔ ج)

آغا غلام نبی صوفی نے اپنی کتاب "سچل سرمست" میں لکھا ہے کہ "سہون میں رہ رہ کر آخر اس فاروقی خاندان کا آب و دانہ تبدیل ہوا۔ زمانے نے اپنی نیرنگیاں دکھانا شروع کر دیں۔ اور یہ خاندان سہون کو خیر باد کہہ کر خدا آباد میں جا کر مقیم ہوا۔ لیکن فلک ناموافق رفتار نے انہیں وہاں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔

کچھ وقت تو وہ خدا آباد میں رہے لیکن بعد میں وہاں سے منتقل ہو کر سندھ کے مشرقی ریگستانی علاقے "تھر" میں جا کر آباد ہوئے۔ اس منتقلی کا کوئی خاص سبب معلوم نہ ہو سکا۔

"سچل سرمست" کے مصنف آغا صوفی نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ جس وقت یہ خاندان تھر میں جا کر آباد ہوا حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی وہاں تشریف لائے اور اپنے خلیفہ خاص مخدوم جمار کی وساطت سے بزرگان فاروقی مخدوم ابوسعید اور مخدوم بدر الدین کو "ڈو تھڑ" کا لقب عطا فرمایا جس کے معنی ہیں جنگلی گھاس پر گزر اوقات کرنے والے انسان۔

"گڈیجی" (گڈے جی) کا قصبہ سابق ریاست خیرپور میں شہر رانی پور سے شمال کی طرف چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں اس فاروقی خاندان میں سے میاں احمد فاروقی ایک بڑے قابل و اکمل شخص ہو کر گزرے ہیں۔ انہوں نے زمانے کے بڑے نشیب و فراز دیکھے تھے اور گردش فلک سے اچھی طرح واقف تھے۔

"دولہا درازی" کے مصنف قاضی علی اکبر نے میاں احمد فاروقی کے متعلق جو تبصرہ سپرد قلم فرمایا ہے وہ تاریخی اور روایتی لحاظ سے تحقیق طلب نظر آتا ہے، مثلاً فرماتے ہیں:

> "میاں احمد فاروقی نے میرانِ خیرپور کی ملازمت اختیار کی۔ اس وقت والیٔ خیرپور میر سہراب خان تھے، جنہوں نے میاں احمد فاروقی کو بڑا ممتاز عہدہ عطا فرمایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سندھ کے تالپور حکمرانوں کے سرسبز گلشن میں نفاق کی خزاں کا دور شروع ہو چکا تھا سندھ کے حاکم اعلیٰ میر مراد علی خان تالپور کی وفات کے بعد

تالپوروں میں سندھ کو تقسیم کرنے کے خیالات عام ہو چکے تھے اور متعدد فسادات اور جھگڑے ہر جگہ نمودار ہو رہے تھے۔ آخر سندھ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ 1- حیدرآباد، 2- میرپور خاص، 3- خیرپور میر- خیرپور میرس کے تالپور حکمرانوں کو میاں احمد فاروقی نے بڑے مفید اور اہم مشورے دیئے جسکی وجہ سے خیرپور علاقے کی بنیاد بہت مضبوط ہو گئی۔"

"اس وقت خیرپور کا علاقہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں تک پھیلا ہوا تھا۔ خیرپور کے حکمراں میاں احمد فاروقی کے مشوروں سے بہت خوش ہوئے اور ان کے خاندان کو گنبٹ اور رانی پور کا درمیانی علاقہ بطور جاگیر عطا فرمایا۔"

"دولہادرازی" کے مصنف کا یہ بیان کہ :

میاں احمد فاروقی نے میران خیرپور کے یہاں ملازمت کی۔ البتہ متواتر روایات سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف میروں کی حکمرانی میں بلکہ کلہوڑوں کے دور حکومت میں بھی اس فاروقی خاندان کو بڑی عزت حاصل ہوئی۔ اور ان کو گنبٹ اور رانی پور کے درمیان جاگیریں عطا ہوئیں۔ فاروقی بزرگوں نے وہ جاگیریں اپنے دو وفادار خادموں دراز اور کاجن کو آباد کرنے کیلئے دے دیں۔ یہ دونوں خادم ونڈیر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے دراز ونڈیر کے نام پر "درازا" کا قصبہ آباد ہوا جہاں آج کل فاروقی بزرگوں کا چشمہء فیض جاری ہے۔ اور اسی قصبہ کی نسبت سے حضرت سچل سرمست کو بھی "درازی" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ (صاحب ڈنو)☆

حضرت سچل سرمست کے دادا خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ علیہ الرحمتہ 1111ھ میں پیدا ہوئے اور 1192 ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت سندھ میں

☆ اصل نام صاحب ڈنو مگر مصنف نے اردو میں صاحبدینہ لکھا ہے۔ (ک.ج)

کلہوڑا خاندان کی حکومت تھی۔ اور میاں صاحبدینہ ان کی طرف سے ایک بڑے عہدہ پر فائز تھے۔ روایت ہے کہ ایک روز وہ کسی سرکاری کام سے گھوڑے پر سوار ہو کر کوٹڑی کبیر سے "ڈیونوں" کے گاؤں کی طرف جارہے تھے۔ راستے میں جنگل کے درمیان انہیں ایک مجذوبہ عورت بالکل عریاں حالت میں نظر آئی۔ اُس عورت کا نام بی بی بصری تھا۔ اس نے دور سے آواز دی کہ "اے صاحبدینہ! خدا تم سے کام لینا چاہتا ہے۔ تم کہاں جارہے ہو؟ جلدی واپس لوٹ جاؤ۔"

اس واقعہ کو حضرت سچل سرمست نے اپنی فارسی تصنیف "رازنامہ" میں مشتہر بیان فرمایا ہے:

عرف جذم نام او صاحبدینہ
آں محمد حافظ است آراستہ
روز یک می رفت بیرون از شہر
بود خواجہ بر تماشائے دگر
درمیان کوتری و دیوانہ
دید یک دیوانہ زن بود برہنہ
بی بی بصری بود ظاہر نام او
کس نمی بشناخت اور اتارمو
تاکہ آں دیوانہ زن پیش رسید
گفت باآں خواجہ ایں آہے کشید
بشنو ازمن راز اے مرد خدا
آں خدا درکار تو لوتا کُجا
بیتہا سندھی بگفتا از زباں
آن پیش توہمی سازم عیاں
از شنیدن خواجہ آں بے خود شدہ
باز پس گردید عاشق خود شدہ

پارچہ عمامہ را از سر کشید
بعد مدت شہ عبیداللہ رسید

بی بی بصری کے واقعہ کے بعد میاں صاحب دینہ طریقہء قادری میں شامل ہوئے اور حضرت خواجہ عبید اللہ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت خواجہ عبید اللہ حضرت سید عبد القادر جیلانی بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کے پوتے تھے۔

میاں صاحبدینہ کے حالات زندگی

کتاب "دولہا درازی" کے مصنف قاضی علی اکبر روہڑوی نے لکھا ہے کہ "اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق حضرت صاحبدینہ جب چالیس چلوں سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ عبید اللہ جیلانی اپنے جد امجد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے ارشاد کے مطابق خود ان کے پاس تشریف لے آئے اور چلے کی جگہ رک کر آواز دی کہ "اب خربوزہ پک چکا ہے اسے زیادہ ریاضت کی کوئی ضرورت نہیں۔ چلے سے باہر آؤ تاکہ عشق الاہی کی باتیں کریں" میاں صاحبدینہ نے جب مرشد کی آواز سنی تو فوراً باہر نکل آئے اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ جیلانی نے میاں صاحبدینہ پر نگاہ توجہ ملتفت فرمائی اور اس بات کا اظہار کیا کہ "یہ وہی فیض ہے جو تمہارے جد امجد خواجہ ابو سعید فاروقی کو ہمارے جد امجد سے حاصل ہوا تھا۔ یعنی اس خاندان فاروقی میں حضرت سید عبد القادر جیلانی کا فیض روحانی سب سے پہلے حضرت خواجہ ابو سعید فاروقی کو حاصل ہوا"۔ (دولہا درازی کے مصنف کے علاوہ سچل سرمستؒ کے دوسرے تمام سوانح نگار اس روایت کو خواجہ عبید اللہؒ کے بجائے حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائیؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں جس کا ذکر آگے آئے گا)۔

حضرت سچل سرمستؒ نے اپنی فارسی تصنیف "رازنامہ" میں حضرت خواجہ عبید اللہ جیلانیؒ کے متعلق یوں بیان فرمایا ہے۔

چہل چلہ اندراں بیشہ کشید
بعد مدت شہ عبیداللہ رسید

دست بیعت خواجہ را داد آں زماں
کشف بخشید از مکاں تالامکاں
سر وحدت حق باد اعیاں نمود
ہر دلش یک حسن جاناں راکشود
موہبت ایں است دانی اے پسر
خواست او باشد نباشد از دگر
آں عبید اللہ باشد شاہ ما
او بود ہر ہر قدم ہمراہ ما
او بود نور خدا سر تا قدم
چند چوں عیسیٰ کند پید اَبدم
چوں سکندر صد بود درباں درش
افر شاہی ولایت بر سرش
صد چوں دارا ہمچو خاقاں چاکرش
کیقبا دو جسم جو خر و خادمش
آں جنید و شبلی ہم فتراک گیر
بایزید و ذو النون ہم پشیش وزیر
او بود اولاد حضرت مصطفےٰ
جد آں قطب زماں شد مرتضیٰ
شہ عبیداللہ آں نور صفا
خواجہ حافظ ہست ہم راہ نما
شہ عبیداللہ باشد شمع دین
خواجہ حافظ بود باحق قریں
شہ عبیداللہ شاہ سرفراز
خواجہ حافظ ہست بارا زونیاز

میاں صاحبدینہ کو خواجہ عبید اللہ کے ارشادات

کتاب "دولہا درازی" کے مصنف نے لکھا ہے کہ " حضرت خواجہ عبید اللہ نے میاں صاحبدینہ کو ان تین باتوں پر کاربند رہنے کے لئے ارشاد فرمایا" تم اور تمہاری اولاد مسند نشینی کے بعد اپنی تمام عمر درگاہ شریف کی باڑھ والی حدود کے اندر ہی رہے گی اور اس سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالے گی۔ تم میری اس بات پر ہرگز پریشان نہ ہونا کیونکہ تمہارے پاس ہر روز حضرت سردار دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحانی مجلس منعقد ہوتی رہے گی اور اس مجلس میں تمام اولیائے کرام موجود ہوں گے اور تمہیں گھر بیٹھے ان سب کی زیارت نصیب ہوتی رہے گی۔"

حضرت شاہ عبید اللہ کے اس حکم کی تعمیل اس درگاہ شریف کے مسند نشین متواتر کرتے چلے آئے تھے اور درگاہ شریف کی باڑھ والی حدود سے ہرگز باہر نہیں نکلتے تھے۔ لیکن سجادہ نشین خواجہ عبدالحق ثانی نے اس روایت کو بالکل ختم کر دیا اور ہر جگہ گھومتے پھرتے نظر آتے تھے، ضرور اس میں بھی کوئی راز ہو گا۔

حضرت شاہ عبید اللہ نے میاں صاحبدینہ کو دوسرا ارشاد یہ فرمایا کہ "ہم تمہاری مسند نشینی کے سلسلے میں تمہارے بڑے فرزند میاں صلاح الدین کے بجائے تمہارے چھوٹے فرزند میاں عبدالحق کا نام لکھتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ میاں صلاح الدین کی اولاد میں سے ایک عاشق سرمست شیدائے روز الست پیدا ہو گا لیکن لاولد رہیگا، چونکہ قدرت کو تمہاری اس درگاہ کا سلسلہ مسند تا قیامت قائم رکھنا ہے اس لئے ہم تمہارے چھوٹے بیٹے خواجہ عبدالحق کا نام لکھتے ہیں اور اس کی نسل قیامت تک قائم رہے گی۔ ☆

☆ مذکورہ بالا روایت اپنی جگہ مگر میاں صاحبدینہ کے بڑے فرزند اور سچل سرمست کے والد میاں صلاح الدین اپنے والد کی حیاتی میں سنہ 1158ھ / 1745ء میں وفات پا گئے تھے۔ میاں صاحبدینہ اس کے بعد چونتیس برس تک زندہ رہے۔ مذکورہ روایت خواجہ عبید اللہ جیلانی نے خواجہ عبدالحق کو مسند نشین بنانے کا ارشاد ۱۱ رمضان 1164ھ میں فرمایا جب کہ اس وقت سچل سائیں کی عمر بارہ برس ہو چکی تھی اور ان کے والد کے انتقال کو 30 برس گزر چکے تھے اس واضح اختلاف کی بنیاد پہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میاں صلاح الدین کو مسند نشینی سے سبکدوش نہیں کیا گیا تھا۔ م- ب

خواجہ عبید اللہ نے میاں صاحبدینہ کو تیسرا ارشاد یہ فرمایا کہ تمہارے خاندان کا ہر فرد اپنے وقت کے سجادہ نشین کے ہاتھ بیعت کرتا رہے دوسرے کسی کے ہاتھ بیعت کرنے کی اجازت نہیں۔

"دولہا درازی" کی روایت کے مطابق حضرت خواجہ عبید اللہ جیلانی کچھ وقت خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ کے یہاں مقیم رہے اور اس کے بعد اجمیر شریف تشریف لے گئے اور وہاں جاکر رحلت فرمائی۔ آپ کی تربت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ عالیہ میں موجود ہے۔

میاں صاحبدینہ (صاحب ڈنو) کا اپنے فرزندوں سے امتحان لینا

عام روایت ہے کہ خواجہ عبید اللہ جیلانی نے میاں صاحبدینہ کو یہ ارشاد فرمایا کہ "ہم تمہارا مسند نشین تمہارے چھوٹے بیٹے خواجہ عبدالحق کو قرار دیتے ہیں کیونکہ تمہارے بڑے فرزند میاں صلاح الدین کے یہاں جو لڑکا پیدا ہوگا وہ اپنے زمانے کا منصور، سرمست اور تارک کہلائیگا اور اُس کے یہاں اولاد نہیں ہوگی۔ مرشد کی یہ پیشن گوئی سن کر میاں صاحبدینہ کے دل میں اپنے دونوں فرزندوں سے ان کے روحانی کمالات کے متعلق امتحان لینے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے یہ کیا کہ پہلے اپنے بڑے فرزند میاں صلاح الدین کو حکم دیا کہ فلاں پیلو کے درخت کے پاس میرا لوٹا رکھا ہوا ہے، وہ جاکر لے آؤ۔ میاں صلاح الدین جب وہاں پہنچے تو کیا دیکھا کہ ایک دریائے خون موجزن ہے۔ دریا کو دیکھتے ہی اُن کے دل پر ہیبت طاری ہوئی اور فوراً واپس لوٹ آئے۔ اسکے بعد میاں صاحبدینہ نے اپنے چھوٹے فرزند خواجہ عبدالحق کو بھیجا کہ تم جاکر وہ لوٹا لے آؤ۔ حضرت خواجہ عبدالحق کو بھی اسی طرح خون کا دریا بہتا ہوا نظر آیا۔ لیکن ان کے دل پر کسی قسم کی ہیبت طاری نہ ہوئی اور نڈر بن کر جب اس دریا میں غوط لگایا تو اُنہیں دریا کے بجائے لوٹا ہی نظر آیا۔ اور بخوبی لوٹا ہاتھ میں لے کر اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں آ کر حاضر ہوئے۔

اس امتحان لینے کے بعد میاں صاحبدینہ کو کامل یقین ہوگیا کہ فقیری کی صلاحیت اور لیاقت اُنکے چھوٹے صاحبزادے خواجہ عبدالحق ہی میں موجود ہے۔ اس کے

بعد میاں صاحبدینہ نے اپنے مرشد خواجہ عبید اللہ جیلانی کی وصیت کے مطابق اپنے چھوٹے صاحبزادے خواجہ عبدالحق کی مسند نشینی کا اعلان کر دیا۔

مولانا محمد صادق رانی پوری نے اپنی کتاب "سچل جو سرائی کلام" کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت مذکور میاں علی مدد فاروقی نے ہمارے پیر صاحب (سید صالح شاہ جیلانی رانی پوری) کے سامنے بیان کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سندھ میں طریقہء قادریہ کی شاخیں

"دولہا درازی" کے مصنف کی روایت ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ جیلانی، اپنے دو بھائیوں ہر ایک شیخ کلیم اللہ اور شیخ عبدالملک علیہ الرحمتہ کے ساتھ بغداد سے ہجرت کر کے سندھ میں تشریف لائے تھے۔ شاعران سندھ کے سرتاج حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کے پردادا حضرت شاہ عبدالکریم بلڑی والے بھی حضرت شیخ کلیم اللہ کے مرید تھے اور اسی طرح حضرت بلھے شاہ قصوری کے مرشد شاہ عنایت قادری کے ہمعصر اور دوست بزرگ حضرت صوفی شاہ عنایت اللہ شہید جھوک شریف والے نے بھی حضرت شیخ عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اسی نسبت سے سندھ کے یہ سب صوفی بزرگ ایک ہی رشتے میں منسلک نظر آتے ہیں اور ان سب کا مشرب رندانہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں۔ چونکہ یہ قابل غور حقیقت ہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے چار پوتے: 1- شاہ عبید اللہ، 2- شاہ کلیم اللہ، 3- شاہ عبدالملک اور 4- شاہ عبدالعزیز بغداد سے ہجرت کر کے سندھ میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ شاہ عبید اللہ نے خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ کو فیض عطا فرمایا۔ شاہ کلیم اللہ سے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے پردادا شاہ عبدالکریم بلڑی والے مستفیض ہوئے اور شاہ عبدالملک کے روحانی راز سے حضرت شاہ عنایت اللہ شہید کو آگاہی حاصل ہوئی۔ شاہ عبدالملک جیلانی کا سرچشمہ فیض روہڑی شہر میں بھی جاری ہوا۔ یعنی سید میر جان اللہ شاہ جو شاہ عنایت اللہ شہید کے خلیفہ تھے اُن کے خلیفہ قادر الکلام شاعر صوفی قادر بخش بیدل ہو کر گزرے ہیں۔

اسی طرح بلوچستان کے مشہور صوفی شاعر سید رکھیل شاہ اور ان کے فرزند سید عبدالعزیز صوفی چیزل شاہ کو بھی حضرت صوفی شاہ عنایت شہید جھوک شریف والے کی بارگاہ عالیہ سے خرقہء خلافت اور فیض روحانی حاصل ہوا ہے۔

جناب حامی خیرپوری کی تحقیق کے مطابق سید عبیداللہ جیلانی اور ان کے دو بھائیوں کا سندھ میں آنا ثابت نہیں ہوتا۔ شاہ عنایت نے خود سید عبدالملک سے برہان پور میں جاکر فیض حاصل کیا تھا، سید کلیم اللہ سے شاہ کریم کا فیض حاصل کرنا بھی ممکن نظر نہیں آتا۔ کیونکہ شاہ عنایت کے زمانے میں شاہ کریم نہیں بلکہ ان کے پوتے تھے جن کا جھوک والوں سے عداوت کا ذکر اکثر تذکروں میں موجود ہے، جس کی بنا پر سید کلیم اللہ کی عمر کا اندازہ لگانے کے بعد مذکورہ بالا روایت میں ہر طرح ضعف نظر آتا ہے۔ محترم حامی کا مزید یہ کہنا ہے کہ اگرچہ میں نے بھی اس متواتر روایت پر یقین کرکے "سچل سرمست" کے مقدمہ میں سے نقل کیا ہے لیکن پھر بھی یہ روایت ہر طرح تحقیق طلب ہے۔ ☆

بہرحال اس روایت کے مطابق اگرچہ طریقہء قادریہ کے بزرگوں کے ادوار میں اختلاف نظر آتا ہے، لیکن پھر بھی یہ بات قابل اعتماد ہے کہ میاں صاحبدینہ طریقہ سہروردیہ کو چھوڑ کر طریقہء قادریہ میں شامل ہوئے تھے۔

قادریہ اور سہروردیہ طریقہء کا اشتراک

اس سے قبل ہم ذکر کرچکے ہیں کہ حضرت سچل سرمست کے جد اعلیٰ مخدوم ابو سعید اور مخدوم بدرالدین حضرت مخدوم غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے خلیفہ خاص حضرت مخدوم جمار علیہ الرحمتہ کے مرید تھے۔ حضرت غوث ملتانی طریقہء سہروردیہ کے مبلغ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں سے تھے اور سفینتہ النوح (قلمی)

☆ شاہ عبید اللہ جیلانی کے دو بھائیوں شاہ عبدالملک اور سید کلیم اللہ شاہ کا سندھ آنا اپنی جگہ تحقیق طلب بات ہے البتہ یہ بات واضح ہے کہ شاہ کریم بلڑی والے نے شاہ کلیم اللہ سے فیض حاصل نہیں کیا۔ کیونکہ شاہ کریم 20 شعبان 943ھ / (جنوری 1538ء) کو پیدا ہوئے اور 7 ذوالقعد 1032ھ / (1622ء) میں وفات پائی جبکہ شاہ عنایت جھوک والے کی وولادت 1065ھ / (1655ء) اور 16 صفر 1130ھ / 1718ء میں ان کی شہادت ہوئی۔ م-ب

کی روایت کے مطابق ان کی عقیدت ارادت اور عزیزانہ تعلقات سندھ کے مشہور معروف ولی اللہ حضرت غوث الحق مخدوم نوح صدیقی، سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے وابستہ تھے اور شاعران سندھ کے سرتاج حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے پردادا حضرت شاہ عبدالکریم بُلڑی والے بھی روایات عام کے مطابق حضرت مخدوم نوح رحمتہ اللہ علیہ کے خاص عقیدتمند اور "سفینتہ النوح" کی روایت کے مطابق خلیفہء خاص اور مرید تھے۔

اس کے علاوہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے سب شارح اس بات پر متفق ہیں کہ "جب حضرت شاہ عبداللیف بھٹائی اپنا آبائی وطن چھوڑ کر کئی برس جوگیوں اور سنیاسیوں کے ساتھ دور دراز ملکوں میں چلے گئے تھے تو شاہ صاحب کے والد بزرگوار حضرت شاہ حبیب مخدوم نوح رحمت اللہ علیہ کے مزار پر جاکر چلہ کشی فرماتے تھے اور اپنے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی واپسی کے لئے نہایت عجز وانکساری اور گریہ و زاری کے ساتھ دعائیں مانگا کرتے تھے۔"

بس ان تمام نسبتوں کی بناپر حضرت سچل سرمست اور حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کا نہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ بلکہ حضرت نوح رحمتہ اللہ علیہ کے طریقے اور خاندان کے ساتھ بھی بہت گہرا روحانی تعلق ہے۔ جس کے موجودہ معمار مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ ہیں۔ ☆

میاں صاحب دینہ اور گنبٹ اور رانی پور کے جیلانی سادات

کتاب "دولہادرازی" میں ایک غیر مستند روایت مرقوم ہے کہ " جب حضرت خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ کے فیض روحانی کا شمس کمال عالم آشکار ہوا اور کئی مرید وعقیدتمند آپ کے دیدار فرحت آثار اور فیض بشارت سے بہرہ ور ہونے لگے۔ تو گردونواح کے شہروں یعنی گنبٹ اور رانی پور کے جیلانی سادات کو اس بات پر بڑا تعجب و

☆ مخدوم طالب المولیٰ سندھی زبان کے قادر الکلام شاعر اور ادیب تھے۔ ان کا انتقال ۱۱ جنوری 1993ء میں ہوا اس وقت اُن کی جگہ اُن کے بڑے صاحبزادے اور ملک کے نامور سیاستدان مخدوم امین فہیم گادی نشین ہیں۔ م-ب

تعبیر پیدا ہوا اور فوراً میاں صاحبدینہ کو کہلوا بھیجا کہ "دو شیر ایک جنگل میں کبھی نہیں رہ سکتے" خواجہ محمد حافظ نے جواباً یہ عرض کیا کہ "ہم آپ کے جدِ امجد حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے ارشادات کے مطابق یہاں آکر آباد ہوئے ہیں اور ہمیں آپ کی بزرگی کا بڑا احترام ہے۔ لہٰذا آپ کبھی کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔" میاں صاحبدینہ کے اس پیغام پر صاحبان نے یہ فرمایا کہ "اچھا آج رات ان تمام باتوں کا خود فیصلہ ہو جائے گا۔"

گنبٹ اور رانی پور کے دونوں پیر صاحبان بڑے باکمال ولی اللہ تھے اور جب رات ہوئی تو ان دونوں نے حضرت غوث الثقلین پیر دستگیر کے باطنی حضور میں حاضر ہو کر کیا دیکھا کہ "سبحان اللہ حضرت پیر دستگیر نے اپنے ایک گھٹنے پر اپنے ایک صاحبزادے کو بٹھا رکھا ہے اور دوسرے گھٹنے پر خواجہ محمد حافظ فاروقی بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت پیر دستگیر نے گنبٹ اور رانی پور کے دونوں پیر صاحبان کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ "بیٹا! یہ محمد حافظ ہماری نظر فیض کا فرزند ہے اور ہمیں بہت پیارا لگتا ہے" پیر صاحبان نے جب حضرت غوث پاک کی بارگاہ میں خواجہ محمد حافظ کا اتنا بڑا رتبہ دیکھا تو ان سے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ پیش آئے اور آج تک ان تینوں درگاہوں کے سجادہ نشینوں اور عقید تمندوں کا ایک دوسرے کے ساتھ دوستی اور محبت کا سلسلہ بدستور قائم ہے۔

جناب حامی خیرپوری "دولہادرازی" کے مصنف کی اس روایت کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحبدینہ کی درگاہ گنبٹ اور رانی پور کی دونوں درگاہوں سے پہلے قائم ہو چکی تھی۔ جیلانی سادات میں سے سید محمد شاہ اور سید احمد شاہ دونوں مخدوم احمدی کھہڑائی کے یہاں متواتر ایک برس تک مقیم رہے تھے۔ مخدوم احمدی 1171ھ میں مسند آرائے خلافت ہوئے تھے۔ میاں صاحبدینہ سے شاہ بھٹائی کی ملاقات بھی 1171ھ سے پہلے مخدوم احمدی کے زمانے میں ہوئی تھی۔ شاہ بھٹائی نے 1165ھ میں وفات پائی اور جیلانی سادات نے مخدوم احمدی کی وساطت سے رانی پور اور گنبٹ میں درگاہیں قائم کیں۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں "دولہادرازی" کے مصنف قاضی علی اکبر کی مذکورہ روایت خوش اعتقادی کی منزل سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

حضرت سچل سرمستؒ کی ولادت

1152 ہجری مطابق 1739ء میں حضرت خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ فاروقی کے بڑے صاحبزادے میاں صلاح الدین کے گھر ہمارے ہفت زبان☆ شاعر حضرت سچل سرمست تولد ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد حافظ کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام "عبدالوہاب" رکھا گیا۔ یہی عبدالوہاب تھے جو آگے چل کر سندھی زبان میں "سَچُو" اور "سَچے ڈنو" سرائکی اور اُردو میں "سچل" اور فارسی میں "آشکار" اور "خدائی" کے تخلص کے ساتھ مشہور ہوئے چونکہ آپ بچپن ہی سے ہمیشہ سچ بولا کرتے تھے اس لئے سب بزرگ آپ کو پیار سے "سَچُو" "سچل" اور "سَچے ڈنو" کہنے لگے۔ ان تینوں لفظوں کے معنی ہیں۔ "زیادہ سچ بولنے والا" دراصل یہی سچ تھا جو حضرت سچل سرمست کی شاعری کا اصلی اور فطری راز بنا اور اس کی صداقت اور حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔☆☆

حضرت شاہ بھٹائیؒ کی میاں صاحبدینہ سے ملاقات

حضرت سچل سرمست کے تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی (ولادت 1102ھ مطابق 1689ء۔ وفات 1165ھ مطابق 1752ء) دراز ا میں تشریف لائے تھے اور آپ کی ملاقات میاں صاحبدینہ سے ہوئی تھی۔ لیکن دونوں بزرگوں کی ایک دوسرے کے ساتھ جس طرح ملاقات ہوئی ہے اس کے متعلق روایات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً: "دولہادرازی" کے مصنف نے حضرت خواجہ عبیداللہ اور میاں صاحبدینہ کی ملاقات کے سلسلے میں خربوزے کی خوشبو والی روایت

☆ سچل سرمست کا کلام سندھی، سرائکی، اردو اور فارسی زبانوں میں ملتا ہے لہٰذا ہم سچل سائیں کو ہفت زبان شاعر نہیں کہہ سکتے۔ م-ب

● ہفت زبان ایک ٹرم (Term) ہے، جو لازمی نہیں کہ سات زبانوں میں شاعری کرنے والے کے لیے استعمال ہو۔ سات سے کم زیادہ کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ (ک.ج)

☆☆ سچل سائیں نے خود اپنے سرائکی کلام میں کہا ہے 'سچ سچل وچ، سچل سچ وچ، ہیا سبہ پنڌ اجایا' [سچ سچل میں اور سچل سچ میں سما چکا ہے اب اور سب باتیں بیکار ہیں] م-ب

کو جس طرح پیش کیا ہے، اس طرح دوسرے سوانح نگار اس روایت کو حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی اور خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ کی ملاقات کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔ ہمارے محترم دوست حامی خیر پوری نے بھی اپنی کتاب "سچل سرمست" مطبوعہ پاکستان پبلیکیشنز کراچی میں اس روایت کو حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی اور میاں صاحبدینہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ اس روایت کا راوی فقیر رجب علی درازی بتاتے ہیں جنہوں نے بعنوان "خاندان شاہ دراز" ایک مضمون لکھ کر "فرنٹیر گزٹ- جیکب آباد" مورخہ 26- مارچ 1955ء میں شائع کرایا تھا اور حامی صاحب نے یہ روایت اسی مضمون سے اخذ کی ہے۔

مولانا محمد صادق رانی پوری نے "سچل جو سرائکی کلام" کے دیباچے میں صفحہ 8 کے آخر میں لکھا ہے کہ مخدوم غلام محمد کھہڑا تحصیل گنبٹ ضلع خیر پور والے نے روایت کی ہے اور حضرت پیر صاحب پیر سید محمد صالح شاہ علیہ الرحمتہ نے بھی اپنے والد ماجد سے روایت بیان فرمائی ہے کہ "جب حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کھہڑا شہر کی طرف جارہے تھے تو دراز اشریف سے آکر گزرے۔ میاں صاحبدینہ اس وقت ایک گہری غار کے اندر چلہ کشی میں مشغول تھے، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی نے فرمایا "ہمیں اس جگہ سے ایک پکے خربوزہ کی خوشبو آرہی ہے" ایک اہل دل درویش حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے اس اشارے کو سمجھ گیا اور عرض کی "یہاں پیلو کی جھاڑیوں میں ایک گہری غار کے اندر میاں صاحبدینہ فاروقی چلہ کشی میں مصروف ہیں، یہ سن کر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی اس غار کے اندر تشریف لے گئے۔

میاں صاحبدینہ سے ملاقات کی۔ اور روحانی گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "اب محبوب کو چھپانا اچھا نہیں۔ چلو باہر چلیں" اسی طرح آپ میاں صاحبدینہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں باہر لے آئے اور دونوں بزرگ "اوتارہ" یعنی فقیرانہ جھونپڑی میں بیٹھ کر ایک دوسرے کی ظاہری ملاقات سے محظوظ ہونے لگے۔ ☆

☆ شاہ عبداللطیف بھٹائی اور خواجہ صاحبدینہ کی ملاقات قدر اختلاف کا شکار ہے۔ خواجہ صاحبدینہ کا صاحب کرامت بننے کا ذکر سچل سائیں کے کلام میں ملتا ہے جس میں بڑے واضح الفاظ میں کہتے ہیں: ◄◄

چنیہہ فقیر کو فیض حاصل ہونا

عام لوگوں میں یہ روایت متواتر مشہور ہے کہ کھہڑا شہر میں "چنیہہ" نامی ایک شخص تھا جو "اُجن" قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور میاں صاحبدینہ فاروقی کا مرید خاص تھا اور چلہ کشی کے دوران ہر روز اُنکی خدمت میں دودھ لے کر آیا کرتا تھا اتفاقاً اُسی روز جب شاہ عبداللطیف بھٹائی اُس غار کے اندر میاں صاحبدینہ سے روحانی گفتگو فرمارہے تھے تو چنیہہ فقیر بھی دودھ لے کر حاضر ہوا اور غار کے اندر جانے لگا۔ میاں صاحبدینہ نے جب اسے آتے دیکھا تو دور سے آواز دی کہ "چنیہہ" آج یہاں آگ جل رہی ہے۔ اس لئے اندر مت آنا، چنیہہ تو آتش الاہی کا پروانہ تھا۔ اس لئے جان کی کوئی پرواہ نہ کی اور فوراً اندر چلا گیا۔ میاں صاحبدینہ اُسکی اس روحانی ہمت اور جرأت سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "چنیہہ! آج تیرے نام سے "چ" کا حرف بالکل نکل چکا۔ بس! اب تو سراپا "نیہہ"، یعنی عشق ہے۔

اس کے بعد چنیہہ اُجن ایک صاحب ولایت اور درویش کامل بن گئے۔ اور ان کی اولاد آج بھی کھہڑا شہر میں مقیم ہے اور ان میں پشت بہ پشت متشرع فقیر اور درویش پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

روایت ہے کہ میاں صاحبدینہ فاروقی تارک الدنیا بن کر ایک باڑھ کے احاطے کے اندر عزلت گزیں ہوئے تھے۔ وہ باڑھ اس وقت بھی درگاہ کے چاروں طرف موجود ہے اور اس باڑھ کی مرمت کا کام اسی چنیہہ فقیر کی اولاد یعنی اُجن قبیلے کے سپرد ہے جو سال میں ایک مرتبہ اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے درگاہ شریف پر حاضر ہو جاتے ہیں اور ننگے پاؤں باڑھ کو اُستوار اور پائیدار بنانے میں مشغول رہتے ہیں۔

◄ چل چلہ اندر آن کشید
بعد مدت شہ عبیداللہ رسید
دست بیعت خواجہ را داد آن زمان
کشف بخشید از مکان تا لامکان

(مثنوی راز نامہ)

[چالیس چلے جب مکمل ہوئے تب شاہ عبیداللہ چل کر آئے اور خواجہ کو اپنا مرید بنا کے حد سے لاحد تک پہنچادیا۔] م۔ب

میاں صاحبدینہ کی وفات

خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ نے 1192ھ میں 91 برس کی عمر پاکر اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی اور وصال ابدی حاصل فرمایا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ بڑے فرزند کا نام خواجہ صلاح الدین تھا جو سچل سرمست کے والد بزرگوار تھے۔ اور ان سے چھوٹے فرزند کا نام خواجہ عبدالحق تھا جو حضرت سچل سرمست کے مرشد اور سسر تھے۔ میاں صاحبدینہ کے مرشد خواجہ عبید اللہ جیلانی کی وصیت اور میاں صاحبدینہ کے اعلان عام کے مطابق حضرت خواجہ عبدالحق مسند نشین ہوئے اور ان کی اولاد آج تک مسند نشین ہے۔

میاں صاحبدینہ کی شاعری

حضرت خواجہ محمد حافظ نہ صرف صاحب فیض و کرامت تھے بلکہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کا کلام نہایت مؤثر اور سادگی، سلاست، جذبات، روانی، اصلیت، جوش، فصاحت اور بلاغت سے لبریز ہے اور اکثر کلام سندھی اور سرائکی زبان میں کافیوں، بیتوں اور مداحوں کی شکل میں موجود ہے۔ کتاب "دولہا درازی" کے مصنف نے لکھا ہے کہ میاں صاحبدینہ کی "اغثنی" والی مدح مشہور عام اور زبان زد خاص و عام ہے اور اس کے ورد سے سائل کی ہر دعا بارگاہ ایزد میں مقبول ہوتی ہے اور اُس کی تاثیر کی وجہ سے انسان کی ہر مشکل کا حل ہونا یقینی ہے۔

خواجہ محمد حافظ نے اپنے سندھی اور سرائکی کلام میں اپنا تخلص "صاحبدینہ" (صاحب ڈنو) استعمال کیا ہے اور اکثر احباب انکو "موراگی" اور "ویراگی" کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ "دولہادرازی" کے مصنف نے ان کی طرف ایک سندھی کافی منسوب کی ہے لیکن یہ کافی سید صاحبدینہ شاہ بلڑی شریف والے کی تصنیف ہے اور ان کے قلمی دیوان میں موجود ہے صرف نام کی مناسبت کی وجہ سے "دولہا درازی" کے مصنف نے دھوکا کھایا ہے۔ ہم اس کافی کا منظوم اردو ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں جس کے شروع کے بول ہیں:

صورت بشری کر کے بہانہ
ہر رنگ دے وچ رنگ رچایم

منظوم اردو ترجمہ کافی سید صاحبدینہ شاہ

شکل بشر کی کرکے بہانہ
میں نے ہر جا رنگ رچایا

1- میں تھا خود یعقوب کی صورت
یوسف اپنا نام دھرایا
کنعاں میں خود قیدی بن کر
خود ہی اپنا بھاؤ بتایا

2- حمد آور حیدر میں تھا
شکل حَسن میں زہر بھی کھایا
عجز و نیاز کی حالت پا کر
شہر مدینہ چھوڑ چلا میں
کرب و بلا میں سر کٹوایا

3- کبھی شریعت میں تھی شادی
عرفاں میں تھی کبھی مُنادی
کبھی حقیقت کا میں ہادی
کبھی طریقت کا میں طوفاں
ہر مظہر میں ہے حکم چلایا

4- مخفی میں ہوں ظاہر میں ہوں
خود منظور ہوں ناظر میں ہوں
موسےٰ کو مستانہ بناکر
" صاحبدینہ " نام رکھایا

شمس الحق حضرت خواجہ عبدالحق درازی

حضرت خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ کی وفات کے بعد انکے چھوٹے صاحبزادے خواجہ عبدالحق 1192ھ میں مسند نشیں ہوئے، ان کی ولادت باسعادت 1120ھ میں ہوئی۔ ظاہری اور باطنی علوم میں ایک بحر بے پایاں تھے اور دور دراز ممالک تک ان کی شہرت پھیلی ہوئی تھی اس قدر کہ عرب اور ایران کے لوگ بھی آپ سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے توحید و معرفت الاہی کے ایک ماہ تاباں اور آفتاب درخشاں تھے کئی کامل و اکمل انسان اور عارفان خدا آپ کے چشمہ فیض و برکت سے مستفیض ہوئے اور خرقہ ء خلافت حاصل کیا مثلاً: فقیر نانک یوسف، فقیر میاں محمد صالح قادری لاڑکانوی، فقیر میاں محمد صلاح بھیّہ ساکن قصبہ "ڈلونہاں" نزدیک روہڑی، ہزہائی نیس میر علی مراد خان تالپور فرمانروائے سابق ریاست خیرپور وغیرہ دگر ان سب خلفاء میں خلیفہ ء اوّل اور خواجہ صاحب کے فیض گلی کے مختار عام ہمارے محبوب شاعر حضرت سچل سرمست درازی ہی تھے۔ جنہوں نے اپنے مرشد کی نظر معرفت سے بچپن ہی میں درجہ ء فنافی الرسول حاصل کیا تھا۔ جسکے متعلق خود حضرت سچل سرمست اپنی مشہور فارسی تصنیف "دیوانِ آشکار" میں فرماتے ہیں:

یک روز بودم من بخدمت مصطفیٰ
سرور کونین آں خیرالوریٰ
ایں چنیں فرمود سارا از کرم
جُزبرخصت پیر عبدالحق میاں
از گروہ خاص ورا کردہ ام
جلوہ فیضش بود ہم جا بجا
شان و شوکت پیر ما بالاتر است
ہمچو از کس نیست در عالم عُلا
"آشکارا" خاکپائے پیر باش

تاشوی از دو ستیسیش بادشاہ☆

سچل سرمستؒ کا بچپن

سچل سرمست کی عمر تقریباً چھ برس کی تھی کہ آپ کے والد میاں صلاح الدین نے وفات پائی۔ اور اس دُر یتیم کی پرورش آپ کے چچا خواجہ عبدالحق کے دریائے عاطفت و بحر معرفت میں ہوئی "دولہا درازی" کے مصنف کی روایت کے مطابق حضرت سچل سرمست کی پرورش ایک نیک سیرت دایہ کے سپرد کی گئی جو شیدی (حبشی) قوم سے تھی اور حضرت سچل سرمست اسے پیار میں "کالی اماں" کہا کرتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک روز دایہ کالی اماں نے حضرت سچل سرمست کو ہدایت کی کہ بیٹا! کھانا کھانے سے پہلے "بسم اللہ" پڑھنا بہت ضروری ہے۔ حضرت سچل سرمست نے جواب دیا کہ "اماں! اس لفظ میں تو "اللہ" کا نام آخر میں آتا ہے آپ مجھے وہ لفظ سکھایئے جس میں اللہ کا نام سب سے پہلے آتا ہو۔"

شاہ لطیفؒ کی پیشنگوئی کی روایت

یہ ایک عام روایت ہے کہ شاعران سندھ کے سرتاج حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ دوسری مرتبہ بھی درازا میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت خواجہ عبدالحق

☆ سچل سائیں کے سندھی، سرائیکی اور فارسی کلام میں خواجہ عبدالحق کا بہت ذکر ملتا ہے۔ کیونکہ وہ اُن کے مرشد بھی تھے۔ 'مثنوی رازنامہ' میں اُن کے لئے یوں رقمطراز ہیں:

پیر عبدالحق باشد مکر جود
بہ ہمہ عالم در گنج کشہ
پیر عبدالحق مرشد ما بروا!
در ولایت توجہ اشی عالی
نست او از مانمی گرد تمام
ہرچہ گفتم آن بود شد والسلام

[میرا مرشد کامل پیر عبدالحق ہے جس کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے وہ سخا کے بحر بے کنا ہیں جس نے فیض کا خزانہ کھول رکھا ہے، میں ان کی وصف نہیں کر سکتا جو کہا ہے وہ ان کے آگے کچھ بھی نہیں]

مسند نشین تھے، حضرت خواجہ عبدالحق نے اپنے فرزندوں کے ساتھ اپنے یتیم بھتیجے حضرت سچل سرمست کو بھی حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی خدمت میں دعا کرانے کیلئے پیش کیا۔ حضرت شاہ بھٹائی نے جب اس ذرِ یتیم کو دیکھا تو آپ کی زبانِ مبارک سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ "جس خُم کو ہم نے تیار کیا ہے، اسکا ڈھکنا یہ لڑکا اتارے گا۔"

اس روایت کے مطابق وادیء سندھ کے لوگوں میں یہ عام اعتقاد پایا جاتا ہے کہ حضرت سچل سرمستؒ کے متعلق حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی یہ پیشن گوئی حرف بحرف بالکل صحیح ثابت ہوئی ہے اور حضرت سچل سرمست نے مجذوبی و سرمستی کی حالت میں مسئلہء وحدۃ الوجود کو ایسے بے باکانہ طریقے سے واضح کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی بھی شاعر نے نہیں کیا تھا۔

مسئلہء وحدۃ الوجود کو اس بے باکانہ طریقہ سے واضح کرنے میں تو حضرت سچل سرمست بیشک بے باک نظر آتے ہیں لیکن جہاں تک حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی پیشن گوئی کا تعلق ہے وہ تاریخی نقطہء نگاہ سے کبھی مستند ثابت نہیں ہو سکی کیونکہ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ حضرت خواجہ عبدالحق کی مسند نشینی سے پہلے عالم بقا کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ آپ نے 1165ھ میں وفات پائی اور خواجہ عبدالحق 1192ھ میں مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے نہ صرف اتنا بلکہ خواجہ عبدالحق کے بڑے فرزند سخی قبول محمد اوّل بھی 1181ھ میں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی وفات کے بعد تولد ہوئے تھے۔ اس لیے شاہ عبداللطیف بھٹائی کی حضرت سچل سرمست کے متعلق پیشن گوئی صرف خوش اعتقاد راویوں کی دماغی کاوش کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔

حضرت سچل سرمستؒ کی تعلیم و تربیت

حضرت سچل سرمست کو ان کے چچا خواجہ عبدالحق نے سب سے پہلے حافظ عبداللہ قریشی صدیقی کے پاس قرآن مجید حفظ کرنے کے لئے بھیجا اور آپ بچپن ہی میں قرآن مجید ازبر کر کے حافظ و قاری بن گئے۔ حافظ عبداللہ درازا شریف کے مشہور آخوند بالائی بزرگوں میں سے تھے، حافظ صاحب نے 1233ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تربت

حضرت سچل سرمست کے مقبرے کے سامنے صحن میں موجود ہے۔

حافظ عبداللہ کی وفات پر حضرت سچل سرمست نے اُن کا مادّہ تاریخ نکالا اور وہ قطعہ اُن کی تربت پر نقش کیا گیا۔ وہ قطعہ حسب ذیل ہے:

خادم صاحبانِ اہل اللہ
محرمِ راز عارفِ باللہ
عرف اہلِ قریش صدیقی
واصلِ بحرِ ذات اِلاَّ اللہ
جستم از عقل سالِ تاریخش
گفت: "از اسم حافظ عبداللہ"

1233ھ

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد حضرت سچل سرمست کو خواجہ عبدالحق نے خود فارسی پڑھانا شروع کیا۔ اور آخر علوم عربیہ متداولہ کی تحصیل کے ساتھ علم تصوف و معرفت کی بھی تکمیل کرائی اور خرقہء خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اسی وجہ سے عام لوگ حضرت سچل سرمست کو "خلیفہ سچل" کہا کرتے تھے۔

حاصل مطلب حضرت سچل سرمست نے تمام ظاہری و باطنی علوم اپنے چچا اور مرشد خواجہ عبدالحق درازی سے حاصل کئے جس کے متعلق آپ اپنی ایک سہ حرفی میں فرماتے ہیں:

وہ ہادی عبدالحق صاحب ہے
جسے صوفی، شاہنشاہ کہوں
سب علم سکھائے اس نے مجھے
اسے عرفاں سے آگاہ کہوں

بچپن کے خصائل

حضرت سچل سرمست بچپن ہی سے اکیلا رہنا پسند کرتے تھے۔ تن تنہا جنگلوں

میں پھرتے رہتے تھے۔ خموشی، صبر اور فکر انکا ازلی اور فطری سرمایہ تھا۔ بچپن سے لے کر آخری عمر تک نہ تو کسی شکار کے نزدیک گئے اور نہ اپنے ہاتھ سے کسی جانور کو ذبح کیا۔

ایّام جوانی کے کوائف

حضرت سچل سرمست ایّام جوانی میں اپنے مرشد خواجہ عبدالحق اور اپنے دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ یا جماعت نماز پنجگانہ بڑی سختی اور پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے اور ہر وقت ورد وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ لیکن جب ان کی عمر کوئی پچاس برس کے لگ بھگ پہنچی تو موج مستی اور عروجِ عرفان کی حالت میں بے خود و سرمست بن گئے اور ہر وقت کیفیت استغراق میں مستغرق نظر آنے لگے جیسا کہ خود اپنے فارسی کلام میں ارشاد فرماتے ہیں:

سالہا بودم مسلماں دیندار
عابدانہ سبحہ می کردم شمار
در وظائف ورد ہم شاغل بُدم
سوئے مسجد روز و شب مائل بُدم
کردہ ام زہد و ریاضت روزہا
بے خبر بودم ز دردو۔۔۔ سوزہا
سالہا اندر عبادت بودہ ام
ہم بتقوےٰ ہم بطاعت بودہ ام
ذکر الاّ اللہ می کردم بے
آفریں می کرد ما راہر کے
پس بخدمت پیر عبدالحق شدم
تا کہ ہر نیکی بدی را پاز دم
در بحر توحید مارا غوطہ داد
درد الم آں مایہء دردے نہاد

عشق افزوں با فقر امداد کرد
خاطر ویران من آباد کرد
دینداری رافراموشی نمود
از مذاہب وکیش مارا دل ربود
آں کُجا ماندہ مسلمانی کُجا
حُسنِ آں محبوب باشد جا بجا
از وجودم رُستگاری یافتم
از میانِ کفرو دیں برتافتم
تاوردن ورطہ عشق انداختہ
دل زسودائے دگر پر داختہ

بھرپور جوانی اور صحت اعلیٰ کے باوجود آپ اپنے نفس پر ہر طرح قادر تھے۔ آخری عمر تک خلاف شرع کوئی کام نہیں کیا۔ نہ تو کبھی شراب پی اور نہ کبھی بھنگ کے نزدیک گئے نہ تو کبھی حُقے یا چلم کا کش قبول کیا اور نہ کبھی ناک میں نسوار ڈالی۔ الغرض شرک وبدعت کی تمام باتوں سے زندگی بھر دور رہے۔ ریاست خیرپور کے تالپور حکمرانوں کے یہاں جب بھی کوئی شادی بارات کا موقعہ ہوتا تو یہ لوگ شراب اور بھنگ وغیرہ پیتے لیکن ایسی حالت میں بھی حضرت سچل سرمست نے نہ تو کسی پر غصہ کیا اور نہ کسے منع فرمائی آپ ہر ایک کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کے قائل تھے۔ اور آپ کا اپنے متعلق خود اپنے ہی الفاظ میں یہ عقیدہ تھا:

ساقیا آں شراب انگوری
مانمی خواہیم زدست صد دوری
لازوال است آں مئ وحدت
آں بنوشاں زہم زہجوری

سچل سرمست کی شادی

حضرت سچل سرمست اپنی درویشی و فقیری کے خیالات میں اس قدر مست و مستغرق رہتے تھے کہ انہیں عالم شباب میں آنے کے باوجود شادی کرنے کا کبھی خیال ہی پیدا نہ ہوا تھا۔ آخر ان کے چچا اور مرشد خواجہ عبدالحق نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تکمیل کیلئے انہیں اپنی دختر نیک اختر کے ساتھ شادی کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ حضرت سچل سرمست کو اگرچہ شادی کرنے کے متعلق خواہش نہ تھی لیکن اس کے باوجود شادی کرنے سے کسی کو منع نہیں فرماتے تھے اور شادی کو شرع محمدی کا مبارک فعل سمجھتے تھے اس لئے آپ نے اپنے مرشد خواجہ عبدالحق کی اس نیک پیش کش کو لبیک کہہ کر قبول فرمایا اور ان کی دختر نیک اختر سے شادی کر کے سنت نبوی کو زندہ و پائندہ رکھنے کی ایک بہترین مثال پیش کی۔

سچل سرمست کی اولاد

مرزا علی قلی بیگ نے "رسالو سچل فقیر" میں حضرت سچل سرمست کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت سچل سرمست کے یہاں ایک فرزند بھی پیدا ہوا تھا لیکن وہ بچپن ہی میں فوت ہو گیا۔

مرزا علی قلی بیگ نے اس کے متعلق یہ روایت نقل کی ہے کہ "والیء ریاست خیر پور میر رستم خان کا فرزند میر محمد حسن سخت بیمار تھا۔ میر رستم خان نے حضرت سچل سرمست کو اپنے بیٹے کی دعائے عافیت کے لئے زحمت دے کر اپنے پاس بلایا، حضرت سچل سرمست نے میر محمد حسن کے لئے دعا کی اور جذبہء وجد و مستی میں آکر میر رستم خان سے مخاطب ہوئے کہ "ہم اپنا فرزند تمہارے فرزند کے عوض اللہ میاں کے سپرد کرتے ہیں۔" حضرت سچل سرمست میر رستم خان کے یہاں ابھی خیر پور ہی میں تھے کہ انکا اپنا فرزند فوت ہو گیا اور میر محمد حسن بالکل تندرست ہو کر آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگا۔

مولانا محمد صادق رانی پوری نے کتاب "سچل جو سرائنگی کلام" (مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ) کے دیباچہ میں روایت مذکور کے اندر اس بات کا مزید اضافہ کیا ہے کہ، حضرت

سچل سرمست کے اس فرزند کا نام نیاز علی یا موجود علی تھا۔

کتاب "دولہا درازی" کے مصنف قاضی علی اکبر روہڑوی نے مذکورہ بالا دونوں روایات کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "حقیقت یہ ہے کہ درگاہ شریف کی مسند نشینی کے سلسلہ میں حضرت خواجہ عبید اللہ جیلانی نے فرمایا تھا کہ "میاں صلاح الدین کے یہاں ایک فرزند تولد ہو گا۔ وہ سرمست اور لاولد رہے گا اور اسکی مسند نشینی کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا" اسی طرح مرزا علی قلی بیگ کی کتاب میں بھی فاروقی خاندان کا جو شجرہ دیا گیا ہے اس میں حضرت سچل سرمست کو لاولد دکھایا گیا ہے ورنہ یہ مناسب تھا کہ حضرت سچل سرمست کے نام کے نیچے ان کے فرزند کا نام بھی لکھا جاتا اور اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح کی جاتی کہ حضرت سچل سرمست کا یہ فرزند بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔

"دولہا درازی" کے مصنف کا کہنا ہے کہ در حقیقت میر رستم خان کے فرزند کے متعلق جو روایت مشہور ہے۔ وہ حضرت سچل سرمست کی ذات بابرکات سے ہرگز وابستہ نہیں بلکہ اس کا تعلق حضرت خواجہ عبدالحق کے فرزند سخی قبول محمد اوّل سے ہے اور خاندان فاروقی کے شجرے کے مطابق موجود علی سخی قبول محمد اوّل کے فرزند کا نام ہے اور نہ حضرت سچل سرمست کے فرزند کا۔

ہمیں دولہا درازی کے مصنف کی اس تحقیق سے کلی اتفاق ہے کیونکہ راقم الحروف نے سابق ریاست خیر پور میں تقریباً دس گیارہ سال رہ کر درگاہ دراز اشریف کے معتقد مشہور معمر ترین عالم شخص استاذ الاساتذہ الحاج امام بخش خان بُھل پوٹہ ساکن قصبہ بُھرگڑی نزد خیر پور میرس کی صحبت میں رہ کر یہ معلوم کیا کہ حضرت سچل سرمست کو کوئی اولاد نہ تھی اور اسکے علاوہ ایک مرتبہ جب میں اپنے دوست محترم ماسٹر دین محمد فاروقی درازی کی رفاقت میں جناب سخی قبول محمد ثالث سجادہ نشین بارگاہ درازا شریف کی خدمت گرامی میں حاضر ہوا تھا تو دورانِ گفتگو میں میرے سوال کے جواب میں جناب سخی صاحب نے بھی یہی فرمایا تھا کہ حضرت سچل سرمست کو جناب خواجہ عبدالحق کی دختر نیک اختر کے بطن مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، صرف سنت رسول مقبول کی اطاعت کی غرض سے اس شادی کا انتظام کیا گیا تھا ورنہ حضرت سچل سرمست کو شادی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

اسی طرح ان تمام مستند روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سچل سرمست کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور آپ لاولد فوت ہوئے ہیں۔

خواجہ محکم دین سیلانی کا واقعہ

کتاب "تذکرہ مخادیم کھہڑا" (قلمی) میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ محکم دین سیلانی درازا شریف کے نزدیک جنگل میں آکر مقیم ہوئے حضرت سچل سائیں ان کی ملاقات کے لئے گئے۔ ملاقات کے وقت حضرت محکم دین صاحب نے سچل سائیں سے بغل گیر ہوتے ہی ان کے منہ پر زور سے ایک طمانچہ مارا اور فرمایا "بس! تمہارے لئے عشق الاہی کا یہ ایک طمانچہ ہی کافی ہے" اس روز سے لے کر حضرت سچل سائیں نے ظاہری زہد و عبادت کو بالکل ترک کر دیا اور ہر وقت وجد و مستی کی حالت میں رہنے لگے اور "سرمست" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

مولانا محمد صادق رانی پوری مذکورہ روایت کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ روایت بالکل غیر مستند اور بے بنیاد ہے کیونکہ اگر صحیح ہوتی تو حضرت سچل سرمست اپنے کلام میں اپنے محسن خواجہ محکم دین سیلانی کا کہیں نہ کہیں ضرور ذکر فرماتے لیکن آپ نے صراحتاً یا کنایتاً انہیں کہیں بھی یاد نہیں فرمایا۔

"دولہا درازی" کے مصنف نے بھی اس روایت کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حضرت سچل سرمست کو رندی اور عاشقی روز ازل سے حاصل ہو چکی تھی جس طرح خواجہ عبید اللہ جیلانی نے ان کے تولد ہونے سے پہلے پیشن گوئی کی تھی کہ میاں صلاح الدین کو ایک فرزند پیدا ہو گا اور وہ سرمست اور لاولد رہے گا۔" اسی طرح ان کو "سرمست" کا یہ لقب اپنے پیر مغاں خواجہ عبید اللہ جیلانی ہی سے حاصل ہو چکا تھا۔ اور انہیں خواجہ محکم دین کے فیض کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں نے جو بھی فیض حاصل کیا وہ اپنے پیر و مرشد خواجہ عبدالحق کی ذات بابرکات سے، جس کے متعلق خود فرماتے ہیں:

ارادتمند آں پیر مغانم
بجز پیر مغاں دیگر ندانم

اسی طرح آپ نے اپنے سلسلہ طریقت کا یوں بیان فرمایا ہے:

جدِّ محمد حافظ کا ہے شہر دراز میں ڈیرا
جس کے ہاتھ میں روز ازل سے ہے سب مقصد میرا
ہادی مہدی مرشد میرا قادریہ ہے کامل
بامریداں عارف عبدالحق ہے اس میں شامل
مہدی شاہ مربیّ میرا رہبر راہ بتائے
حق محقق مئے کی مستی بے شک وہ بخشائے
شاہ عبید اللہ ہمارا خواجہ پیر پیراں
آل نبی اولادِ علی ہے حضرت پیر پیراں
دادا اُس کا غوث الاعظم رازِ ربِّ تبارک
سب سر تاجوں کی گردن پر ہے جسکا قدم مبارک

(سرائکی سے اردو منظوم ترجمہ)

حضرت خواجہ عبدالحق کی وفات

حضرت خواجہ عبدالحق نے 1214ھ مطابق 1793ء میں وفات پائی حضرت سچل سرمست نے اُن کی وفات پر حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا ہے، جو اُن کے مزار مبارک پر منقش ہے:

مرشدِ کامل حقیقت یار
وارث دینِ احمد مختار
گوہر بحر اِنَّـــــہٗ واحد
لَیس فی الدّار غیرہٗ ز دیار
سالِ تاریخ اوست مظہر حق
میم ماؤ من ازسیاں بردار
(1213ھ، 40-1253)

خواجہ عبدالحق کی شاعری

مولانا محمد صادق رانی پوری نے لکھا ہے کہ درگاہ دراز شریف کے مشہور فقیر آندل فقیر فاروقی کا بیان ہے کہ اُس کے پاس خواجہ عبدالحق درازی کے کلام کا کافی ذخیرہ موجود تھا لیکن اتفاقاً اُس کے گھر کو آگ لگی۔ ور جناب خواجہ عبدالحق کے کلام کا قلمی بیاض اور دوسرے کئی بیشتر تبرکات جل کر راکھ ہوگئے۔ مولانا محمد صادق نے حضرت خواجہ عبدالحق علیہ رحمت کی ایک سندھی مدح "یا غوث رب العٰلمین" تحریر کی ہے اور "دولہادرازی" کے مصنف قاضی علی اکبر نے ایک فارسی غزل بطور تبرک پیش کی ہے جو درج ذیل ہے:

ہرچہ بینی ز فوق تا عرش عُلا
ہستی زا وست تابہ تحت الثریٰ
ماہی از آب زندگی وارد
لیک او غافل است از دریا
غیر حق نیست ہیچ کس موجود
ہمہ عالم از وشدہ برپا
جلو لا الہ الاّ اللہ
بینی از دیدہ دل چوں یافت صفا
نیست اشیا بجز معیت حق
غیر خورشید روشنی زکجا
مظہر اوست ہرچہ می بینی
کس نمی داندایں بجز دانا
در دوئی صرف عمر خودچہ کنی
شرک را دفع کن شوی یکتا

والیانِ خیر پور سے تعلقات

میاں صاحبدینہ کے زمانے میں سندھ پر کلہوڑا خاندان کی حکومت تھی۔ خواجہ عبدالحق کے ایام میں میر سہراب خان اور اُسکا بیٹا میر رستم خان یکے بعد دیگرے ریاست خیر پور کے والی بنے حضرت سچل سرمست میر رستم خان کے دورِ حکومت میں موجود تھے۔

عام روایت ہے کہ میران خیر پور اور درازا کے فاروقی فقیروں کے ایک دوسرے کے ساتھ اتنے بڑے گہرے تعلقات یوں قائم ہوئے کہ ایک ہندو عامل دیوان جو حیدرآباد کے میر صاحبان کے یہاں ملازم تھا، وہ کسی وجہ سے ملازمت چھوڑ کر میر سہراب خان والیء ریاست خیر پور کے یہاں چلا آیا اور اُن کا مختار کار مقرر ہوا۔ چند دنوں کے بعد اس نے سرکاری رقم میں نادانستہ طور پر خورد وبرد کی اور اسی الزام میں گرفتار ہوا اس حیدرآبادی دیوان کے رشتہ دار صوفی فقیر میاں فضل اللہ جھوک شریف والے کی خدمت میں جاکر حاضر ہوئے اور سفارش کیلئے منت وسماجت کی۔ صوفی فقیر نے انہیں ایک خط خواجہ عبدالحق کے نام لکھ دیا اور اس میں لکھا کہ "ہمارا ایک آدمی تمہارے ظالموں نے قابو کر رکھا ہے اُسے فوراً آزاد کرادو۔"

حضرت خواجہ عبدالحق نے خط پڑھ کر اپنی دستار مبارک سے قادری ٹوپی نکال کر حضرت سچل سرمست کے سر پر رکھی اور فرمایا کہ "جاؤ اور میران خیر پور سے حیدرآبادی عامل کو آزاد کرا کے لاؤ" بحسب ارشاد خواجہ عبدالحق، حضرت سچل سرمست میر سہراب خان اور اُسکے صاحبزادوں کے دربار میں آکر حاضر ہوئے اور وہاں بندوقیں دیکھ کر پوچھا "یہ کیا ہیں؟" سب لوگوں نے جواب دیا کہ "یہ بندوقیں ہیں اور ان سے شیروں کا شکار کیا جاتا ہے۔" حضرت سچل سرمست نے فرمایا: "شیر کا شکار آسان بات نہیں۔" حاضر خدمتگاروں نے تکرار سے کام لیتے ہوئے کہا کہ "یہ بندوق صرف چند قدموں پر شیر کی دھجیاں اڑادیتی ہے۔"

اس پر حضرت سچل سرمست کی طبع میں ایک عجیب طرح کا جوش وخروش پیدا ہوا اور آپ کے چہرے پر جلال کے کچھ ایسے آثار نمایاں ہوئے کہ تمام صاحبزادگان اور حاضرین مجلس کو یوں محسوس ہونے لگا گویا سچ مچ شیر آکر اُن کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ سب

ڈر کے مارے دھڑکنے اور کانپنے لگے اور ہاتھ جوڑ کر معافی کی درخواست کی۔ آخر ان صاحبزادگان کی سفارش پر حضرت سچل سرمست کے منشا کے مطابق اس ہندو عامل دیوان کو فوراً قید سے آزاد کیا گیا۔

اس واقعے کے بعد ریاست خیرپور کے تمام میر صاحبان درازا کے فاروقی فقیروں کے بڑے معتقد بن گئے۔ وقتاً فوقتاً زیارت کے لئے آتے اور نذر و نیاز پیش کرتے مرزا علی قلی بیگ نے لکھا ہے کہ جب حضرت سچل سرمست نے وفات پائی تو میر علی مراد خان والیء ریاست خیرپور بالکل نوعمر تھے خود میر علی مراد خان کا اپنا ذاتی بیان ہے کہ "میں نے حضرت سچل سرمست کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور ایک مرتبہ جب میں بالکل چھوٹا سا تھا تو آپ نے میری آنکھوں پر بوسہ دیا تھا اور مجھے دعا دی تھی" اس واقعہ کی تشریح یوں کی جاتی ہے کہ ایک روز ریاست خیرپور کے چھوٹے بڑے میر صاحبان شکار سے واپس لوٹے اور درازا کے قریب آکر گزرے حضرت سچل سرمست اس وقت ایک کنوئیں پر اپنے پورے جسم کو ملتانی مٹی لگائے ہوئے نہانے کیلئے بالکل تیار بیٹھے تھے اور صرف سر پر پانی ڈالنے کی دیر تھی۔ بڑے میر صاحبان جو آگے چلے آرہے تھے حضرت سچل سرمست کی قدم بوسی کے لئے آگے بڑھے لیکن انہیں ملتانی مٹی میں لتھڑا ہوا دیکھ کر فوراً پیچھے ہٹ گئے اور نزدیک نہیں آئے اور دور سے کھڑے ہو کر خیر و عافیت پوچھنے لگے، میر علی مراد خان جو سب سے چھوٹے تھے وہ سب سے آخر میں وہاں آکر پہنچے اور فوراً دوڑ کر حضرت سچل سرمست کے قدموں پر گر پڑے حضرت سچل سرمست بہت خوش ہوئے اور فوراً اٹھ کر میر علی مراد خان کی آنکھوں پر بوسہ دیا اور انہیں دعا دیکر بڑے میر صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: "تم ملتانی مٹی دیکھ کر مجھ سے دور ہٹ گئے۔ لیکن یہ ملتانی مٹی نہ تھی بلکہ جاہ و اقبال کی مہندی کا رنگ تھا جو اس چھوٹے میر صاحب میر علی مراد خان کو لگ چکا ہے" حضرت سچل سرمست کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ 1843ء میں جب انگریزوں نے میرانِ سندھ سے حکومت چھین کر برطانوی پرچم لہرایا تو تمام سندھ میں خیرپور ہی ایک ایسا علاقہ تھا جہاں میر علی مراد خان کی ریاست قائم کی گئی۔

سچل سرمست کا سفر

حضرت سچل سرمست اپنی تمام زندگی میں سندھ سے باہر کہیں نہیں گئے۔ ایک مرتبہ صرف سکھر، روہڑی، شکارپور اور لاڑکانہ تک گئے تھے۔ روہڑی میں آپ کی ملاقات فقیر قادر بخش بیدل سے ہوئی تھی☆ جو آپ کے بڑے معتقد تھے۔ سکھر اور شکارپور میں آپ کی ولایت و کرامت اور درویشی و سخنوری کی بڑی شہرت ہوئی اور کئی لوگ آپ کے حلقہء ارادت میں آکر شامل ہوئے۔ لاڑکانہ میں عثمان فقیر چاکی (تیلی) کو فیض روحانی سے مستفیض فرمایا اور میاں محمد صالح قادری کو سلوک و معرفت کی مزید منزلیں طے کرائیں۔

اسی طرح آپ نے اپنے گاؤں درازا اور ریاست خیرپور کے علاوہ کسی دوسری جگہ کا سفر نہیں کیا جسکے متعلق کچھ ذکر کیا جائے۔

سچل سرمست کی وفات

حضرت سچل سرمست اپنی زندگی میں کبھی بیمار نہیں ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو خونی اسہال آنے کی وجہ سے بڑی تکلیف ہوئی اور بہت نڈھال ہوگئے۔ اسی طرح دوسری مرتبہ پھر اسی خونی اسہال کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور مورخہ 14 رمضان المبارک 1242ھ مطابق 1826ء☆☆ میں وفات پائی۔ کسی اہلِ علم نے آپ کا ماڈّہ تاریخ "پر غم" نکالا۔ فقیر قادر بخش بیدل روہڑوی نے سندھی اور فارسی زبان میں قطعات لکھے ان قطعات میں حسب ذیل فارسی قطعہ حضرت سچل سرمست کے مزار مبارک پر منقش ہے:

درِّ بیضائے ازل ترکید شد مخروجِ عشق
کف ز دریائے محبّت کرد بیروں موجِ عشق
از خدا بودے صدیق و پیش احمد شد "سچو"
از علی صادق یقین و پیشوا مخروج عشق

☆ سچل سائیں کا انتقال 14 رمضان 1242ھ / 1827ء میں نوے (90) برس میں ہوا، اس وقت بیدل سائیں کی عمر بارہ (12) برس تھی۔ چناچہ سچل سائیں اور فقیر قادر بخش بیدل کی ملاقات کی روایت شک کی نظر میں ہے۔ م۔ب

☆☆ 14 رمضان 1242ھ کا درست عیسوی سن 1827ء ہے۔

سالِ اور انشی و بر لوح تقدیر ایں نوشت
بو دمہ برجِ ہدیٰ در آفتابِ اوجِ عشق

1242ھ

حضرت سچل سرمست کی تاریخ وفات کسی شاعر نے یہ بھی لکھی ہے:

سالکِ مستانہ "سچو" چونکہ پیوستہ بحق
مست "ہو" پیوستہ شد تاریخ آں تاریخ آں

1242ھ

ایک دوسرے شاعر نے حسب ذیل قطعہ لکھا☆:

چوں سالک "سچو" زیں طلسم مجاز
سوئے آشیاں رفت چوں شاہباز
زہے صاحبِ وجد منصور وقت
کہ بے مثل بودہ بسوز و گداز
بہنگام سر جوشی حالتش
نگاہش ہمی بود طالب نواز
بہ نیم التفاتے کز دیا فتند
بیک لحضہ طے گذشتہ راہِ دراز
زہر دو جہاں دست شست آں کسے
کہ شد محرم راز آں عشق باز
چوں شد جانِ ادعازم وصلِ اصل
شنیدار جعی بانر ارعزّ و راز
دلم جست سالِ وصالش زجاں
بگفتا کہ "دریائے ذخّارِ راز"

1242ھ

☆ یہ نظم بھی فقیر قادر بخش بیدل کی ہے۔

فقیر قادر بخش بیدل نے سندھی زبان میں ایک مرثیہ لکھا جس کا منظوم اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

اس درازا شہر میں وہ صاحب اسرار تھا
یعنی سچل مست و سالک عشق میں اظہار تھا
لارجرم وہ درد و غم کا ابرِ گوہر بار تھا
ظاہر و باطن میں سوز و عشق کا اَنبار تھا
خمر وحدت کے خماروں میں وہ خود خمار تھا
مردِ منصور اَلَست اور عشق کا اوتار تھا
وہ اُلوہیت کا گویا منبع آثار تھا
جذبہء مستی حق میں ثانی عطار تھا
عمر نوّے سال، حق کا راستہ ہموار تھا
خود ہی بحر وصل میں وہ موجہء ذخار تھا
سال بارہ سَو بیالیس [1242] آخری دیدار تھا
چودھویں رمضان کو وہ سوئے بقا طیّار تھا
قربداروں کے کٹک میں مردِ منصب دارِ تھا
در پہ اُس داتا کے بیدل خاص خدمتگار تھا

حضرت سچل سرمست کی شکل وشبیہہ اور لباس

حضرت سچل سرمست درمیانہ قد کے انسان تھے۔ آپ کا رنگ موافق صاف ستھرا تھا۔ ناک اور پیشانی کی ساخت بھی بہت عمدہ تھی سر پر لمبے لمبے بال تھے، پیری میں اپنی ریش پر کبھی خضاب نہیں لگایا۔ سر پر قلندروں کی طرح سبز رنگ کا تاج پہنتے تھے۔ باوجود کہ خواجہ عبدالحق اور دوسرے سجادہ نشین انہیں دستار بھی عطا کرتے رہتے تھے آپ سفید کرتہ پہنتے تھے اور تہہ بند بھی سفید چادر یا موٹے اونی کپڑے کی باندھتے تھے۔ سندھی جوتی پہنتے تھے لیکن کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی پھرا کرتے تھے۔ ایک بڑی لاٹھی یعنی عصا ہمیشہ

آپ کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ آپ نے سواری کبھی استعمال نہیں کی۔ اکثر فرش یا لکڑی کے تختے پر بیٹھتے اور سوتے تھے اور چارپائی پر سونے سے گریز کیا کرتے تھے طنبور ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا تھا جسکو بجاتے اور گاتے تھے۔

سچل کے دربار کا درّ لاثانی فقیر نانک یوسف

فقیر صاحب کے والد بزرگوار کا اسم مبارک مولوی محمد ہاشم تھا اصل سبّی بلوچستان کے باشندے تھے، لیکن وہاں سے منتقل ہو کر شہر جھل مگسی میں آکر مقیم ہوئے مولوی محمد ہاشم چونکہ ایک عالم باعمل شخص تھے۔ اس لئے انہیں شہر کا مفتی مقرر کیا گیا۔ ان کے یہاں اولاد نہیں ہوتی تھی اس لئے مشہور ولی اللہ شاہ گودڑیا کے مزار پر آکر دعا مانگی وہاں انہیں بشارت ہوئی کہ "تمہیں فرزند پیدا ہو گا لیکن وہ اپنے زمانے کا منصور بنے گا" آخر مولوی صاحب کے یہاں فرزند پیدا ہوا اور اس کا نام "محمد یوسف" رکھا گیا۔

محمد یوسف نے اپنے والد بزرگوار سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی اور فارغ التحصیل ہو کر دستار بندی کی۔ رسم دستار بندی ادا ہونے کے بعد چند دنوں میں مولوی محمد ہاشم کا انتقال ہو گیا اور محمد یوسف کو ان کی مسند علمی پر بٹھایا گیا محمد یوسف چونکہ بڑے نیک دل انسان تھے اسلئے تھوڑے عرصے کے اندر انکے علم و کمال کی شہرت دور دور تک جا پہنچی، کئی علماء و فضلاء سلامی کے لئے آنے جانے لگے لیکن اسکے باوجود محمد یوسف کے دل میں ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ میں عالم، فاضل، زاہد اور عابد تو بن چکا لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب نہیں ہوا۔ آخر اس بے چینی اور بے قراری نے انہیں شہر چھوڑ کر جنگل جانے کے لئے مجبور کیا جنگل میں ایک ویران جگہ پر جا کر بیٹھے اور چلہ کشی کا عمل پورا کیا۔ وہاں انہیں بشارت ہوئی کہ تمہیں فیض الاہی تو حاصل ہو گا لیکن اس جگہ سے جہاں صبح و شام نعر منصوری بلند ہوتا رہتا ہے۔

اسی طرح آپ نے ایک سال کے عرصے تک متواتر تین چلے نکالے لیکن ہر مرتبہ یہی بشارت حاصل ہوئی کہ "جاؤ اور اس جگہ سے فیض حاصل کرو جہاں صبح و شام منصوری نعرہ بلند ہوتا رہتا ہے۔" آخر اس بیقراری کے عالم میں رانی پور سے ہوتے ہوئے

درازا شریف میں آ پہنچے۔ چونکہ رات کا وقت تھا اس لئے راستہ بھول گئے اور رات بسر کرنے کے لئے کوئی بستی تلاش کرنے لگے انہیں بالکل معلوم نہ تھا کہ یہ کونسا شہر ہے؟ آخر سماع کی آواز سن کر درگاہ شریف کی حدود میں داخل ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ مسجد کے حجرے کے اندر ایک مردِ خدا مراقبے میں بیٹھا ہے اور دوسرے فقراء اس کے ارد گرد "سماع" میں مشغول ہیں۔ محمد یوسف نے اچھی طرح سے پہچان لیا کہ "منصوری نعرہ بلند کرنے والا مردِ مجاہد صرف یہی شخص ہو سکتا ہے۔" یہ سوچ کر ان فقیروں کے ساتھ محفل سماع میں شامل ہو گئے لیکن ابھی بیٹھ بھی نہ پائے تھے کہ اس مراقبے والے شخص نے فقیروں کو حکم دیا کہ اس بوو دارد کو اسی وقت مسجد کے حجرے سے باہر نکال دو۔ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی اور انہیں دھکّے دے کر مسجد کے حجرے سے باہر نکالا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر مسجد کے حجرے میں داخل ہوئے اور اس مرتبہ بھی مراقبے والے شخص کے ارشاد کے مطابق انہیں مسجد کے حجرے سے باہر نکالا گیا۔ تیسری مرتبہ وہ مسجد کے حجرے سے باہر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے انکی یہ حالت دیکھ کر اُس مراقبے والے شخص نے حکم دیا کہ اسکو ٹنگا ٹولی کر کے شہر سے باہر جا کر پھینک دو، بحسب ارشاد انہیں سمتی تالاب کے پاس جا کر چھونکر کے ایک درخت کے ساتھ ٹیک دلا کر پھینک دیا گیا۔ وہ درویش اس درخت کے ساتھ اس طرح ٹیک لگا کر بیٹھے کہ ان کا منہ درگاہ شریف کی طرف رہا اسی طرح وہ متواتر چند روز تک وہیں بیٹھے رہے اور کسی طرف بھی ہلے جُلے نہیں۔ وہ مراقبہ والا شخص خود حضرت سچل سرمست تھا۔

اس واقعہ کو جب چند روز گذر گئے تو حضرت سچل سرمست اپنے فقراء کے ساتھ اس تالاب کے قریب آ کر گذرے اور اُس درویش کو بے ہوشی کے عالم میں دیکھا۔ حضرت سچل سرمست نے فقیروں سے فرمایا کہ "جا کر دیکھو کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے؟" فقیروں نے دیکھ کر عرض کیا کہ "قبلہ! یہ بے چارہ مر گیا ہے" آپ نے ہنس کر فرمایا کہ "نہیں! یہ درویش آسانی سے مرنے والا نہیں بلکہ زندہ ہے۔" فقیروں نے التجا کی کہ "قبلہ! یہ فقیر آپ کا سچّا عاشق ہے۔ اَب تو اس پر نگاہِ کرم فرمایئے۔" آپ نے فرمایا کہ "اچھا! اسے میرے پاس لے آؤ۔" فقیروں نے فوراً اسکے قریب پہنچ کر آواز دی کہ "چلو تمہیں مرشد نے یاد فرمایا ہے۔" فقیر یہ آواز سن کر اچھل کر کھڑا ہو گیا اور تندرستوں کی

طرح خوشی سے پیدل چل کر سچل سرمست کی خدمت میں آکر حاضر ہوا۔

حضرت سچل سرمست نے اس پر نظر عنایت فرمائی اور اُسے اپنے روحانی فرزندوں میں شمار کر کے ریاضت کیلئے حکم صادر فرمایا۔

پہلے بارہ مہینے تو وہ لنگر کیلئے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے رہے۔ روایت ہے کہ وہ ابھی لکڑیاں کاٹتے ہی رہتے تھے کہ لنگر ختم ہو جاتا تھا اور انہیں روٹی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ حضرت سچل سرمست کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے ان سے لکڑیاں کاٹنے کا کام بند کرا دیا۔ اور پانی بھرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ بارہ ماہ تک تو وہ درگاہ شریف کے مٹکے بھرتے رہے۔ اور اس کے بعد مرشد نے اپنی کرم فرمائی کی۔ اور اُسے اپنا خاص خدمت گار مقرر کیا۔

یوسف فقیر سے پہلے یعقوب فقیر بھی حضرت سچل سرمست کی خدمت میں رہتے تھے۔ مشہور روایت ہے کہ ایک روز حضرت سچل سرمست اپنی خاص خلوت گاہ میں بیٹھے تھے، بیٹھے بیٹھے آپ نے اچانک آواز دی کہ "یعقوب! یعقوب!" یعقوب فقیر اس وقت موجود نہ تھے یوسف فقیر نے جواب دیا کہ "قبلہ! یعقوب تو موجود نہیں، لیکن "یعقوب" کا بیٹا" یوسف" حاضر ہے۔ اسی طرح حضرت سچل سرمست نے تین مرتبہ آواز دی اور یوسف فقیر نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ "قبلہ! یعقوب تو موجود نہیں لیکن "یعقوب" کا بیٹا "یوسف" حاضر ہے۔ کہتے ہیں کہ اس بات پر حضرت سچل سرمست پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور جب حال سے باہر آئے تو یوسف کو فوراً گلے لگایا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ امانت جب تمہیں حاصل ہونی تھی تو یعقوب کو کیسے دی جا سکتی ہے؟" بس! مرشد کی ایک ہی نگاہِ کرم سے یوسف فقیر واصل باللہ ہو گئے۔

مرشد سے مستفیض ہونے کے بعد یوسف کچھ وقت تو درازا میں رہے لیکن بعد میں انہیں حکم ملا کہ "درنگپور کی بستی میں بود و باش اختیار کرو" فقیر صاحب اسی بستی میں آکر مقیم ہوئے جسکو آجکل یوسف فقیر کا گوٹھ عرف "اگڑا" کہا جاتا ہے۔

مشہور روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سچل سرمست نے یوسف فقیر کو حکم دیا کہ، تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ اور امرت سر کی سیر کر کے آؤ مرشد کے ارشاد کے مطابق یوسف فقیر نے حاجی عبداللہ فقیر، ڈھنڈھن فقیر، بلو فقیر اور اللہ داد فقیر کو اپنی رفاقت

میں لیا اور مسافری پر چل پڑے اور کئی منزلیں طے کرنے کے بعد امرت سر کے دربار میں آکر حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی یوسف فقیر نے خود کو "گرو نانک" کہلانا شروع کر دیا۔ سکھوں کو اس پر بڑا غصہ آیا سب کے سب یوسف فقیر کے ارد گرد آکر جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ اس کو اس گستاخی کی سزا ضرور ملنی چاہئے آخر آپس میں مشورہ کرنے کے بعد یوسف فقیر سے یہ کہا کہ گرو نانک صاحب کا یہ معمول تھا کہ ہر روز تیل کی ایک کڑاہی آگ پر رکھواتے تھے اور جب تیل تپ کر لال ہو جاتا تھا تو فوراً اس کڑاہی میں کود کر اشنان فرماتے تھے۔ آپ اگر واقعی گرو نانک صاحب ہیں تو اپنے اس کارنامے کو دوبارہ ظاہر کر کے دکھایئے۔ یوسف فقیر نے ان کی اس شرط کو بڑی خوشی سے قبول کیا۔ فوراً تیل کی کڑاہی چڑھائی گئی اور اسکے نیچے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا انبار لگا دیا گیا جس وقت تیل تپ کر لال ہو گیا اور زور سے ابلنے لگا تو یوسف فقیر سے کہا گیا کہ " بس! اب آپ خود کو گرو نانک ثابت کر کے دکھایئے۔" یوسف فقیر فوراً جوش و جلال میں آکر اس اُبلتے ہوئے تیل کی کڑاہی میں چھلانگ لگانے ہی والے تھے کہ بفضلِ خدا اچانک موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور دو منٹ کے اندر وہ ابلتا ہوا تیل سرد پانی کی طرح تھم گیا۔ یوسف فقیر نے بھی اس کڑاہی میں خوب غوطے لگائے اور اچھل اچھل کر یہ کافی کہنے لگے:

کافی

دھوپڑے میں دھپا[1] سائیں!
دھوپڑے میں دھپا۔
عشق کی آتش میں اب دیگا
مردِ مجاہد ٹپا[2] سائیں!
دھوپڑے میں دھپا۔
1- ہادی نے دی ہمت مجھ کو
عشق نے مارا چپا[3]
لاالٰہَ اِلاَّ اللہُ

1- ابلتی ہوئی کڑاہی میں ہلچل 2- ٹپا دینا= چھلانگ لگانا۔ سرائکی اور سندھی محاورہ۔ 3- چپا مارنا= پنجہ مارنا۔

اب غیر کو ایک ہی پتا[1] سائیں!
دھوپڑے میں دھپا۔

2۔ ایک ہے دوست بجز دلبر کے
سب ہے کھپّت کھپّا[2]
ہادی ہر دم حاضر ناظر
نہیں کوئی اتاں اپّا۔ سائیں!
دھوپڑے میں دھپّا۔

3۔ ہائے یوں ہی عمر گزارو
کھا کر گپّل گپّا[3]
بھاڑ میں جائے جھوٹ کہانی
نام صاحب کا جپا[4] سائیں!
دھوپڑے میں دھپّا
یہ جگ بازی جھوٹا منظر
دنیا لوبھی بھپّا[5]
"گگّا" چھوڑ کے "دَدّا" دھوکے
تَتّا، تتّا، پپّا[6]--- سائیں!
دھوپڑے میں دھپّا
"نانک یوسف" عشق انوکھا
مرشد میرا مکّہ
اس پر میری جان تصدّق
وہ عاشق کا تپّا[7]۔ سائیں!
دھوپڑے میں دھپّا

---

1 ۔ طمانچہ۔ 2 ۔ خسارہ ہی خسارہ۔ 3 ۔ چکنی روٹی کے ٹکڑے۔ 4 ۔ صاحب کا نام جپنا۔ خدا کو یاد کرنا۔
5 ۔ حریص درندہ۔ 6 ۔ گگّا۔ ددّا۔ نّنا۔ تتّا اور پپّا گورمکھی رسم الخط کے حروفِ تہجی ہیں۔ 7 ۔ علاقہ جاگیر

کافی ختم ہوئی اور یوسف فقیر اشنان کر کے باہر نکل آئے۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہاں کے سکھ آپ کے معتقد بن گئے اس واقعہ سے پہلے آپ صرف یوسف فقیر کہلاتے تھے بعد میں "نانک یوسف" کے لقب سے مشہور ہوئے اور آج تک انہیں اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

فقیر نانک یوسف بلوچ قوم کے کھوکھر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔1192ھ میں پیدا ہوئے اور تاریخ 9 جمادی الاوّل 1269ھ میں وفات پائی آپ کی وفات پر فقیر قادر بخش بیدل روہڑوی نے یہ تاریخ لکھی:

ایں چہ دوری کہ درز ماں رفتہ
عارفِ کامل از جہاں رفتہ
یوسف مصر جاں عزیز وجود
جانبِ ملک جاوداں رفتہ
گشت روپوش زیں تجلی گاہ
بانہاں خانہ بے نشاں رفتہ
نورِ حق مدّتے بہ پستی ماند
باز ہر اوج لامکاں رفتہ
سال وصلش خرد بجست سروش
گفت- طائر بہ آشیاں رفتہ

1269ھ

حضرت سچل سرمست فقیر محمد یوسف کو "نانک یوسف" کے لقب کے علاوہ "یوسف کنعانی" کے نام سے بھی پکارا کرتے تھے۔ فقیر نانک یوسف کا مقبرہ بمقام "اگڑا" درنگ پور تحصیل گنبٹ سابق ریاست خیر پور میں واقع ہے۔●

● موجودہ ضلعہ خیر پور (ک.ج)

نانک یوسف کی شاعری☆

فقیر نانک یوسف سندھی اور سرائکی زبان کے وہ پہلے عوامی شاعر ہیں جنہوں نے عروضی بحروں کی پابندی سے کنارہ کش ہو کر مترنم عوامی بحروں میں کلام کہا اور سندھی اور سرائکی کلام کے ساتھ اُردو زبان میں بھی کافی طبع آزمائی کی لیکن نانک یوسف کا اُردو کلام ان کے سندھی اور سرائکی کلام کی طرح مترنم عوامی بحروں پر مشتمل ہے اور انہوں نے سندھی اور سرائکی زبان کے اکثر محاوروں کو بھی اردو میں اپنا کر اُردو زبان کی وسعت اور جاذبیت کو اس قدر نمایاں کر دکھایا ہے گویا ان کی طبع کی روانی اہل زبان اور زبان داں کے فرق کو موج رواں کی طرح بہاتی اور ٹھکراتی چلی جا رہی ہے ان کی ایک مترنم اردو کافی ملاحظہ فرمائیں۔

کافی (اُردو)

ہم دیکھا ہے اسرار۔ برہ بازار تماشا پل پل کا
وَہ وا تماشا پل پل کا
ہم جائیں گے بلہار۔ ہمارا یار حسن کی جھل جھل کا

1- جس پیتا جام شراب ہو یا بیتاب
نشے میں خواب غرق درہوں
جوں بھونرا میں گلزار۔ مقید تار زلف کی سل سل کا

2- یہی عشق کا احوال۔ خدائی خیال سنوبر حال بیانوں میں
جوں شہ منصور سوار۔ اوپر سردار چوغان میں چل چل کا

3- جسے لاگی عشق ٹکور۔ انا حد گھور۔ درد کا شور دل اندر میں
جوں چھاتی میں چھمکار برہ بھڑکار۔ اگھن دل جَھل جَھل کا

☆ نانک یوسف کا مکمل کلام ڈاکٹر تنویر عباسی نے ترتیب دے کر سندھی ادبی بورڈ کی جانب سے 1983ء میں شایع کروایا۔

4- گم کر ہستی کا کوٹ۔ جسم کی اوٹ۔ چلا دم چوٹ صفاتی میں
پیچھے دیکھیں "یوسف" یار۔ سدا دیدار صفا میں اَل اَل کا
وہ وا تماشا پل پل کا

درگاہ درازا شریف کے سجادہ نشین

جناب خواجہ عبدالحق کی وفات کے بعد اُن کے فرزند سخی قبول محمد اوّل سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند خواجہ نظر محمد والی مسند بنے۔ بعد ازاں ان کے فرزند خواجہ نجم الدین نے مسند سنبھالی۔ خواجہ نجم الدین کے بعد ان کے فرزند سخی قبول محمد دوم مسند نشین مقرر ہوئے۔ اُن کے بعد انکے فرزند میاں صاحبدینہ دوم نے مسند سنبھالی، ان کے بعد ان کے بڑے فرزند سخی قبول محمد ثالث سجادہ نشین مقرر ہوئے اوران کے لاولد فوت ہونے کی وجہ سے ان کے چھوٹے بھائی خواجہ عبدالحق ثانی کو درگاہ درازا شریف کی مسند کا والی مقرر کیا گیا۔ جو اس وقت بھی اسی مسند پر جلوہ افروز ہیں آپ کا پیدائشی نام ہادی بخش ہے اور "ہاتک" تخلص فرماتے ہیں۔ ☆

درگاہِ درازا شریف کا مقبرہ

والیٔ ریاست خیرپور میر سہراب خان اور ان کے فرزند میر رستم خان تالپور درگاہِ درازا کے بڑے معتقد تھے۔ اس لئے اس درگاہ پر پہلا مقبرہ میر رستم خان نے تعمیر کرایا جس کی تاریخ تعمیر حسب ذیل ہے:

والیٔ سندھ میر رستم خان
ابن سہراب خان عالی نشان

☆ میاں عبدالحق ثانی 1978ء میں انتقال پاگئے اب گدی پر انکے فرزند سخی قبول محمد چہارم جلوہ افروز ہیں۔ وہ ایک پڑھے لکھے شخص ہیں۔ تصوف کے حوالے سے Ph. D بھی کر چکے ہیں اور سچل چیئر شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور کے ڈائریکٹر بھی رہ چکے ہیں۔ ان کی طبع شد تصانیف کے نام یہ ہیں:

1. Study of Mysticsim Darazi School of Sufi thoughts.
2. A Voice from the Wilderness. By T.L Vaswani Edit by: Dr. Sakhi Qabool M. Farooqi

صاحب کرم وصاحب وسعت
راضی است دائما برو رحمان
ہست درگاہ حضرت قادر
بارگاہِ رفیع مثل جان
در برش خلعت مریدی شد
ہر سرش قائم است تاج شہاں
او بنا کرد گنبد اخضر
ہست آں روضہء بہشت فشاں
عام و خاصان جبہ سایانند
سر بمالند ہمچو صد خاقان
ہست آں میر طالب المولیٰ
دادا دراخدا بلند مکاں
می کند ہر کہ آستاں بوسی
ہمہ مشکل برو شود آساں
سال تاریخ جتم ازہاتف
گفت، روضہء مقدس برہاں

1228ھ

سچل سرمست کے دور کا سیاسی ماحول

حضرت سچل سرمست نے اس دور میں پرورش پائی جو سیاسی نقطہء نگاہ سے بہت ہی پُر آشوب تھا۔ اور سیاست گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہی تھی۔ شاہ عنایت جھوک والے اور مخدوم عبدالرحمن کھہڑائی کی شہادت کی یاد ابھی پرانی نہیں ہوئی تھی اور بعض ایسے اشخاص بھی زندہ تھے جو دونوں مذکورہ واقعات کے موقعہ پر بذات خود موجود تھے۔ میاں غلام شاہ کلہوڑو اور ان کے بھائی عطر خان کے درمیان جنگ۔ میر بہرام خان کا اپنے

فرزند میر صوبدار خان کے ساتھ بڑی بے دردی سے قتل ہونا۔ میاں سرفراز کی شہادت اور میر بجار خان کا فریب سے قتل ہونا اور دوسرے اہم واقعات سب حضرت سچل سرمست کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اسکے علاوہ کلہوڑوں کے کمال کا سورج غروب ہونا اور تالپوروں کے اقبال کا آفتاب طلوع ہونا بھی حضرت سچل سرمست نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مد دخان پٹھان نے سندھ میں آکر خون کی ندیاں بہائی تھیں اور اسکے لشکر کے گھوڑوں کی دہشت کا اثر سندھی عوام کی نفسیات میں اب بھی اس قدر پیوستہ ہے کہ وہ ہر مصیبت کے وقت "گھوڑا گھوڑا" پکارتے ہیں۔ اسی میر سہراب خان کے بھائی میر غلام محمد خان عمر کوٹ کے قلعے میں راجپوتوں کے ہاتھوں قتل کئے جاچکے تھے اور میران سندھ، راجپوتوں، سکھوں اور داؤد پوتوں کی دہشت گردی کی وجہ سے حربی قلعہ جات کی تعمیر میں مصروف تھے۔ الغرض تمام سندھ میں خوف و ہراس کے شعلے بھڑک رہے تھے اور دوسری طرف فرنگی سیاست کا جال ہندوستان سے چل کر سندھ میں شیطان آنت کی طرح بل کھا رہا تھا۔ (ماخوذ از سچل سرمست - حامی خیرپوری)

مذہبی ماحول

سیاسی بے اعتدالیوں کے ساتھ مذہبی حالات بھی کچھ مختلف نہ تھے بقول حامی مخادیم کھہڑا کو تو اس قدر مذہبی اقتدار حاصل تھا کہ معمولی سی بات پر بھی ہندوؤں کو جبراً مسلمان کیا کرتے تھے۔ اس وقت کے حکام اور علماء بھی سب اُن کا ساتھ دیتے تھے اور ان مخادیم کا فتویٰ حکام اور رعایا دونوں کے یہاں حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ تمام اقلیت، حکومت اور مخادیم کھہڑا کے خلاف ہمیشہ سازش و بغاوت کے منصوبے بناتی رہتی تھی اور اسی اندرونی دشمنی کے باعث اس اقلیت نے انگریزوں کی آمد پر انکا کھلم کھلا ساتھ دیا۔

ادبی ماحول

حضرت سچل سرمست کا زمانہ ادبی لحاظ سے بھی ایک زرین زمانہ تھا پہلے کلہوڑا حکام کا تسلّط تھا اور بعد میں سہراب خان اور میر رستم خان کی حکومت قائم ہوئی ان دونوں

درباروں میں علم و ادب کی محفلیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ چونکہ یہ حکام خود بھی شاعر اور شاعر نواز تھے لہٰذا دور دور کے ادباء و شعراء یہاں آکر اپنے جواہر پارے پیش کرتے تھے اور خراج تحسین حاصل کیا کرتے تھے۔ میر رستم خان کے ابیات اور کافیاں سوز و گداز پر دلالت کرتی ہیں اور اس کے علاوہ میر عالی خان اور میر مبارک خان بھی دونوں اعلیٰ پایہ کے شاعر اور سخنداں تھے اور ان سب کے یہاں بیت بازی اور ادبی معرکے ہوا کرتے تھے۔ آخوند محمد حیات حاتم، محمد نشان فاروقی، قاضی محمد کامل لقمانی اور خان محمد پیرزادہ گڈیجی والا بھی قادر الکلام ادیب اور شاعر تھے۔ پیر گوٹھ میں پیر محمد راشد اور پیر صبغت اللہ شاہ کی ادبی محفلیں بھی بے نظیر تھیں۔ خلیفہ محمود نظامانی، اٹل فقیر، ابو بکر اور عبداللہ کاتیار بھی اسی درگاہ سے منسلک تھے۔ گنبٹ اور رانی پور کے پیر صاحبان میں سے پیر ابراہیم شاہ گرچہ خود شاعر نہیں تھے لیکن اس کے باوجود بڑے فیاض اور ادب نواز تھے۔ پیر غلام محی الدین شاہ کے استاد آخوند چُھٹا جامڑو، شیر خان بیناوا اور پیر محمد شاہ ثانی انہی دونوں درگاہوں سے وابستہ شاعر اور ادیب تھے۔ کھہڑا میں مخدوم احمدی، مقیم مولودی، محمد ذاکر اُجن اور رازق دینہ اُجن بڑے مداح مولود خواں اور اہل دل شاعر تھے۔ سندھی سگھڑوں (عوامی شعراء) میں سے صادق گامیشو، خیر شاہ پنجابی، اللہ رکھیہ میر بحر اور بچو فقیر اپنی مثال آپ تھے اور ان کے علاوہ صوفی شعراء میں سے محمد شریف فاروقی، شہید عبدالرحیم گرہوڑی، پیر عبدالحق خاں کی، جان اللہ شاہ عاشق، مراد فقیر، غلام علی فقیر، دریا خان اور دوسرے کئی درویش دفاتر درد و عشق کا اظہار فرما رہے تھے۔ حاصل مطلب اس زمانہ میں شعر و شاعری کا میدان بہت وسیع تھا اور ہر جگہ علم و ادب کا چرچا تھا (ماخوذ از سچل سرمست۔ حامی خیرپوری)

سندھ کے فاروقی شعراء

ادبی دنیا میں سندھ کا فاروقی خاندان نہ صرف میاں صاحبدینہ، خواجہ عبدالحق اور حضرت سچل سرمست کی وجہ سے مشہور ہے لیکن تاریخ کی اوراق گردانی کی جائے تو معلوم ہو گا کہ اس خاندان میں دوسرے بھی کئی علماء، فضلاء، ادباء اور شعراء گزرے ہیں جن کی ذات پر اہلیان سندھ جتنا بھی فخر کریں اتنا کم ہے۔

کلہوڑا اور تالپوروں کے ایام حکومت میں امرائے وقت اپنے اور اپنے بچوں کے لئے جو تالیق مقرر کرتے تھے وہ بھی اسی خاندان سے ہوا کرتے تھے کیونکہ یہ خاندان دوسروں کی نسبت میں علم و فضل میں افضل شمار کیا جاتا تھا۔ اس خاندان میں جتنے بھی شاعر ہو کر گزرے ہیں ان میں سے سب سے پہلے ذوقی اور حقیری کے نام آتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ان دونوں بزرگوں کا صرف تخلص اور قبیلہ معلوم ہو سکا ہے اور باقی ان کے پیدائشی نام اور حالات زندگی کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا ان کا کلام قلمی بیاض عرف دیوان عجائب۔ مؤلف محمد ابراہیم عشق ناز سے کافی تعداد میں مل سکتا ہے۔ خود حضرت سچل سرمست نے بھی اپنی مشہور تصنیف "دیوان آشکار" میں ان دونوں شعراء کو یاد فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ:

بے شاعر نہاں شد آشکارا
کجا ذوقی کجا رفتہ حقیری

ہم یہاں ذوقی اور حقیری کی ایک ایک غزل بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

غزل ذوقی

نکتہء اسرارِ حق یا ساغر صہبا است ایں
یا دہانِ دلستاں یا گوہر یکتا است ایں
پر تو خورشید وبہ یا شمع بزم افروز دل
لالہ و گل یا سمن یا عارض زیبا است ایں
سنبل گلزار حُسن و سلسلہ مستان عشق
زلف زنجیر جزن یا رہزنِ دلہا است ایں
خازنِ گنجینہ گل یا دانہء دامِ مراد
زنگیِ درگلستان یا خال پُرسودا است ایں
عقد پروین است یا گوہر خوش آب پر تگال
یا دُرِ دندانِ اویا نو ئے لالہ است ایں

بلبلِ دستان سراپا مست مجنونِ صفا
عندلیبِ دل کشا یا ذوقی میلے است ایں

غزل حقیری

از ازل دل درخم ابروئے جاناں بتہ ام
تا ابد برخاک راہِ یار خود بنشتہ ام
غمزِ مژگانِ اوتا جانِ من بر بودہ است
خاکساری حاصلم شد از خودی و ارستہ ام
خالِ رخسارش بسے موزون و دلکش شدولے
زلف مشکینش چنیں بے تاب کرد آہستہ ام
نیم جانی خود بشب می خواستم قربان کنم
تابپرسد گویم اینکہ ہر دود ستت بستہ ام
مصرعِ خسرو، حقیری دل زدستم بردہ است
گر بپرسد کیستی گویم ایخبا ستام

ذوقی اور حقیری کے بعد آخوند عبدالقوی کا نام آتا ہے اُن کا تخلص "طالع" اور "قوی طالع" تھا۔ یہ میاں نور محمد کلہوڑو حاکم سندھ کے درباری شاعر تھے اور انہوں نے میاں نور محمد کی وفات پر ایک طویل مرثیہ لکھا تھا۔ جس کا ذکر صاحب "تکملہ مقالات الشعراء" نے بھی کیا ہے۔ آخوند عبدالقوی، میاں صاحبدینہ کے سلسلہء نسب کی ساتویں کڑی، مخدوم شہاب الدین ثانی کی اولاد میں سے شیخ علاؤالدین کے فرزند تھے۔ انہیں چھ بیٹے تھے: ا- میر گولہ، 2- صفت اللہ، 3- محمد زاہد، 4- فیض محمد، 5- محمد حیات، 6- محمد تقی۔

ان کے کلام سے ایک غزل پیش خدمت ہے:

دل زمن رنجید چوں آں دلستان رنجید رفت
طفل راکمتب بود ماتم چو روزِ عید رفت
ہر کہ سرافراخت بر دریائے دوراں چوں حباب

از طلاطم شور و شر گرداب دش پیچید رفت
خوش نفس آں کس کہ بہر رنگ وبوے ایں جہاں
دل نہ بستہ در چمن مانندِ گل خندید رفت
گر رہ لیلےٰ روی مجنون صفت بگذر زہوش
کرش ایں صحرائے چوں ریگ رواں غلطید رفت
اے "قوی طالع" بپیش ہر کہ گفتم دردِ دل
گوشِ خود را کرد کرہ حالِ ماشنید رفت

صاحبدینہ

قوی طالع کے بعد درگاہِ درازا کے بانی خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبدینہ سائیں کا نام آتا ہے۔ درگاہ درازا اگرچہ حضرت سچل سرمست کے نام کی وجہ سے مشہور ہے لیکن اس کے بانی حضرت سچل سرمست کے دادا خواجہ محمد حافظ و میاں عبدالوہاب تھے۔ آپ 1101ھ میں پیدا ہوئے تھے اور انہیں صاحبدینہ "موراگی" اور "سوائی" کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ اس وقت کے رواج کے مطابق عربی اور فارسی علوم میں تحصیل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت میں داخل ہوئے تھے اور انہیں دیہہ مورہ میں کلہوڑوں کی حکومت کی طرف سے فصلی ضابطہ کا ممتاز عہدہ حاصل تھا ہم ان کے تارک الدنیا ہونے اور بی بی بصری سے ملاقات کے متعلق اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور اب یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ ایک بے نظیر عالم اور باکمال بزرگ ہونے کے علاوہ ایک عظیم شاعر بھی تھے۔ انہوں نے اپنے شعر میں، کہیں پورا نام "صاحبدینہ" اور کہیں "حافظ" تخلص استعمال کیا ہے۔ آپ کا کلام اسلامی مساوات اور اُخوت کا آئینہ دار ہے اور اس میں نہ تو رنگ و نسل کا امتیاز ہے اور نہ کوئی فرقہ پرستی کی آمیزش۔ لطف کی بات یہ ہے کہ سندھ کے ایک عظیم عارف پیر محمد راشد روضہ دھنی (راشدی خاندان کے بانی) کی ملفوظات اور بیدل فقیر روہڑی والے کی "سند الموحدین" میں بھی میاں صاحبدینہ کے کلام کو بطور سند پیش کیا گیا ہے۔

خواجہ عبدالحق

میاں صاحبدینہ کے بعد خواجہ عبدالحق بھی اپنے زمانے کے اچھے خاصے شاعر تھے انہوں نے اپنے شعر میں کہیں اپنا پور نام اور کہیں "خاکی" تخلص استعمال کیا ہے انہوں نے سندھی اور فارسی زبان میں کافی "مداحیں" کہی ہیں۔ اور کہیں کہیں غزل کی زمین میں بھی طبع آزمائی فرماکر "ہمہ اوست" کا نعرہ بلند کیا ہے اور ایک " بین الاقوامی برادری" کی دعوت دی ہے۔

انتخاب کے طور پر آپ کی ایک فارسی غزل میں سے چند اشعار پیش خدمت کئے جاتے ہیں۔

اے سرور دو عالم یا مصطفیٰ مدد شو
اے برگزیدہ آدم یا مصطفیٰ مددشو
برعرشِ حق رسید حق رابدید ذیدی
قول خدا شنیدی۔ یا مصطفیٰ مدد شو
روشن جہاں زرویت خوش ترز خلد کویت
ظلمت شبے زمویت یا مصطفیٰ مددشو
دل از فراق ریشم، بردار بردہ پیشم
بنما لقائے خویشم، یا مصطفیٰ مددشو
در گور در قیامت، خواہم ز تو شفاعت
مارا توئی حمایت یا مصطفیٰ مدد شو

سخی قبول محمد اوّل

خواجہ عبدالحق کے بعد ان کے بڑے فرزند سخی قبول محمد اوّل بھی کبھی کبھی طالبان حق کو سلوک کے اسباق سمجھاتے ہوئے فی البدیہہ اشعار کہہ جاتے تھے۔

آپ کا کلام نایاب ہے۔ بیدل فقیر نے اپنی کتاب "سندالموحدین" میں صرف اُن کا ایک سندھی بیت دیا ہے جس کا منظوم اردو ترجمہ پیش خدمت کیا جاتا ہے:

سب کی پیدائش سے پہلے دوست سے قائم قدیم
جل رہا ہے دل مرا، کیسے نہاں ہے وہ کریم

محمد حیات "حاتم"

"قوی طالع" کے پر پوتے محمد حیات ولد محمد واسع بھی ایک اعلیٰ ادیب اور شاعر تھے اور، "حاتم" تخلص تھا۔ وہ مخدوم نور محمد بوبکائی کے ہمعصر تھے۔ ایک مرتبہ میر کرم علی خان کے دربار میں بیٹھے تھے کہ مخدوم نور محمد بھی تشریف لائے۔ ادبی محفل گرم تھی۔ مخدوم صاحب نے فارسی شاعر ہلالی کی شہادت کا واقعہ بیان کیا جس پر میر صاحب نے انہیں ایک لنگی (ریشمی دستار) عطا کی۔ اس کے بعد جب محمد حیات کا نمبر آیا تو انہوں نے مخدوم صاحب کے بیان سے چند غلطیاں نکال کر صحیح واقعہ پیش کیا اس پر تمام دربار میں تحسین کے نعرے بلند ہوئے۔ اور میر صاحب نے محمد حیات صاحب کو خلعت کے ساتھ دو لنگیاں عنایت فرمائیں اور خود مخدوم صاحب نے بھی اپنی لنگی محمد حیات صاحب کے حوالے کر دی (یہ بیان حامی خیرپوری نے محمد ابراہیم فاروقی کے قلمی بیاض سے نقل کیا ہے۔)

آخوند محمد حیات صاحب اس وقت عالم خان نظامانی کے فرزندوں کے اتالیق تھے۔ اُس کے بعد وہ میر سہراب خان اوّل کے فرزند میر مبارک خان کے استاد اور درباری شاعر مقرر ہوئے۔ وہ خواجہ عبدالحق کے مرید تھے اور 1255ھ میں وفات پائی آپ کی ایک غزل بطور انتخاب درج ذیل ہے:

تارِ محبت است کہ بسیار نازک است
از تارِ جاں نزاکتِ ایں تار نازک است
ساقی بہ جامِ جم چہ مئے ناب می دہی
مل را بگل فگن کہ لب یار نازک است
در تارِ ہوئے رشتہ بس نزاکت است
لیکن ازیں میان کمر یار نازک است
دلہائے خلق جمع بہ طاقِ دو زلف تست

ہشدار بارِشیشہ بایں تار نازک است
مشکن دل رقیب خدار ابکوئے دوست
فہمیدہ پاگذار کہ ایں خار نازک است
آخر سوالِ مابجو ابے نمی رسد
باتند خو مناظرہ بسیار نازک است

گل محمد

آخوند محمد حیات کے بڑے بھائی گل محمد بھی ایک بڑے اہل دل اور درویش صفت شاعر تھے۔ ان کے کلام میں ہر جگہ تصوف کا رنگ نظر آتا ہے۔ انہوں نے فارسی مدح اور غزل میں بھی طبع آزمائی کی ہے 1268ھ میں وفات پائی ان کی ایک غزل پیش خدمت ہے:

یار من آمد بانقش نگارے عجبی
سرمہ سا نرگسسر مست خمارے عجبی
برخ آویختہ ازآں زلف بلند آغشتہ
ہر سر تارِ سیاہ مار قطارے عجبی
تاختہ آور و بصد ناز تحمیل جولاں
اشہبِ شوخ عجب شاہ سوارے عجبی
کرد یغما دل من آں ہنگا ہے ناگاہ
چشم سالاس تما شعبدہ کارے عجبی
گل محمد ہمہ تن کاسہ شد اندر عشقش
سر خود کرد فدا اور رہ یارے عجبی

عبدالہادی

گل محمد کے بعد عبدالہادی ولد صادق علی فاروقی کا نام آتا ہے۔ وہ حضرت سچل سرمست کی وفات کا صدمہ برداشت نہ کر سکے اور دوسرے ہی دن مورخہ 16 رمضان

1242ھ میں وفات پائی۔ آپ کی ایک غزل بطور انتخاب درج ذیل ہے:

در وصف نگنجد کہ چوں یمین ذقن است آں
بگذشت زگلبرگ کہ نازک بدن است آں
رُویش ہمہ نور است چوں روشن مہ تایاں
مویَش ہمہ مُشک است دیا آہو ختن است آں
آں زلف کہ آراست خم اندر خم جاناں
ماریست سیہ یا زکمندر سَن اَست آں
بامن بملاقات بجز تلخ نہ گوید۔۔۔
بامر دم بے گانہ چو شیریں دہن است آں
آں تلخ جو اے ز زبانش بر آید۔
راحت دل و جان است کہ بس خوش سخن است آں
"ہادی" بہ در خدمت تو سیر شد اکنوں
دورش کن از خویش کہ یار کہن است آں

محمد صالح

عبدالہادی کے چچازاد محمد صالح ولد محمد اسمٰعیل بھی ایک اچھے خاصے شاعر تھے اُن کی ایک غزل درج ذیل ہے:

گر دورم از تو باتو سوال و جواب چیست
در با تو ام ہمیشہ مرا اضطراب چیست
گرد ورم از تو جان مرا راحت از کجا است
در با تو ام در آتش ہجرو عذاب چیست
از راہِ معنی از آمد درمیان جان
و از راہِ ظاہرت سبب اجتناب چیست
گفتی کہ "صالح" از اَلم عشق فارغ است
از سینہء پُر آتش چشمِ پُر آب چیست

باغ علی

عبدالہادی کے ساتھ اُن کے ایک عزیز باغ علی فاروقی کا نام بھی شاعروں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے ان کے ناصحانہ کلام میں سے ایک غزل پیش خدمت ہے:

ہر کسے صاحب نظر دیدم
بہر لقمہ در بدر دیدم
مرد دانا ہلاک بہر پشیز
کیسہ ناداں پر از گہر دیدم
مسخرہ ہم دروغ گوئی سخن
نزدِ شاہاں عزیز تر دیدم
جاہلاں را بہ سیم وزر دستار
عالماں را برہنہ سر دیدم
مطربان و قوال اطلس پوش
جامہ نیکاں زبون تر دیدم
ہر کسے ہو شمند بادانش
او بہ غم سوختہ جگر دیدم

محمد نشان

ان کے بعد محمد نشان ولد گل محمد فاروقی بھی اپنے دور کے بڑے عالم، ادیب اور شاعر گزرے ہیں 1269ھ میں وفات پائی۔ انکا کلام نایاب ہے۔ صرف دو قطعاتِ تاریخ دستیاب ہوئے ہیں جو انہوں نے میر سہراب خان اور مرثیہ گو شاعر محمد عالم اوّل کی وفات پر لکھے تھے انکی تصنیفات میں سے ایک فارسی لغات (قلمی) محترم حامی خیرپوری کے یہاں محفوظ ہے۔

دیگر فارسی شعراء

مذکورہ بالا شعراء کے علاوہ حسب ذیل فاروقی شعراء کے تصنیف شدہ قطعات

تاریخ دستیاب ہوئے ہیں:

1- خوشی محمد ولد محمد ذاکر۔ وفات 1236ھ

2- آخوند خان محمد ولد ضیاء الدین۔ وفات 1258ھ

3- نور ولد مسعود علی۔ وفات 1276ھ

(ماخوذ از سچل سرمست۔ حامی خیر پوری)

سچل سرمست کے دور کی خانقاہیں

حضرت سچل سرمست کے دور میں سیاسی اور مذہبی ماحول اطمینان بخش نہ تھا لیکن اس کے باوجود اہل فیض بزرگان دین کی خانقاہیں امن و آرام کے ساتھ طالبان طریقت کو معرفت کی مئے سے مست بنا رہی تھیں۔ گنبٹ اور رانی پور میں ابراہیم شاہ اور صالح شاہ قادری فیض الاہی کے دریا بہا رہے تھے تو کھہڑا میں ذاکر اور راز قدینہ (رازق ڈنو) فقیر درازا کی درگاہ سے حاصل کردہ عشق الاہی کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔ ہنگور جا میں سید محمد عطا ولد سکھیل شاہ حسینی صاحب فیض بزرگ تھے تو دولہان (ببر لوءِ) میں سید ابراہیم شاہ نے درد الاہی کی آگ جلا رکھی تھی تجل میں شاہ عنایت شہید کے فرزند مخدوم سلام اللہ (تھل دھنی) کی مسند مخدوم سلطان علیشاہ نے آباد کر رکھی تھی۔ تو "کنڈڑی" میں روحل فقیر کے فرزند آتش عشق الاہی کا بازار گرم کئے بیٹھے تھے۔ روہڑی میں سید جان اللہ شاہ ثانی اور بیدل فقیر نے عشق الاہی کا آستانہ بنا رکھا تھا نو شہرہ میں پیر شہاب الدین اور پیر عبدالحئ نقشبندی کا نام نمایاں تھا" پریاں لو" میں 1174 ہجری تک مخدوم محمد اسمٰعیل نقشبندی نے درگاہ قائم کر رکھی تھی۔ اور "پیر گوٹھ" میں پیر محمد راشد روضہ دھنی اور اُن کے فرزند پیر صبغت اللہ شاہ تجر دھنی نے قادریہ اور نقشبندیہ سلسلوں کا اشتراک قائم کر رکھا تھا۔ اُس وقت درازا میں خواجہ عبدالحق سجادہ نشین تھے اور اُن کے خلیفہ عظیم حضرت سچل سرمست مستی عشق الاہی سے مخمور ہو کر اپنی شاعری کے ذریعے وحدۃ الوجود کا پرچار کر رہے تھے ان تمام درگاہوں کا ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا۔ اور حکام وقت، علماء اور عوام بھی انکی بڑی عزت کرتے تھے۔ (ماخوذ از "سچل سرمست" حامی خیر پوری)

حضرت سچل سرمست کے طالب

حضرت سچل سرمست کسی بھی طالب حق کو اس وقت تک اپنا دست بیعت مرید نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ خود بیعت طلب نہ کرتا تھا اور ہر طالب حق کو اپنے مرشد خواجہ عبدالحق کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور خواجہ عبدالحق ایسے طالبان حق سے بیعت لے کر انہیں حضرت سچل سرمست کی صحبت میں رہنے کا حکم فرماتے تھے۔ ایسے طالبانِ حق جنہیں خواجہ عبدالحق کے ارشاد کے مطابق حضرت سچل سرمست کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا اُن میں سے حسب ذیل حضرات کے نام قابل ذکر ہیں۔

1- فقیر نانک یوسف، 2- فقیر محمد صالح قادری لاڑکانوی، 3- فقیر محمد صلاح ڈونہیں والا، 4- فقیر گہرام جتوئی، 5- فقیر شیر خان بھنبھرو، 6- جانو فقیر شکارپوری، 7- سید خیر شاہ، 8- سید پیر شاہ، 9- حاجی عثمان چاکی (تیلی)، 10- سید حسن شاہ، 11- فقیر محمد صدیقی، 12- فقیر شیر علی، 13- حیدر شاہ۔

حضرت سچل سرمست کی تصانیف

حضرت سچل سرمست بڑے پُر گو اور بلند پرواز شاعر تھے۔ تمام سندھ میں آج تک دوسرا ایسا کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا جس نے مختلف زبانوں میں اتنا ضخیم کلام کہا ہو۔ عام روایت کے مطابق حضرت سچل سرمست نے آخری عمر میں اپنا وہ کلام آگ میں جلا کر ضائع کر دیا تھا۔ جو شطحیات پر مبنی تھا۔ اس کے باوجود آپ کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1۔ سندھی بیت، کافیاں اور دوہے، 2۔ سرائیکی کافیاں اور دوہے، 3۔ غزلیات اُردو، 4۔ مرغ نامہ سندھی، 5۔ وحدت نامہ سندھی، 6۔ قتل نامہ سندھی، 7۔ جھولنا☆ اور گھڑولیاں (سرائیکی)، 8۔ مراثی۔ سندھی، 9۔ دیوان آشکار فارسی، 10۔ راز نامہ فارسی، 11۔ وحدت نامہ فارسی، 12۔ رہبر نامہ فارسی، 13۔ عشق نامہ فارسی، 14۔ گداز نامہ فارسی، 15۔ وصلت نامہ فارسی، 16۔ تار نامہ فارسی، 17۔ ساقی نامہ فارسی، 18۔ بحر طویل فارسی۔☆☆

☆ جھولنا سچل سائیں کی سندھی تصنیف ہے جو سسئی پنہوں کی داستان سے وابستہ ہے۔

☆☆ بحر طویل سچل سرمست کی تصنیف ہے یا نہیں اس بات پر عالموں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

سچل سرمستؒ کے سوانح نگار

1- مخدوم اللہ بخش

مخدوم اللہ بخش " تذکرہ مخادیم کھہڑا" کے مصنف مخدوم اللہ بخش حضرت سچل سرمست کے ہم جوار اور ہم وطن کی حیثیت رکھتے تھے کیونکہ درازا اور کھہڑا کے درمیان صرف 6 میل کا فاصلہ ہے۔ مخدوم اللہ بخش نے اپنی تصنیف میں حضرت سچل سرمست اور سابق ریاست بہاولپور کے مشہور عارف باللہ حضرت محکم دین میلانی (جن کا مقبرہ احمد پور شرقیہ میں واقع ہے) کی ملاقات کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

بعض احباب نے لکھا ہے کہ مخادیم کھہڑا کو حضرت سچل سرمست سے عداوت تھی۔ لیکن یہ بات حقائق کیخلاف ہے اور اسکے متعلق تذکرہِ مخادیم کھہڑا کا یہ حوالہ ہی کافی ہے کہ "ایک مرتبہ مخدوم محمد عاقل اوّل اور اسکے بھائی مخدوم محمد کا جاگیروں کے سلسلے میں ایک دوسرے کیساتھ تنازعہ ہو گیا اور مخدوم محمد صاحب سہراب خان کے یہاں پکار پکار کر تھک گئے لیکن کسی قسم کی دادرسی نہ ہوئی۔ آخر وہ سخی قبول محمد اوّل اور حضرت سچل سرمست کے یہاں فریاد لے کر آئے۔ حضرت سچل سرمست مخدوم محمد عاقل کے یہاں جب سفارش کے لئے گئے تو مخدوم محمد عاقل صاحب نے اپنی مہر اٹھا کر حضرت سچل سرمست کے ہاتھ میں دیدی اور کہنے لگے کہ آپ جو فیصلہ کریں مجھے منظور ہے۔ حضرت سچل سرمست نے فیصلے کے مطابق ملکیت کا مناسب حصہ مخدوم محمد عاقل کے بھائی مخدوم محمد کو دلایا اور دونوں بھائیوں کو گلے ملا کر ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر بنا دیا۔"

2-مرزا علی قلی بیگ

(متوفی 1912ء) آپ سندھ کے مشہور و معروف صاحبِ قلم شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ کے دوسرے نمبر بھائی ڈیپوٹی ایجوکیشنل انسپکٹر کے عہدے پر فائز اور تمام سندھ میں سب سے پہلے مسلم گریجویٹ تھے، حضرت سچل سرمست کے سندھی، سرائکی اور اُردو کلام کے مجموعہ کی تالیف و ترتیب کا سہرا سب سے پہلے آپ ہی کے سر پر ہے۔ آپ نے حضرت سچل سرمست کا سندھی اور سرائکی مجموعہ (جس میں اُردو غزلیات بھی سندھی رسم الخط میں مخلوط ہیں) بڑی محنت اور جفاکشی کے ساتھ جمع کیا اور اس کا نام رکھا "رسالو میاں سچل فقیر جو" پورا مجموعہ سندھی رسم الخط میں تقریباً 700-800 صفحات پر مشتمل دو حصوں میں منقسم ہے پہلے حصے میں کل 1240 کافیاں ہیں۔ جن کو راگ یا سروں کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے اور سندھی اور سرائکی کافیوں کو الگ الگ حصوں اور الگ الگ رسم الخط یعنی سندھی اور اُردو رسم الخط میں لکھنے کے بجائے جہاں جی میں آیا ہے وہاں ویسے کا ویسا لکھ دیا ہے اور اسی طرح دوسرے حصے میں سندھی اور سرائکی دوہے ابیات اور سہ حرفیاں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مجموعہ 1902ء میں ماسٹر ہری سنگھ کتب فروش سکھر نے لتھو پریس لاہور سے چھپوایا تھا۔ ☆

چونکہ یہ مجموعہ سندھی رسم الخط میں تھا اور لاہور کے کاتب سندھی زبان سے نابلد تھے اسلئے تمام مجموعے میں عیوب شاعری، غیر موزونی کلام اور دیگر اغلاط کی کوئی کمی نہیں۔ اسکے علاوہ مرزا علی قلی بیگ نے اس مجموعہ کے مقدمے میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سچل سرمست نے اپنے کلام کے کئی مجموعے نذر آتش کر دیئے تھے تاکہ عوام اُن کے غلط معنی لے کر گمراہ نہ ہو جائیں۔ لیکن اسکے باوجود باقی مجموعے کل نو لاکھ چھتیس ہزار چھ سو چھ کافیوں پر مشتمل تھے اور اب اس مجموعے میں صرف 1340 کافیاں ہیں اس سے

☆ مرزا علی قلی بیگ نے سچل سائیں کا کلام راگ راگنیوں کے مطابق مرتب کیا ہے ہر کافی کے اوپر اس کا سُر لکھ دیا گیا ہے چناچہ اس ترتیب میں زبان کی کوئی بندش نہیں رکھی گئی۔ 'رسالو میاں سچل فقیر جو' کا دوسرا ایڈیشن ابھی حال ہی میں ڈاکٹر نواز علی شوق نے بڑی منت سے ایڈٹ کیا جسے محکمہ ثقافت سندھ نے سنہ 2008ء میں شایع کروایا ہے۔ م۔ب

ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سچل سرمست کا باقی متعدد کلام ابھی تک عوام کی زبان پر ہے اور اسکا آج تک کوئی صحیح اور مکمل نسخہ شائع نہیں ہو سکا لیکن اسکے باوجود 1340 کافیاں اور دیگر ابیات یکجا جمع ہونا بھی غنیمت ہے اور اس سلسلہ میں مرحوم مرزا علی قلی بیگ کی محنت اور سعی لائق تعریف اور قابل تحسین ہے۔

3- جیٹھ مل پرسرام گلراجانی

(متوفی 1948ء) سندھی ادب میں تذکرہ کے موضوع پر اُن کی دو تصانیف ہیں (1) "سندھ جا صوفی سونہارا" (سندھ کے جلیل القدر صوفی) اور (2) "سچل سرمست" دونوں کتابوں میں حضرت سچل سرمست کی سوانح حیات ان کی شاعری اور تصوف کے فلسفے پر دلچسپ پیرایہ میں بحث کی گئی ہے۔

4- دُر محمد اور ہیمراج

یہ دونوں صاحبان آپس میں گہرے دوست اور اسکول ماسٹر تھے دونوں نے مل کر حضرت سچل سرمست کی سوانح 1910ء میں شائع کی لیکن سوانح کا ماخذ مرزا علی قلی بیگ کا ترتیب دیا ہوا مجموعہ تھا۔

5- آغا صوفی

(متوفی 1941ء) مشہور سندھی شاعر غلام نبی آغا صوفی مشرب، شکارپور سندھ کے باشندے اور بارگاہِ درازا شریف کے مخلص مرید و معتقد تھے۔ آپ نے 1933ء میں اپنی ضخیم تصنیف "سچل سرمست" کو زیور طباعت سے آراستہ فرمایا اس کتاب کی سطر سطر سے حضرت سچل سرمست کے ساتھ والہانہ عقیدت اور محبت کا ثبوت ملتا ہے۔ کتاب "سچل سرمست" واقعی کمال عقیدت کا ایک نادر نمونہ ہے جس کے ذریعے حضرت سچل سرمست کے متعلق کافی حقایق کا انکشاف ہوتا ہے ویدانت اور تصوف کے مشترکہ عقائد کو بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور حضرت سچل سرمست کے کلام کی شرح پر بھی کافی محنت کی گئی ہے۔ البتہ تمہید میں ایک خاص عنوان "شاہ بھٹائیؒ اور سچل سرمست"

موجود ہے جس میں حضرت سچل سرمست کا حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کیساتھ موازنہ کیا گیا ہے اور اس میں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے کلام پر بڑے اعتراضات سے کام لیکر ان کی شاعرانہ عظمت کو حضرت سچل سرمست کے سامنے نیچا دکھانے کی کوشش کی گئی ہے ورنہ اس کتاب کی جامعیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

6- مولانا دین محمد وفائی

(متوفی 1950ء) الحاج مولانا دین محمد وفائی نے اپنی تصنیف "لطف اللطیف" میں "شاہ عبداللطیف کی معزز ہستیوں سے ملاقات" کے زیر عنوان حضرت سچل سرمست کے متعلق حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی پیشگوئی کا بھی ذکر کیا ہے اور اس کیلئے شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ کی تحقیق کو سند قرار دیا ہے۔

مولانا وفائی کی دوسری تصنیف "مشاہیر سندھ" ہے جو اس وقت "سندھی ادبی بورڈ- حیدرآباد کی تحویل میں ہے☆ اس قلمی مسوّدے میں بھی مولانا موصوف نے حضرت سچل سرمست کی سوانح اور کلام کو بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

7- کلیان آڈوانی

آپ سندھی زبان کے مشہور ادیب ہیں۔ تقسیم پاک وہند سے پہلے ڈی جے کالج میں سندھی زبان کے پروفیسر تھے۔ آجکل بمبئی میں مقیم ہیں جہاں انہوں نے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا مجموعہ کلام "شاہ جو رسالو" بڑی محنت کے ساتھ مرتب کر کے شائع کرایا ہے اور اس کے علاوہ حضرت سچل سرمست کی سوانح اور کلام پر بھی ایک محققانہ کتاب شائع کی ہے اور اسکا نام "سچل" رکھا ہے۔☆☆

☆ مولانا دین محمد وفائی کی مذکورہ کتاب تین جلدوں میں سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے شایع ہو چکی ہے۔

☆☆ پروفیسر کلیان آڈوانی مارچ 1994ء میں انتقال کر گئے۔ انکی سچل سرمست پر ایک انگریزی کتاب Sachal Sarmast بھی طبع ہو چکی ہے۔

8- فقیر ہدایت اللہ نجفی

(متوفی 1942ء) اس بزرگ نے اپنی تصنیف "سندھی زبان اور اسکے شعر و شعراء کی تاریخ" میں حضرت سچل سرمست کا بھی ذکر کیا ہے اور اس میں یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ حضرت سچل سرمست سندھی اور ملتانی کافی کے موجد تھے اور ان کی وائی کی صنف بھی حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی "وائی" سے بالکل مختلف ہے اور ان کا اکثر کلام علم عروض کی پابندیوں سے آراستہ نظر آتا ہے۔ نجفی مرحوم کا تخلص "تارک" بھی تھا۔ ☆

9- لطف اللہ بدوی

اس فاضل ادیب، شاعر، مورخ اور تذکرہ نگار نے اپنی مشہور تصنیف "تذکرِ لطفی" کی پہلی جلد میں مرحوم آغا غلام نبی صوفی مصنف "سچل سرمست" کی اُس قابل اعتراض تنقید کا جواب بڑے محققانہ اور فاضلانہ انداز میں دیا ہے جس میں انہوں نے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کو حضرت سچل سرمست سے نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اسکے علاوہ انہوں نے "تذکرہِ لطفی" کی دوسری جلد میں حضرت سچل سرمست کی سوانح اور ان کے کلام پر بڑے محققانہ انداز میں تنقید و تبصرہ فرمایا ہے۔

10- خان بہادر محمد صدیق میمن

(متوفی 1958ء) جناب خان بہادر محمد صدیق میمن حیدرآبادی کی مشہور تصنیف "سندھ کی ادبی تاریخ" تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں حضرت سچل سرمست کی سوانح اور ان کے کلام پر تبصرہ کیا گیا ہے اور اس کتاب کا ماخذ بھی مرزا علی قلی بیگ کی تالیف "رسالو میاں سچل فقیر جو" اور آغا صوفی کی تصنیف "سچل سرمست" ہے۔

11- نماڑوں فقیر

بارگاہ درازا کے ہندو عقید تمندوں میں سے یہ ایک صوفی منش روشن دل ہندو

☆ فقیر ہدایت اللہ نجفی کی شخصیت اور علمی ادبی خدمات پر پروفیسر ڈاکٹر نواز علی شوق نے Ph.D کا تحقیقی مقالا لکھا جو حال ہی میں محکمہ ثقافت سندھ کی جانب سے شایع ہو چکا ہے۔

شاعرہ تھیں جو "نماڑوں" (مسکین) تخلص فرمایا کرتی تھیں۔ تقسیم پاک وہند کے بعد اس خاتون نے بھارت میں جاکر حضرت سچل سرمست کا کلام مرتب کر کے بڑودا سے شائع کرایا۔ اس نسخے میں حضرت سچل سرمست کی کل سات سؤسندھی اور سرائکی کافیاں بسلسلہ ردیف درج ہیں۔ کتاب بڑے سائز میں کل 500 صفحات پر مشتمل ہے۔

12- عثمان علی انصاری

(متوفی 2 ستمبر 1962ء) آپ سندھی زبان کے مایہ ناز ادیب اور حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور حضرت سچل سرمست کے کلام اور فلسفہ کے ماہر تھے۔ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن کے ممتاز عہدہ پر رٹائرڈ کیا۔ آخری عمر میں زبان وادب کی تحقیق وتدقیق میں دن رات مشغول تھے "رسالو سچل سرمست" آپ کی شہرہ آفاق تالیف ہے جس میں انہوں نے حضرت سچل سرمست کے سندھی کلام کو حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کی طرح رسالہ کی شکل دے کر بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ مرتب کیا ہے اس کتاب کو "سندھی ادبی بورڈ" نے بڑی نفاست کے ساتھ شائع کیا ہے اگرچہ اس کتاب میں حضرت سچل سرمست کی مکمل سوانح کا حصہ بالکل حذف کر دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود حضرت سچل سرمست کے کلام اور فلسفہ کی جو شرح بیان کی گئی ہے اور تصوف کے متعلق جو ایک عالمانہ مقالہ قلمبند کیا گیا ہے وہ ہر طرح قابل داد ہے۔ ☆

13- رحیم بخش میمن اور محمد اسمٰعیل منگی

یہ دونوں حضرات شہر کھہڑا سابق ریاست خیرپور کے رہنے والے ہیں۔ دونوں نے مولوی عبدالواحد سندھی ایڈیٹر ماہ نامہ "نئیں زندگی" کراچی سے "نئیں زندگی" کے تمام پرچے حاصل کر کے اُن میں سے حضرت سچل سرمست کے متعلق تمام

☆ انصاری مرحوم کا مرتب کردہ 'رسالہ سچل سرمست' سندھی ادبی بورڈ کی جانب سے پہلی مرتبہ سنہ 1958ء میں اور دوسری مرتبہ 1982ء میں طبع کیا گیا۔ جب کہ اس میں پروف، صور تخطی کی ترتیب کی بہت ہی خامیاں موجود تھیں۔ جس کو راقم نے ایڈٹ کیا ہے۔ اور سن 2012ء میں اس کا نیا ایڈیشن بورڈ کی جانب سے شایع کیا گیا ہے۔

مضامین کو جمع کر کے کتابچہ کی شکل میں شائع کرایا ہے، مجھے ان دونوں حضرات سے اور خصوصاً اپنے شاگرد رشید اور محترم محمد اسمٰعیل منگی سے خاص شکایت ہے کہ ان کے اس کتابچہ میں میرا ایک طویل مضمون "سچل سرمست اور خواجہ غلام فرید" سید علی ملتانی کے نام پر شائع کیا گیا ہے۔

14- مولانا حکیم محمد صادق رانی پوری

(متوفی مارچ 1961ء) آپ سندھی ادب کے شاعر و ادیب اور حکیم کامل تھے۔ آپ کو حضرت سچل سرمست اور حضرت خواجہ غلام فرید کی سوانح اور کلام سے کافی واقفیت تھی آپ نے حضرت سچل سرمست کا سرائکی کلام مرتب کیا جو "سندھی ادبی بورڈ" کی طرف سے سندھی رسم الخط میں شائع کیا گیا ہے۔ ☆

15- قاضی علی اکبر روہڑوی

جناب قاضی علی اکبر ولد علی محمد باکھرو۔ روہڑی شہر کے باشندے اور درگاہ درازا شریف کے خاص خلیفہ ہیں اور درازی کہلاتے ہیں آپ نے 1961ء میں حضرت سچل سرمست کی سوانح حیات کے متعلق ایک مفصل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "دولہا درازی" اور یہ کتاب سچل کو آپریٹیو اکیڈمی لمیٹڈ خیرپور نے شائع کی ہے۔ اس کتاب میں گرچہ روایات کی بہتات ہے لیکن اس کے باوجود حضرت سچل سرمست کی سوانح حیات کے سلسلہ میں اس سے کافی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ قاضی صاحب نے سچل سائیں کی تمام فارسی مثنویات کا ترجمہ اُردو نثر میں کیا ہے۔

16۔ سید حسام الدین شاہ راشدی

سندھ کے یہ مورخ اور محقق کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ نے "سندھی ادب" کے نام سے اُردو میں ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں حضرت سچل سرمست کا بھی

☆ رانی پوری مرحوم کا مرتب کردہ رسالے کا تیسرا ایڈیشن بورڈ کے جانب سے 2012 کو شایع ہوا ہے جس کو راقم نے ایڈٹ کیا ہے۔

ذکر کیا ہے اور یہ کتاب "پاکستان پبلیکیشنز کراچی" کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ راشدی صاحب کا مشہور مقالہ "اردو کا مولد سندھ" بھی اس سلسلے میں اہم معلومات کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔

17- حامی خیرپوری

پروفیسر عطا محمد حامی سرزمین سندھ کے عظیم ادیب و شاعر اور حضرت سچل سرمست کے ہم جوار یعنی سابق ریاست خیرپور کے باشندے ہیں اور اس وقت ممتاز کالج خیرپور میں سندھی کے پروفیسر ہیں۔

آپ نے سچل سرمست کے نام سے بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ ایک کتاب مرتب کی ہے جو پاکستان پبلیکیشنز کراچی کی طرف سے شائع ہو کر عام مقبولیت کا شرف حاصل کر چکی ہے۔ حامی صاحب اس وقت پروفیسر محبوب علی چنہ کے ساتھ "سچل سرمست" پر اُردو زبان میں تحقیقی کام کر رہے ہیں اور ان کی تصنیف اردو ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہو گی۔ ☆

18- محکمہ اطلاعات مغربی پاکستان حیدرآباد

اس محکمہ کی طرف سے 1963ء میں حضرت سچل سرمست کی سالانہ برسی کے موقعہ پر سندھی زبان میں ایک کتاب شائع کی گئی ہے جس کا نام ہے "سچل سونہارو"۔ اس کتاب میں سچل سرمست کی سوانح اور شعر و شاعری کے متعلق مضامین شائع کئے گئے ہیں۔

☆ ڈاکٹر عطا محمد حامی نے سچل سرمست کی فارسی مثنویات کا منظوم سندھی ترجمہ بھی کیا جو پچھلے ان کی مرتب کردہ کتاب "سچل سرمست" میں شایع ہوئیں اور بعد میں انکے شاگرد پروفیسر ڈاکٹر نواز علی شوق ایک مزید مثنوی کا ترجمہ حامی صاحب سے کروا کر ان کے سیر حاصل مقدمہ کے ساتھ 'نینھن جا نعرا' (عشق کے نعرے) کے عنوان سے کتابی صورت میں اول کافی پبلیکیشن کراچی اور دوسری مرتبہ سندھی ادبی بورڈ کی جانب سے شایع کروائی۔ اس کے علاوہ بھی حامی صاحب نے سچل سرمست کی شخصیت، فکر اور فن پر تحقیقی مقالات بھی لکھے جن کو راقم نے مرتب کر کے ان پر مقدمہ تحریر کیا ہے جو کتاب ابھی زیر طبع ہے البتہ ان کے اردو زبان میں سچل کے متعلق کئے گئے تحقیقی کام کے متعلق اس وقت کچھ بھی معلوم نہیں۔ م۔ب

19-ماہنامہ نئیں زندگی۔ کراچی

پاکستان پبلیکیشنز کراچی کے اس ادبی مخزن سے حضرت سچل سرمست کے متعلق کئی نمبر شائع کئے گئے ہیں جس میں خاص طور پر پروفیسر عطا محمد حامی خیر پوری کی تالیف "سچل سرمست" قابل ذکر ہے۔

20-رشید احمد لاشاری

راقم الحروف رشید احمد لاشاری نے 1957ء میں حضرت سچل سرمست کا سندھی اور سرائکی کلام بسلسلہء ردیف دیوان کی شکل میں "سچل جو رسالو" کے نام سے مرتب کیا تھا۔ جسے حیدرآباد کے مشہور ناشر آر-ایچ-احمد برادرز نے شائع کیا ہے۔ اسی طرح حضرت سچل سرمست کا سرائکی (ملتانی) کلام معہ اردو ترجمہ اور حضرت "سچل سرمست" کا سندھی کلام معہ اردو ترجمہ بھی مکمل کر لیا ہے۔ اور یہ کتاب "سچل سرمست" اس سلسلے کی آخری کڑی ہے۔ جو حضرت سچل سرمست کی مفصل سوانح، اُن کے کلام پر مفصل نقد و نظر اُنکے اردو کلام اور منتخب فارسی، سندھی اور سرائکی کلام کے منظوم اُردو تراجم پر مشتمل ہے۔

سچل سرمستؒ کی شاعری

حضرت سچل سرمست کے کلام کی فصاحت و بلاغت، بلندی فکر اور ندرت بیان ہر طرح قابل داد ہے آپ نے علم تصوف کے جو رموز و اسرار بیان فرمائے ہیں ان کی بنا پر ہم انہیں "حافظ سندھ" کہنے پر مجبور ہیں۔

حضرت سچل سرمست جذب الا اللہ کے عروج کی حالت میں منصور و عطار کی طرح شطحیات (خلاف شرع کلام) بھی کہہ جاتے تھے جیسا کہ ایک کافی میں فرماتے ہیں۔

"آتے ہیں بیخودی میں ہم لوگ گاہے گاہے"

لیکن اسکے باوجود حضرت سچل سرمست کا تمام کلام شطحیات نہیں۔ بلکہ انہوں نے عشق مجاز میں ایسے سوز و گداز کے ساتھ کافیاں کہی ہیں کہ ایک صاحب دل اور صاحب ذوق شخص انہیں سنتے ہی فوراً متاثر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت سچل ایک عظیم درد مند اور دقیق القلب انسان تھے جیسا کہ ایک فارسی شعر میں خود فرماتے ہیں۔

دلم پُر غم پریشاں اشتیاقش
ز دردم شیر دہ وایہء ما

جناب مرحوم عثمان علی انصاری نے لکھا ہے کہ "سندھ کی ادبی دنیا میں سچل ہی ایک ایسا روشن ستارہ ہے جسے زاہدوں کا ایک گروہ خراج تحسین دینے میں بخل سے کام لے رہا ہے کیونکہ ان کے اعتقاد کو ٹھیس لگتی ہے۔"

انصاری صاحب، حضرت سچل سرمست کے کلام کے اوصاف کے متعلق لکھتے ہیں کہ سچل سرمست کے کلام میں تصوف کی اتنی لاتعداد خوبیاں موجود ہیں کہ وہ نہ صرف

مسلمانوں پر بلکہ غیر مسلم گروہ کے دلوں پر بھی حکومت کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ آپ کے کلام سے نہ صرف لذات لسانی بلکہ تاثرات روحانی بھی حاصل کرتے ہیں۔ حضرت سچل سرمست کے کلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مدہوشی میں ہوش کی باتیں کرتے ہیں۔ اور ہوش میں بے ہوشی کے نغمے گاتے ہیں۔ وہ اپنے اعجاز کلام کے ساتھ، سننے والوں کو یہ یاد دلاتے ہیں کہ مسلم اور غیر مسلم اور امیر و غریب کا فرق یا اس قسم کی دوسری باتیں عالم انسانیت میں اوہام کی کار فرمائی کے نتائج ہیں ورنہ ظاہر و باطن کی ہر حالت میں تاحد حقیقت ہے۔

"ایں وآں" کا فرق صرف نگاہ انسانی کا قصور ہے۔ حضرت سچل سرمست نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کہا ہے اور جو کچھ کہا ہے وہ دیکھ کر کہا ہے۔ اُن کی زبان اور نگاہ میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ ان دونوں قوتوں پر قابض صرف ایک ہی حقیقت ہے۔

سچل سرمست کا یہ ایمان و عقیدہ ہے کہ محبت کی بنیاد اتحاد روحانی پر مستحکم ہے اور عاشق و معشوق کی روح دو مختلف چیزیں نہیں۔

حضرت سچل سرمست نے اس راز کا اظہار فرمایا ہے کہ "تو احد ہے عبد نہیں" جس طرح حروف کی پیدائش "نون" کے نقطے سے ہوتی ہے اور اس نقطے کے ردوبدل سے حروف کی مختلف صورتیں پیدا ہوتی ہیں یا سونے سے زیورات کے مختلف نمونے بنائے جاتے ہیں اور اُن کے نام بھی مختلف ہوتے ہیں بالکل اسی طرح انسان بھی ذات اَحَد کا ایک منظر ہے اور صرف غلبہء عشق کی وجہ سے اس نے مختلف صورتیں اور مختلف نام اختیار کر رکھے ہیں۔ مثلاً سچل سائیں خود فرماتے ہیں کہ:

مابہ قعر تیز دریا آمدم
آمدم اندر عجب جا آمدم
در جہاں ایں جملہ موجودات شد
اینکہ موجودات جملہ ذات شد
اے پسر ایں گرد خود را صاف کن
پیش ازیں چہ بودی وانصاف کن

ازپلیدی اسم ہائے پاک باش
عاشق آں صاحب لولاک باش
بُت پرستی ہست اندر اسم ہا
می کنم برایں حقیقت قسم ہا
بُگذر از نام درسوم ظاہری
گرز ما پُرسی ایں راہ کافری
ایں رسوم ہست زنجیر و کمند
ہر کسے باشد در آنہا پائے بند
اسم او دراسم باینہاں شدہ
اسم ہا رفتنداو اعیاں شدہ
چوں ازیں عالم بروں آئی پسر
سر اعیاں باتو کردد سربسر

(رازنامہ)

حضرت سچل سرمست کا طرز بیان اور جذبہ عشق کوئی ہمت شکن اور عمل سوز کیفیت نہیں بلکہ ان کے کلام کا ہر لفظ خودی اور منزل مقصود حاصل کرنے کیلئے ایک درس عمل ہے۔ جس کے متعلق خود قلندرانہ نوع میں یوں فرماتے ہیں:

بہ شاہی می زنم نعرہ گدائی
گدائی نیست لیکن خود خدائی
بگمراہی نیفتا دیم۔۔۔ہرگز
جہاں رامی کنم ایں رہنمائی

میں کیا ہوں؟ موجودات کیا ہیں؟ اور ان اَسرار کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اس کے متعلق حضرت سچل سرمست یوں ارشاد فرماتے ہیں:

میں تو کوئی خیال ہوں
ڈھونڈھو مجھے خیال میں

زہد و عبادت، تقویٰ اطاعت
مت پڑ اس جنجال میں
فکر میں فوراً فانی ہوجا
دیکھ کمال جمال میں
اس منزل تک وہ جائینگے
جو مُستغرق ہیں اس حال میں
میں ہوں دید ہے دید بھی مجھ میں
میں ہی عیاں ہوں وصال میں
اصل سے وہ آگاہ نہیں جو
اٹکے ہیں اشکال۔۔۔ میں
"سچل" سچ کو ظاہر کردے
مت پھنس جنگ وجدال میں

(سرائکی سے منظوم اردو ترجمہ)

پروفیسر کلیان آڈوانی نے سچل سرمست کے تمثیلی کلام کے متعلق لکھا ہے۔ عمر خیام کی طرح حضرت سچل سرمست نے بھی خدا کو ایک بازیگر اور انسان کو ایک پتلی کے ساتھ تشبیہہ دی ہے۔ سچل کی مثالیں ایسی مثالیں ہیں جن میں اصلیت کی خوشبو نمایاں ہے۔ انہوں نے کوئی پیچیدہ اور دقیق مثالیں نہیں پیش کیں، لیکن ایسی مثالیں جو بہت آسان اور دل آویز ہیں، اُنکی تمثیل میں خاص خوبی یہ ہے کہ یہ مثالیں ہمارے ملک کے حالات کے مطابق ہیں اور انہیں اس ملک کا بچہ بچہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"میں ایک پتلی ہوں اور مجھے ایک بازیگر ڈوری کے ساتھ چلاتا اور نچاتا ہے۔ ایک لٹو ہوں جس پر میرا محبوب ہاتھ پھیرتا رہتا ہے۔ میں ایک رنگ محل ہوں جس میں ایک شہنشاہ جلوہ افروز ہے۔ اور وہ عجیب عجیب طرح کی بولیاں بولتا رہتا ہے۔ میں ایک اسپ تازی ہوں جسکی لغام داؤدی سوار کے ہاتھ میں ہے، میں سمندر کی ایک لہر ہوں،

جسکا اُتار چڑھاؤ کئی ملکوں کو غرق کر دیتا ہے۔ میں مہندی کا پھول ہوں جس میں سرخی موجود ہے۔ میں ایک چشمہ ہوں جسے بادلوں نے پانی سے بھرپور کر رکھا ہے۔ اور اس میں سورج کی کرنیں بھی داخل نہیں ہو سکتیں۔ میں چاند ہوں اور مجھ میں چاندنی ہے۔ الغرض میں خدا ہوں اور دوسری تمام باتیں فضول ہیں کیونکہ مجھے مرشد سے یہ راز حاصل ہوا ہے کہ سچ کے علاوہ اور کسی چیز میں میں نہیں اور اسکے بغیر دوسری کسی چیز میں وجود تک نہیں پایا جاتا۔

حضرت سچل سرمست اپنے اظہار تعجب کے لئے کسی طرح کی مثالیں پیش کر کے آخر اس اصلیت پر آکر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ "انسان میں خدا کا نور ہے انسان خاک کا پتلا ہے اور اسے خدا کی طاقت چلا رہی ہے۔ خدا نے انسان کو خود ہی پیدا کیا ہے اور خود ہی چلا رہا ہے۔ وہ خود ہی دریا ہے خود ہی سمندر خود ہی گلاب کا پھول ہے اور خود ہی خوشبو۔ خود ہی ابر ہے اور خود ہی باراں۔

سچل سرمست کا اَصنافِ سُخن

محترم حامی خیرپوری نے اپنی تالیف "سچل سرمست" میں حضرت سچل سرمست کی شاعری پر جو تبصرہ کیا ہے اس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"حضرت سچل سرمست سے پہلے سندھی شاعری صرف قدیم دوہے اور وائی یا کافی پر مبنی تھی مذہبی شاعری کے لئے "کبت" کی صنف مقرر تھی جس میں فقہی مسائل، معجزے اور مدحیں وغیرہ کہی جاتی تھیں۔ یہ تمام چیزیں آجکل متروک ہو چکی ہیں وائی یا کافی عموماً دو مستزاد پر مشتمل ہوتی تھی اور اُس میں مولود، مناجات اور محبوب کے سراپا وغیرہ کا بیان ہوتا تھا۔ اور یہ تمام مضامین اُس وقت کی شاعری کے لحاظ سے بالکل نامکمل تھے صرف ایک "دوہا" تھا جو اپنی ترقی کے مراحل طے کر چکا تھا حضرت سچل سرمست نے

ان تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کا "وحدت نامہ" مخدوم محمد ہاشم کی "زاد لفقیر" مخدوم عبداللہ کی "کنز العبرت" اور شہید عبدالرحیم گروہڑی کی "حقیقت محمدی" اور تفسیر وغیرہ سے بہت اونچا ہے اور اسکی زبان بھی آسان، صاف اور شستہ ہے اسکے علاوہ اس میں روز مرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ اسی طرح آپ کا "قتل نامہ" اور "جھولنا" وغیرہ سندھی شاعری میں پہلی کوشش ہونے کے باوجود آج تک اپنی مثال آپ ہیں اور اس طرز میں کوئی دوسرا شاعر ابھی تک اسقدر کامیاب نہیں ہوسکا جس قدر حضرت سچل سرمست تھے۔

"مرثیہ" کے میدان میں بھی حضرت سچل سرمست پہلے شاعر ہیں آپ سے پہلے دوہوں اور بیتوں کی زمین میں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی، احسان فقیر اور بعض دوسرے سندھی شعراء نے "سُر کیدارو" کہا تھا لیکن سندھی مرثیہ کی صنف سخن کے موجد ہمارے سچل سرمست ہی ہیں۔"

حضرت سچل سرمست کے بعد، سید ثابت علی شاہ، عالم کربلائی اور بعض دوسرے شعراء نے بھی اس صنف میں اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔ سندھی دوہے کی زمین حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی نے پہلے سے ہموار کر رکھی تھی۔ لیکن اُسکی آبیاری اور گل افشانی کا کام حضرت سچل سرمست نے ہی پایہء تکمیل کو پہنچایا۔ "ہیر رانجھا" اور "روجھوں" کی داستان جو اس سے پہلے کسی بھی سندھی شاعر نے بیان نہ کی تھی نہ ہے حضرت سچل سرمست کی زبان حق ترجمان نے بیان کر کے سندھی ادب میں ایک گرانقدر اضافہ فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ نے سندھی اور سرائکی زبان میں دوہوں اور بیتوں میں حسن و عشق کی راز و نیاز کی وہ ہوشگافیاں کیں جس کی تقلید مولوی لطف علی بہاولپوری اور خواجہ غلام فرید جیسے عظیم شعراء نے بھی کی ہے اور اسی طرح بیدل، حمل اور دوسرے سندھی شعراء بھی حضرت سچل سرمست کے کلام سے متاثر ہو کر اشعار کہنے لگے ہیں۔

سندھی کافی میں حضرت سچل سرمست کا مقام سندھ کے تمام شعراء سے ممتاز ہے۔ اس صنف سخن میں حضرت سچل سرمست نے ساخت مضمون اور معنی کے لحاظ سے جو ایجادیں کی ہیں ان میں آج تک کوئی بھی اضافہ نہیں کر سکا۔

سندھی موزوں کلام میں اولیت کا شرف گرچہ قصبہ ہالا کے شاعر مخدوم عبدالرؤف بھٹی کو حاصل ہے۔ لیکن انکا کلام صرف قدیم مولودوں اور "مدحوں" تک محدود ہے۔ حضرت سچل سرمست کی متعدد کافیاں اور غزلیات علم عروض کے قواعد کے مطابق ہیں۔ اور اسکے علاوہ زبان کی صفائی خیال کی گہرائی اور مضمون آفرینی میں بھی حضرت سچل سرمست کے کلام کا رتبہ سب سے بلند و بالا ہے۔

حضرت سچل سرمست نے متعدد اُردو غزلیں بھی کہی ہیں جو اُس دور کے لحاظ سے ایک تاریخی معجزے کی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ اس وقت اُردو شاعری اپنی ابتدائی منازل طے کر رہی تھی۔ اور سراج الدین خان آرزو کی وفات کے وقت حضرت سچل سرمست کی عمر سترہ برس تھی۔ اُردو زبان کے مشہور ادیب و شاعر نسیم امروہوی نے حضرت سچل سرمست کے کلام پر تبصرہ کرتے لکھا ہے کہ:

> "حضرت سچل سرمست نے اُس دور میں بھی اردو غزلیات میں وہ صوفیانہ اور اخلاقی مضامین نظم کئے تھے جو آج بھی انقلاب ذہنیت کے باوجود ہر طبقے میں مقبول ہیں۔"

فارسی میں حضرت سچل سرمست نے غزل، مستزاد قطعہ اور مثنوی میں طبع آزمائی کی ہے۔ اور ان تمام اصناف میں تمثیل کے ذریعے مسئلہ وحدت الوجود کی وضاحت فرمائی ہے۔ آپ نے خیال کی بلندی اور معنوی گہرائی کے ساتھ صنائع و بدائع کا بھی کافی استعمال کیا ہے۔ لیکن زبان کی بندش اور شستگی نہیں جیسی ایک اہل زبان شاعر کے کلام میں ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ راویوں اور کاتبوں کی غلطیوں کی وجہ سے آپ کے کلام کی اصلی صحیح صورت قائم نہ رہی ہو بہر حال آپ کی قادر الکلامی سے ہر گز انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت سچل سرمست کے شعر کہنے کا یہ عالم تھا کہ جس وقت سارنگی یا طبلے پر ہاتھ لگتا تھا تو آپ پر بیخودی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ سر کے بال کھڑے ہو جاتے

تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے تھے عین وجد و مستی کی حالت میں متواتر شعر کہتے جاتے تھے اور ان اشعار کو آپ کے منشی مرید اور فقیر قلمبند کرتے جاتے تھے۔ آپ جب ہوش میں آتے تھے تو آپ کو وہ کلام پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ لیکن آپ یہ فرماتے تھے کہ یہ کسی کہنے والے نے کہا ہو گا۔ مجھے کچھ یاد نہیں۔

مرزا علی قلی بیگ نے لکھا ہے کہ آپ کے مریدوں نے آپکا اکثر کلام کتابی صورت میں اکٹھا کر رکھا تھا لیکن ایک موقعہ پر آپ نے ان سب کتابوں کو نذر آتش کر دیا کیونکہ آپ کو اپنے کلام کے متعلق یہ شک پیدا ہو گیا تھا کہ مبادا لوگ اس کا غلط مفہوم لے کر گمراہ نہ ہو جائیں اور شریعت کی راہ چھوڑ کر کفر و الحاد کے گڑھے میں نہ جا گریں۔

اس واقعہ کو جب کافی عرصہ گذر چکا تو آپ کے فقیروں اور عقید تمندوں کے بار بار اصرار پر اپنے کلام کو دوبارہ قلمبند کرنیکی اجازت عطا فرمائی۔ فقیروں کو جو بھی کلام یاد تھا اُسے پھر دوبارہ کتابی صورت میں لے آئے۔ مرزا علی قلی بیگ کی روایت کے مطابق آپ کی وفات کے وقت آپ کی تمام کافیوں کا شمار کیا گیا تو کل نو لاکھ چھتیس ہزار چھ سَو چھ (936606) پر مشتمل تھیں۔

حضرت سچل سرمست چونکہ ابتدا میں اپنے دادا میاں صاحبدینہ کا کلام گاتے تھے۔ اس لئے جب اُن کی اپنی شاعری کا آغاز ہوا تو انکے کلام پر میاں صاحبدینہ کے کلام کا کافی اثر ہوا۔ اسی طرح آپ کے سندھی بیتوں پر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے سندھی ابیات کا کافی اثر ہے۔ آپ کی سرائکی اور پنجابی کافیوں کا کچھ نمونہ حضرت بلھاشاہ کی کافیوں سے ملتا جلتا ہے جن کے متعلق خود فرماتے ہیں:

بلھے شاہ بنا بیراگی
جس کا شہر قصور، (منظوم ترجمہ)

مرحوم فقیر مولوی عبدالرحمٰن مہیسر خیرپوری سے روایت ہے کہ:

حضرت سچل سرمست کے پنجابی دوہوں پر جناب سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کے دوہوں کا اثر بھی غالب ہے جس کی یہ وجہ ہو کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کے ساتھ باشندگان سندھ کو بڑی گہری عقیدت ہے۔ حضرت موسیٰ شاہ گیلانی

عرف موسن شاہ گھونکی والے۔ حضرت سلطان باہو کے خلیفہء خاص تھے۔ کتاب "مخادیم کھہڑا" کی روایت کے مطابق مخدوم عبدالرحمٰن کھہڑائی کے میاں صاحبدینہ فاروقی کے ساتھ بڑے گہرے دوستانہ مراسم تھے اور اسی طرح حضرت موسن شاہ گیلانی اور مخدوم عبدالرحمٰن کی آپس میں بالکل گہری دوستی تھی اور سچل سرمست کے فیض رساں محکم دین سیلانی حضرت سلطان باہو کے مرید تھے۔

مخادیم کھہڑا کی روایت کے مطابق یہ بھی عام مشہور ہے کہ حضرت موسن شاہ گیلانی ہر چوتھے مہینے جب کھہڑا شہر میں مخدوم عبدالرحمٰن شہید کی ملاقات کے لئے آتے تو یہ دونوں دوست درازا شریف جاکر میاں صاحبدینہ فاروقی سے بھی ضرور ملاقات کرتے۔ ان تینوں اولیائے کرام کی سلوک و معرفت کے مسائل پر آپس میں کافی بحث ہوتی رہتی اور بقول فقیر عبدالرحمٰن دوران بحث میں سید موسن شاہ گیلانی اپنے پیرومرشد سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کے افکار و اذکار کو بطور حجت و دلیل پیش کرتے جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سچل سرمست کے وہ پنجابی دوہے جن میں وحدۃ الوجود کا بیان ہے اُن پر سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کے دوہوں کا اثر بہت غالب ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرت سلطان باہوؒ

نماز پڑھنا کار زنانہ روزہ صرفہ روٹی
مکے کو وہ جاتے ہیں جو کاہل کام کے ٹوٹی[1]
ہر ہر وہ تسبیح ہیں پڑھتے جن کی نیت کھوٹی
میں قربان ہوں ان پہ باہو جو گھر میں ڈھونڈھیں کوٹھی

(منظوم ترجمہ)

حضرت سچل سرمستؒ

کیسے کعبے کیسے قبلے یہ سارے ہیں بہانے
کعبے کی کیوں نیت باندھوں یار میرا مے خانے

---

1 - ست وناکارہ

"سچل" یار کے کہنے پر ہم حق کے ہیں مستانے

(منظوم ترجمہ)

حضرت سلطان باہوؒ

احد نے جب سے دی ہے دکھائی تب سے ہوں میں فانی
قرب و وصال مقام نہ منزل وہاں نہ جسم نہ جانی (1)
وہاں نہ کوئی عشق محبت وہاں نہ کون و مکانی (2)
عینوں عین بنا میں "باہو" سرّ وحدت سُبحانی

(منظوم ترجمہ)

حضرت سچل سرمستؒ

ہم نے خود کو خود ہے کیا ہر صورت میں سیلانی
ہر صورت میں ہے صورت اپنی ہم ہیں- لامکانی
کفر، اسلام رہا نہیں باقی چھوٹی سب حیرانی
"سچل" نام وہاں گم کرڈالا باقی سرّ سبحانی

(منظوم ترجمہ)

حضرت سلطان باہوؒ

نا میں جوشی، نا میں جوگی چلہ نہیں کمایا
مسجد تک نہیں دوڑ میری نہیں تسبا (3) کھڑکایا
"جو دم غافل سو دم کافر" ہمیں مرشد نے فرمایا
مرشد کا یہ کرم ہے "باہو" ہمیں دم بھر میں بخشایا

(منظوم ترجمہ)

حضرت سچل سرمستؒ

مرشد نے اک روز مجھے یہ خلوت میں فرمایا
یہی طریقہ وحدت والا ہمیں بہت ہے بھایا
جو دم غافل سو دم کافر مرشد نے فرمایا

---

1 - جان، روح، 2- کون و مکان، 3 - تسبیح

"سچل"، عشق کی بات ہے سچی غیر سے جی گھبرایا

(منظوم ترجمہ)

سچل سرمست کا موضوع سُخن

محترم حامی خیر پوری اپنی تالیف "سچل سرمست" میں رقم طراز ہیں کہ:

حضرت سچل سرمست اپنے دور کے بے نظیر شاعر تھے اور آپ کے بعد سندھ میں آج تک آپ کے رتبہ کا دوسرا کوئی بھی شاعر پیدا نہیں ہوسکا۔ آپ ایک مجذوب، سالک اور اسرار الاہی کے عارف تھے تصوف کا ایسا کوئی بھی نکتہ نہیں جسے حضرت سچل سرمست نے نمایاں نہ کیا ہو۔

آپ کا فرمان ہے کہ "اصل میں دنیا بحر عدم میں شامل تھی، لیکن جب ذات الاہی نے اپنی صفات کے مظاہر کو ظاہر کرنا چاہا تو صرف "کن" کے اشارے سے کائنات کی کتاب بن کر تیار ہوئی۔ اور یہ تمام ہنگامہ آرائی نیستی سے نکل کر نمایاں ہستی کے نئے رنگ میں نمایاں ہوئی۔ حضرت سچل سرمست نے یہ تمام مضمون مندرجہ ذیل دو مصرعوں میں یوں ادا کیا ہے:

زنا چیز شد و یک چیز پید
کہ اود رہر دو عالم شد ہویدا

اس کے بعد وادی وحدت میں جب کثرت کی بزم آرائی ہوئی تو اس تمام بزم کا میر مجلس اور روح رواں حضرت انسان کو ہی قرار دیا گیا۔ تخلیق کائنات کا تمام راز اسکے سینے میں سمادیا گیا۔ جس کے متعلق حضرت سچل سرمست فرماتے ہیں:

ندیدم ستراز انسان بیروں
ہمہ ملک خدا گر دیدہ ام من

* * *

ہے بنائے عشق اصلاً صورت انسان ضرور
صورت خالق سے ہے تخلیق آدم کا ظہور
"جزو کل" کوئی نہیں ان سب کی میں آواز ہوں
راز ہے انسان مرا خود میں بھی اسکا راز ہوں
ایک ہے وہ ایک سچ مچ، کیا یہاں اور کیا وہاں
بھول جا تو غیر کو بس ہے یہی سچا بیان

(سندھی سے منظوم ترجمہ)

انسان کو جوہر کائنات اور اشرف المخلوقات بنا کر خدائی کی تمام باگ ڈور اس کے حوالے کر دی گئی لیکن انسان نے دوسری مخلوق پر حکومت کرنے کے بجائے خود بنی نوع انسان پر حکومت کرنا شروع کر دی۔

حضرت سچل سرمست انسان کی یہ حالت دیکھ کر ایک ہمدرد ناصح کی صورت میں اسے یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ:

سالک! تو عشق حق کے طلسمات کو سمجھ
رشتہ دوئی کا توڑ کر اک ذات کو سمجھ

(سندھی سے منظوم ترجمہ)

دوئی کا قلعہ مسمار کر کے کثرت کا طلسم توڑنے کے بعد وادیء وحدت میں قدم رکھنا پڑتا ہے۔ حضرت سچل سرمست نے ہستی وحدت کو خود اپنے میں دیکھا اور سب کچھ اپنا مظہر تصور کر کے ببانگ دہل یہ فرمایا کہ:

آپ ہے تو اور اپنی صورت اپنے میں پہچان
اللہ اللہ کیوں کہتا ہے تو خود کو اللہ جان
"سچل" ایک ہے سب کا آقا چھوڑ دے وہم و گمان

(سندھی سے منظوم ترجمہ)

مذکورہ منزل پر پہنچنے کے لئے انسان کو کسی بھی اکتسابی علم و ہنر کی ضرورت نہیں رہتی یہ چیز شیوخ مشائخ سے حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ امانت صرف عشق الاہی سے حاصل ہوتی ہے اور نہ علم اکتسابی سے۔

عشق عطائے الاہی ہے
یہ کسب نہیں ہے کمانے کا
1۔ ہاتھ میں آتا نہیں ہے گویا
بادل مینہہ برسانے کا
2۔ عشق ہے عشق نہیں یہ ہرگز
ہیرا ہاتھ میں پانے کا
3۔ عشق ہے ساون کا مہینہ کر تو
وعدہ اُسکے نبھانے کا
4۔ "سچل" کر تو سرکا سودا
وقت نہیں گھبرانیکا

(سرائکی کافی کا منظوم ترجمہ)

شیوخ ومشائخ کے مکروفریب کے متعلق یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

شیخ، بزرگ، مشائخ یارو! ہم مخدوم نہیں تھے
قاضی، پیر، معلم، مُلا، دشمن تھے ہم سب کے
مکروفریب کی وادی میں ہم قدم نہیں تھے رکھتے
سچل عشق خدا میں کوئی ہنر نہیں ہم سیکھے

(سرائکی دوہے کا منظوم ترجمہ)

حقیقی عشق الاہی کی راہ میں عقل و اختیار کا کوئی کام نہیں بلکہ وہاں کے میخانہء محبت سے صرف شراب بے خودی کی ضرورت ہے جسکے پینے سے خمار وحدت حاصل ہوتا ہے اور اس کی دائمی مستی سے ہی عشق الستی حاصل کر کے اَسرار الاہی کا راز حاصل کیا جاسکتا ہے:

مست رہے مخانے اندر۔ مانگ لی ہم نے مستی
مستی کا جو راز نہ جانے اسکی یہ کم بختی
سچل سب ہیں جھوٹی باتیں سچا عشق الستی

(سندھی دوہے کا منظوم ترجمہ)

عشق الاہی حاصل کرنے سے سالک کو اپنی ہستی کی تمام حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اور وہ عبدیت کے پردے سے باہر نکل کر "الوہیت" کے رنگ میں رنگا ہوا نظر آتا ہے۔

اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد حضرت سچل سرمست نے اپنے وقت کی غلامانہ ذہنیت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی اور علامہ اقبال سے ایک سو سال پہلے "خودی" کا نعرہ بلند کیا تھا۔ آپ کے کلام کی یہ ایک اہم خصوصیت ہے کہ آپ تقلیدی رسم ورواج کے بندھن توڑ کر تحقیقی مراحل طے کرنے کی تلقین فرماتے ہیں:

سارے ملک کا مالک تو ہے عبد نہ خود کو جان
"لاخیر فی عَبدی" کا تو سچا سمجھ بیان
اپنے آپ کو تو خود اپنی صورت میں پہچان

(سندھی دوہے کا ترجمہ)

توڑ رواج اور رسمیں ساری کام ہے یہ مردانہ
خود کو مت بیگانہ سمجھ خود تو ہے یار یگانہ
"وَنَفَختُ فیہِ مِن رُوحِی" کا تو بالکل چھوڑ بہانہ
سچل عبد کا وہم بھلادے شملہ باندھ شہانہ

(سندھی دوہے کا ترجمہ)

چھوڑ گمان گدائی والا
شملہ باندھ لے شاہی کا

1- وحدت کا نقارہ بجا تو
شوق ہو شاہنشاہی کا

2- دل میں غیر کا فکر سمانا
غمزہ ہے گمراہی کا

3- ہے گمراہی اصل ہدایت
نور سفید سیاہی کا

4- تاج و کلاہ پہن شاہانہ

تارک بن بد خواہی کا
5- نعرہ لگا کر ظاہر ہوجا
جام اٹھا آگاہی کا
6- کہدے انا الحق بیشک تو ہے
واقف راز الاہی کا
7- "سچل" نفی میں ہے اثباتی
سودا ہے یہ سپاہی کا

(سرائیکی کافی کا منظوم ترجمہ)

آپ وحدت کا نقارہ بجاکر بڑے وسیع پیمانے پر دنیا کو انسانی برادری کی دعوت دیتے ہیں آپ کی منزل مذہب کے فروعی اور الجھے ہوئے مسائل سے بہت اونچی ہے اور آپ کے یہاں کسی قسم کی گروہ بندی نہیں بلکہ آپ کو ہر صورت میں اپنے محبوب کا مشاہدہ نظر آتا ہے:

بے دینی نہیں بندے میں نہیں اسکا اسم اسلامی
ہندی، سندھی وہ نہیں ہرگز اور نہیں وہ شامی
پاک ہے وہ ہر حرکت سے اور کبھی نہیں آرامی
خود ہی خواجہ ہے خود اپنی کرتا ہے خدامی

(سندھی دوہے کا ترجمہ)

اس قدر فراخ دل اور بین الاقوامی برادری کے مبلغ ہونے کے باوجود حضرت سچل سرمست یہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ایک قوم مکر و فریب کے ساتھ کسی دوسری قوم پر غلبہ حاصل کرے۔ آپ کے زمانے میں جب سیاست فرنگی کا جال پورے غیر منقسم ہندوستان میں بچھایا جاچکا تھا ہر جگہ انگریز کی مکاری اور عیاری اپنا کام کر رہی تھی اور تمام ملک کو اُن کی حریص نگاہیں اپنی آماجگاہ بنانے کے لئے سوچ رہی تھیں تو صرف اس شاعر انقلاب کی دور بین اور موقعہ شناس نگاہ نے ہی اپنے ملک کو اس آئندہ خطرے سے آگاہ کیا تھا اور تقاضائے وقت کے مطابق، "ہندو مسلم اتحاد" پر زور دیتے ہوئے بار بار یہ آواز بلند

کی تھی کہ:

یہی ہے وقت اے یارو! دوئی دل سے مٹا ڈالو
سویرے ہی مذاہب کو دل اپنے سے بھگا ڈالو
محبت کی فضا میں مؤمن و ہندو ملا ڈالو
نہ سورج نکلے مغرب سے اٹھو سب کو جگا ڈالو

(سندھی بیت کا ترجمہ)

نکلنے والا ہے مغرب سے سورج چھوڑدو غفلت
تمہیں سے چھین لیں گے مغربی، ظلمت میں یہ عظمت
پہاڑوں پر نظر آئیں گی لاشیں ڈھونڈ کی صورت
اشاروں میں سمجھ جاؤ ذرا آئندہ کی حالت
ابھی ہے موقعہ بن جاؤ تم سب طالب وحدت
کرو تاخیر کو برباد، مت آنے دو یہ نوبت

(سندھی بیت کا منظوم ترجمہ)

نہ صرف اتنا بلکہ آپ نے فرنگیوں کی تجارتی کشتیوں اور اُن کی ہنر مندی میں خلوص نہ دیکھنے کے باوجود آنکھیں بند کر کے اُن کی تقلید کرنے کے خطرناک نتائج سے بھی اپنی قوم کو کھلم کھلا واقف کیا ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ:

دریا میں دیکھی کشتی ملاح میر دیکھے
وہ مچھلیاں پھنسانے میں بے نظیر دیکھے
امواج بحر کے وہ شاہ و وزیر دیکھے
وعدوں پہ اُن کے نازاں ناداں کثیر دیکھے
فتنوں سے اُنکے ہم نے صدہا اسیر دیکھے
یا رب! نہ قوم اپنی اب دارو گیر دیکھے

(سندھی بیت کا منظوم ترجمہ)

مذکورہ بالا امثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سچل سرمست ایک بے نظیر قومی

اور بین الاقوامی شاعر تھے اور قدم قدم پر انسانی برادری و مساوات کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔

اس کے علاوہ حُسن و عشق کی تمام کیفیات بھی آپ کے کلام کا ایک اہم حصہ ہیں۔ آپ نے مجاز و حقیقت کی وہ موشگافیاں بیان فرمائی ہیں جس پر کسی دوسرے عام شاعر کی رسائی بالکل مشکل اور محال ہے۔ حملہ ء حُسن کا ایک منظر ملاحظہ فرمایئے:

یہ غمزۂ چشم دلربا کا شگوفہ بن کر چٹک رہا ہے
ہے حُسن کی فوج حملہ آور کٹک کٹک سے اٹک رہا ہے
چلی ہے سینے پہ سیف ابرو سکون دل سے سٹک رہا ہے
ہوئے ہیں عُشاق سب اکٹھے کہ حسن جاناں مٹک رہا ہے
انہوں نے جھٹ پٹ ہیں سر کٹائے وہ درد ابتک اٹک رہا ہے

(سندھی بیت کا منظوم ترجمہ)

اسی طرح محبوب کا سراپا بیان کرتے ہوئے اس کے خم دار اوصاف کی تصویر کھینچتے ہیں۔ اس کے رخ کو مصحف سمجھ کر تلاوت فرماتے ہیں اور تمام ابواب عشق کا خاتمہ کر دیتے ہیں:

ہیں ترے خمدار برو۔ بال بھی خمدار ہیں
یہ تیری خمدار آنکھیں ابر گوھر بار ہیں
ہر جبیں مرغولہ محرابی کے جو آثار ہیں
وہ مرے محبوب ! تیرے حُسن کے انوار ہیں

(سندھی بیت کا منظوم ترجمہ)

رُخ پہ محبوب کے میرے یہ کجا کج محراب
مصحف حُسن کے خمدار انوکھے اعراب
قرأت ان پاروں کی سطروں کی سمجھ وجہ ثواب
ختم "سچل" نے کئے عشق کے سارے اَبواب

(سندھی بیت کا منظوم ترجمہ)

یہی مضمون ایک دوسرے پیرایہ میں یوں بیان فرمایا ہے:

کیوں نہ تیرے رُخ کو میں مصحف کہوں اے جانِ جاں
عشق کی آیات ہیں جس میں نمایاں بے گماں
کوئی قاری اُن کو پڑھ کر دیکھے با حفظ رواں
صاف سیدھے حرف ہیں سب ان میں ٹیڑھاپن کہاں؟

(سندھی بیت کا منظوم ترجمہ)

حضرت سچل سرمستؒ کے کلام کا اگر عمق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ کو زبان پر بڑی دسترس اور عبور حاصل تھا۔ نشست الفاظ، چستی، بندش، جوش، زبان اور روانی کلام آپ کی قادر الکلامی کا کلمہ پڑھتے نظر آئیں گے الفاظ آپ کے حکم کے مطابق زبان کی صفائی کے ساتھ فرمانبردار نوکروں کی طرح اپنی اپنی مناسب جگہ پر خود بخود آنے لگیں گے اور محاورات، اصطلاحات اور ضرب الامثال بالکل روز مرہ کے مطابق ہوں گے اور یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ آپ نے ایک حرف بھی بے موقعہ اور بے محل استعمال کیا ہو۔ بہر حال آپ کے کلام کی ہر چیز اپنی جگہ پر نگینے کی طرح جڑی ہوئی نظر آئے گی۔

آپ کے کلام میں فصاحت اور بلاغت کا دریا موجزن نظر آئے گا۔ خیال کی گہرائی، فکر کی بلندی، زبان کی سلاست اور بیان کی خوش اسلوبی آپ کے کلام کی اہم خصوصیات ہیں۔

سَچل سرمستؒ کی فارسی شاعری

قدیم زمانے سے سندھ اور ایران کے آپس میں سیاسی تعلقات قائم رہے ہیں اور سندھ کا علاقہ ایرانی تہذیب سے بہت متاثر ہوا ہے۔ عیسوی آٹھویں صدی کے اختتام سے لیکر نصف انیسویں صدی تک یعنی ایک ہزار برس سے بھی زیادہ عرصہ فارسی سندھ کی دفتری اور ادبی زبان رہ چکی ہے۔

اہلیان سندھ نے فارسی زبان کا نہ صرف ثانوی زبان کی حیثیت سے مطالعہ کیا بلکہ اُسے مادری زبان کی طرح پڑھا اور اس میں اس قدر مہارت و استعداد حاصل کیا کہ اس میں اپنے عظیم شاہکار تصنیف کئے اور اسے خوب وسعت دی۔ اہلیان سندھ نے فارسی ادب کے لئے جو خدمات سر انجام دی ہیں وہ ہر طرح قابل تحسین ہیں جس پر مختلف تذکرے مثلاً: "مقالات الشعراء"، میر شیر علی قانع اور "تکملہ مقالات الشعراء"، محمد ابراہیم خلیل بالکل متفق ہیں۔

ہمارے لئے سندھ کے فارسی ادب کا مطالعہ بہت اہم ہے کیونکہ ادبی، فلسفی، اخلاقی اور تصوف کے نقطہء نگاہ سے اس میں ہمارے وطن عزیز کا ہزار سالہ ادبی سرمایا محفوظ ہے۔ یہ بات بڑی مسرت خیز ہے کہ اس وقت سندھ کے فارسی ادب کی طرف کافی توجہ دی جارہی ہے اور اس سلسلہ میں مرحوم دین محمد وفائی، لطف اللہ بدوی، ڈاکٹر ہر دل سدارنگانی اور سید حسام الدین راشدی کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

ایرانی نقادوں نے ہمارے ملکی فارسی ادب پر جو کڑی تنقیدیں کی ہیں ہمیں ان سے ہر گز مرعوب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ تنقیدیں نہ تو مخلصانہ ہیں اور نہ منصفانہ بلکہ

ہمارے پاکستانی ادباء و شعراء میں سے بعض ایسے بھی ہو کر گزرے ہیں جو اپنے دور کے ایرانی ادباء و شعراء کا بخوبی مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں سندھ کے فارسی ادب کے مطالعہ کے علاوہ یہاں کے ادباء و شعراء کا اختصاصی مطالعہ بھی بہت ضروری ہے کیونکہ اُن کے ادبی آثار پڑھ کر اُنکے دوَر، ان کی شخصیت اور ان کے نظریات کے متعلق نئے نئے حقائق واضح ہوسکتے ہیں۔ اور اُن کے متعلق اس دور جدید میں جن غلط روایات اور افسانوی رنگ آمیزیوں کی بہتات سے ان سب کی بخوبی تردید ہو سکتی ہے۔

یہ مختصر مقالہ جس میں حضرت سچل سرمست کی فارسی شاعری پر تبصرہ کیا گیا ہے اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

1. حضرت سچل سرمست کی فارسی شاعری پر اس سے پہلے سندھی اور اُردو زبان میں کسی نے نقد و نظر سے کام نہیں لیا۔ البتہ مرحوم آغا صوفی شارح حضرت سچل سرمست نے آپ کے فارسی کلام کا کچھ نمونہ پیش کیا ہے اور مرحوم دین محمد وفائی نے بھی آپ کی فارسی مثنویات پر روشنی ڈالی ہے۔
2. حضرت سچل سرمست سندھی، سرائکی اور اُردو زبان کے علاوہ فارسی زبان کے بھی ایک پر گو اور بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ چونکہ "دیوانِ آشکار" "راز نامہ" "رہبر نامہ" اور "تار نامہ" وغیرہ فارسی مثنویات کے مصنف ہیں اس لئے وطن عزیز کے ایک بلند پایہ فارسی شاعر کی حیثیت سے آپ کے فارسی کلام کا مطالعہ بہت اہم ہے۔
3. حضرت سچل سرمست نہ صرف ایک عظیم شاعر تھے بلکہ ایک عظیم مفکر اور صوفی بھی تھے۔ آپ حسین بن منصور حلاج،☆ خواجہ فرید الدین عطار☆☆ اور

☆ سچل سرمست کی شاعری پر حسین بن منصور حلاج اور فرید الدین عطار کا بہت گہرا اثر موجود ہے۔
حسین بن منصور حلاج تستہ میں سنہ 244ھ 8-857ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت جنید بغدادی سے فیض حاصل کیا۔ اپنی زندگی میں تین مرتبہ حج کا فریضہ ادا کیا۔ آپ بیباک صوفی تھے استغراقہ کی حالت میں "انا الحق والحق للحق حق" (میں 'حق' بن چکا ہوں، میں نے وصال پایا ہے حق سے حق ہی ملتا ہے) کا نعرہ بلند کیا جس کی سزا کے طور پر 310ھ /922ء میں حسین بن منصور کو پھانسی دی گئی۔ ان کی سینتالیس تصنیفات کا پتا چلتا ہے۔ ◄◄

حضرت شمس تبریزی کی طرح مجذوب صوفی اور مسئلہ "وحدۃ الوجود" کے عظیم شارح تھے۔

4. آپ کے سندھی اور سرائیکی کلام کو اچھی طرح سے سمجھنے کے لئے اور آپ کے صحیح نظریات اور صحیح فلسفہ معموم کرنے کی غرض سے بھی آپ کے فارسی کلام کا مطالعہ اہم ہے۔

حضرت سچل سرمست نے متداول عقلی و نقلی علوم میں تحصیل اور بیعت اپنے چچا خواجہ عبدالحق سے کی تھی۔ جس کے متعلق آپ فنافی الشیخ کا عقیدہ رکھتے تھے جیسا کہ دیوان میں ایک جگہ فرمایا ہے۔

گر بگوئی می شوم واقف ازاں اسرار راز
پس تو کن باصدق دل روئے بسو شہر دراز
ہست آنجا پیر عبدالحق، عارف، اولیاء
می کند آں سر وحدت رابمکیناں روا

ایک دوسری غزل میں اپنی روحانی بلند پروازی کا اظہار اس پیرایہ میں کیا ہے:

روزے من بودم بخدمت مصطفٰے
سرور کونین آں خیر الوریٰ
ایں چنیں فرمود مارا از کرم
جز برخصت پیر عبدالحق میا
از گروہ خاص اور اکردہ ام

◄◄ سندھ میں حسین بن منصور کی تعلیمات کا بہت گہرا اثر سچل سرمست نے لیا۔ اس لئے سچل سرمست کو سندھ میں "منصور ثانی" بھی کہا جاتا ہے۔

☆☆ خواجہ فرید الدین عطار سنہ 513ھ / 1119ء میں ایران کے شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے ان کے والد کا نام ابراہیم بن مصطفٰی تھا جو کہ خود بھی بڑے صوفی تھے۔ خواجہ عطار کی مثنوی "منطق الطیر" فلسفہ وحدت الوجود کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔ خواجہ عطار نے سنہ 627ھ / 1229ء میں انتقال کیا۔ سندھ میں ان کے خیالات کو عام کرنے والا پہلا شخص سچل سرمست ہے اس لئے ان کو "سندھ کا عطار" بھی کہا جاتا ہے۔

جلوۂ فیضشی بود ہم جا بجا
شان و شوکت پیر ما بالاتراست
ہمچو اوکس نیست در عالم علا
"آشکارا" خاکپائے پیر باش
تاشوی از دو سیتیش بادشاہ

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سچل سرمست نے "کلیات عطار"، "دیوان شمس تبریز" "مثنوی مولانا روم" اور "آثار جامی" وغیرہ کا بھی گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اور یہی تصوف کی کتب آپ کی روحانیت کا سرچشمہ تھیں۔ جیسا کہ آپ نے "دیوان آشکار" میں اس چیز کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

من شدم عاشق بنام آشفتگاں
رہِ رفیقِ خواجہ احمد جام ماست

خواجہ احمد جام ایک عارف کامل اور صاحب دیوان فارسی شاعر تھے جن کا حسب ذیل عارفانہ شعر ایک مجلس سماع میں سُن کر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی پر حالت وجد طاری ہوئی تھی اور اسی حالت میں آپ کا انتقال ہوا تھا:

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

"دیوانِ شمس تبریز" کے متعلق حضرت سچل سرمست کا یہ ارشاد ہے کہ:

گر کے دیوان شمس الحق بخواند بالیقین
از خودی آزاد گردد و زمن ومائی بدر

حضرت سچل سرمست نے سب سے زیادہ گہرا مطالعہ حضرت خواجہ فرید الدین عطار کے کلام کا کیا تھا۔ اور اپنے کلام میں بھی خواجہ عطار کی تصنیفات "راز نامہ" "وصلت نامہ" اور "منطق الطیر" کے مطالعہ کا ذکر فرمایا ہے۔ عطار آپ کے روحانی مرشد ہیں اور خود اُن کے اویسی مرید۔ آپ نے اپنے کلام میں متعدد جگہوں پر خواجہ عطار کو بڑے ذوق و شوق اور والہانہ انداز میں یاد فرمایا ہے اور آپ کو نیشا پور کی خاک بہت عزیز تھی مثلاً

فرماتے ہیں:

اے صبا باما حقیقت شہر نیشاپور کن
میکنم قرباں بر آں خاک زمین ایں جان و تن
خواہ از عطار گاں محب در پیر مغان است
از ولی اللہ دعائے "آشکارا" خویشتن

حضرت سچل سرمست کے یہاں خواجہ عطار کا رتبہ آپ کے مرشد کے ارشاد کے مطابق رومی اور جامی سے بہت بلند ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے:

اے دلا خوشبو زشہ عطار درجانم رسید
آں زماں یکبارگی از کفرو دیں ماراکشید
چہ جلال الدین چہ جامی خاشیہ بردار اُو
ایں چنیں تعریف من از پیر عبدالحق شنید

آپ کے نزدیک عطار کا رتبہ تمام صوفی شعراء اور اولیاء سے بہت بلند ہے اور بعض عوام کا تو یہ اعتقاد ہے کہ تقریباً تین سو برس کے بعد منصور حلاج کی روح عطار کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ عطار آسمان معرفت کے شہباز تھے اور جو مقامات دوسرے عارفوں نے مدتوں کے بعد طے کئے تھے وہ عطار نے بالکل قلیل عرصہ میں طے کر لئے عین منصوری روح عطار میں بھی کار فرما تھی اور ان میں بھی وہی منصوری جذبہ اور مستی نمایاں تھی اور عطار نے بھی منصور کی طرح استغراق کی حالت میں "اناالحق" کا نعرہ بلند کر کے یہ فرمایا تھا کہ:

درآور وادی ایمن کہ ناگاہ
درختے گویدت اِنّی اَنَااللہ
روا باشدَ "اناالحق" از درختے
چرانبودروا از نیک بختے

یا پھر یہ اشعار کہ:

تو جاں ایثار کن
دیدہ را دربار او دربار کن
در جلال حق جال حق بیں
باصفات ذات رب العٰلمین
من نمودارم برائے جان تاں
دانمایم سر حق را آں زماں
من خدایم من خدایم من خدا
فارغم از کبر و کینہ وزریا

(بے سرنامہ)

حضرت سچل سرمست میں بھی وہ عطار کی مستانہ روح کار فرما نظر آتی ہے اور ان میں بھی وہی جوش، مستی و آشفتہ سری اور خودی و بیباکی موجود ہے۔ یعنی حضرت سچل سرمست نے بھی منصور اور عطار کی طرح "انا الحق" کا نعرہ بلند کیا ہے اور آپ کے خیالات اور عبارت پر خواجہ عطار کا بالکل گہرا اثر معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر حضرت سچل سرمست کو "سندھ کا عطار" کہا جائے تو بلکل بجا ہے آپ کی حسب ذیل شطحیات مذکورہ بالا شعراء کا عین عکس ہیں:

در ولایت جسم و جاں من بادشاہی می کنم
بادشاہی چیست و لیکن خود خدائی می کنم

* * *

بہ شاہی میزنم نعرہ گدائی
گدائی نیست و لیکن خود خدائی
بگمراہی نیفتادیم ہرگز
جہاں رامی کنم ایں رہنمائی

حضرت سچل سرمست پر بھی اپنے روحانی مرشد خواجہ عطار کی طرح وقتاً فوقتاً وجد و حال کی کیفیت طاری ہوتی رہتی تھی۔ دراصل یہ نہ کوئی فلسفہ ہے نہ کوئی رسمی شاعری

اور نہ کوئی منطقی فکر و استدلال بلکہ عطائے الاہی کا ایک پاک جذبہ ہے جو صرف صاحب حال عارفان خدا پر طاری ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا جس کے متعلق سرمد نے فرمایا ہے:

"ایں دولت سرمد ہمہ کس راند ہند"

اسی بقائے حق میں فنا ہونے کیلئے مولانا روم نے بھی فرمایا ہے کہ:

چوں فنا از فقر پیرایہ شود
او محمد دار بے سایہ شود
فقر فخری را فنا پیرایہ شد
چو زبانِ شمع او بے سایہ شد

(ماخوذ از "سچل سرمست کا فارسی کلام" مصنف میر شفیع احمد علوی، مطبوعہ نئیں زندگی)

اسی نظریہ کے مطابق ہم حضرت سچل سرمست کے فارسی کلام کا نمونہ پیش کرتے ہیں:

سچل سرمست کی فارسی تصانیف

حضرت سچل سرمست کی فارسی تصانیف جو اب تک دستیاب ہو سکی ہیں حسب ذیل ہیں:

1-دیوان آشکار، 2- راز نامہ، 3- گداز نامہ، 4-تار نامہ، 5-مرغ نامہ☆، 6- عشق نامہ، 7- رہبر نامہ، 8-وصلت نامہ۔

مذکورہ کتابوں میں سے دیوان آشکار۔ راز نامہ۔ گداز نامہ☆☆ اور تار نامہ مطبوعہ صورت میں موجود ہیں لیکن آج کل اُنکا دستیاب ہونا ذرا مشکل ہے۔ کیونکہ یہ

☆'مرغ نامہ' سچل سائیں کی فارسی تصنیف نہیں ہے۔ اس کتاب میں آگے پیش کئے گئے مرغ نامہ کے اشعار سچل کی فارسی تصنیف وحدت نامہ میں موجود ہیں۔ مرغ نامہ (سُر مالکوس) سچل کی سندھی تصنیف ہے جو سندھی رسالو میں موجود ہے۔ م-ب

☆☆عشق نامہ، مثنوی تار نامہ، درد نامہ اور رہبر نامہ کا فارسی متن قاضی علی اکبر درازی کے سندھی نثری ترجمہ اور وصلت نامہ اور وحدت نامہ اردو نثری ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ م-ب

کتابیں پھر دوسری مرتبہ کہیں بھی طبع نہیں ہوئیں اور حال میں انکا اردو ترجمہ قاضی علی اکبر نے معہ متن شائع کیا ہے۔

1-دیوانِ آشکار

دیوانِ آشکار سب سے پہلی مرتبہ خلد آشیاں ہزہائینس میر علی مراد خان والیء ریاست خیرپور نے خود اپنے نام واہتمام کے ساتھ چھپایا تھا اور اسکے بعد دوسری مرتبہ سچل سرمست کی درگاہ کے طالب سرگواسی دیوان ولب داس گاجریا شکارپوری ریٹائرڈ ڈیپوٹی کلکٹر نے اپنے اخراجات سے طبع کرایا اور اسکے بعد "دیوانِ آشکار" چھپنے کی نوبت آج تک پھر نہیں آئی تھی لیکن حال میں لاہور سے شائع ہوا ہے۔ ☆

"دیوانِ آشکار کی عبارت اور صحت لفظی کے لحاظ سے مذکورہ دونوں نسخوں میں کافی فرق نظر آتا ہے۔ مثلاً:

ہزہائینس میر علی مراد خان اوّل کے مطبوعہ نسخہ کا آغاز حسب ذیل مطلع سے ہوتا ہے:

جلوۂ حسنش چو بنی دیدۂ عبرت کشا
تا بہر مظہر شناسی، بادشاہ کبریا

لیکن دیوان ولب داس کے نسخہ میں مطلع مذکور کے بجائے ذیل کا ایک دوسرا مطلع نظر آتا ہے:

بادشاہا خلعتے از عشق پوشانی مرا
جرعہء از جامِ توحیدت جوشانی مرا

"دیوانِ آشکار" حضرت سچل سرمست کی اُن فارسی غزلیات کا مجموعہ ہے جن میں رندی اور منصوری جذبات کو بالکل آسان اور عام فہم فارسی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے:

☆ 'دیوان آشکار' اردو نثری ترجمہ کے ساتھ محکمہ اوقاف سندھ کی جانب سے سنہ 1982ء میں شائع ہو چکا ہے اردو ترجمہ قاضی علی اکبر درازی کا کیا ہوا ہے۔

بادشاہا خلعتے از عشق پوشانی مرا
جرعۂ از جام توحیدت بنوشانی مرا
بردر درگاہِ عالی روز و شب من سائلم
کُن ز لطف خویش روزے دست افشانی مرا
ہر کسے گوید کہ دشوار است راہِ عاشقی مرا
از توجہ خود کنی ایں راہ آسانی مرا
صد ہزاراں طالباں باشند من یک نیستم
ہست در کوئے توکردن جان قربانی مرا

* * *

خدا وندا تو بر من رحم فرما
رہائی دِہ مرا از قیدِ من وما
بنوشانی شراب از سّرِ وحدت
شناسم تاترا اے پادشاہا
کجایم مَن کجایم مَن کجایم
توئی موجود در عالم ہویدہ
بہر جائی ظہور خود نمودہ
زسرّ خویش مار کن شناسا
توئی در ظاہر و باطن ہمہ یک
بجز تو نیست دیگر ہیچ گویا
نباشد "آشکارا" درمیانہ
تو باشی درد و عالم اے خدایا

* * *

ہر آں کو اصل خود رامی شناسد
شود آگاہ او ازایں معما

خویش رابشناس در گل گوہر است
ماہ پنہاں کے شود زیرِ غلاف

* * *

اگر خود را خدا دانی خدائی
اگر خود راگدا دانی گدائی

* * *

جلوۂ حسنش چوں بنی دیدۂ عبرت کشہ
تا بہر مظہر شناسی بادشاہ کبریا
گاہ اَرنی گہ ترانی ہر دو جاری حکم او
گاہ ہجر وگہ وصال وگہ صداؤ گہ ندا
"لاتحرك ذرّةٍ اِلاّ باذن الله" شنو
آشکارا تو نہ ئی آں ہرچہ باشد خود خدا

* * *

بادشاہِ بے سپاہ درویش است
پاک از ہر گناہ درویش است
مفلسی بیکسی ست مایہء ما
ایں ہمہ عزوجاہ درویش است
مسند و چتر سنجری چہ بود
دلق یکتا کلاہ درویش است
نیست موجود جُز خدا دیگر
درد و عالم گواہ درویش است
آشکارا دگر طریقہ مگر
خاص تر راست راہ درویش است

* * *

یک روز بودم من بخدمت مصطفیٰ
سرور کونین آں خیر الوریٰ
ایں چنیں فرمود مارا از کرم
جز برخصت پیر عبدالحق میا
از گروہ خاص اور اکردہ ام
جلوہ فیضش بود ہم جا بجا
شان وشوکت پیر ما بالاتر است
ہمچوا وکس نیست در عالم علا
آشکارا خاکیائے پیر باش
تاشود از دوستیش بادشاہ

* * *

در رضائے دوست صابر شاکر مرد خدا
در نیاز باہمہ اماز دنیا بے نیاز
از شرع رومتاب گرمردی
غوث و قطب کنند سلام شرع
گرچہ میرو وزیر و سلطان است
برہمہ غالب است حکام شرع
گفت ملحد کہ حد شرع گذاشت
چوں بوحدت روم کدام شرع؟

* * *

بیزارم از ہر طرف زاہدچہ داندحال ما
بگشتم ازنحووصرف زاہدچہ داندحال ما
جرعہ ازمے نوشیدہ ام خلعت بقا پوشیدہ ام
جوشیدہ ام خوشیدہ ام زاہدچہ داندحال ما

ہستم غلام مصطفیٰ۔ باشیم چاکر مرتضیٰ
من طالب آل عبا زاہدچہ داندحال ما
گرکافرم یا ملحدم گرنیک باشم یا بدم
من زیر دامن اوشدم۔ زاہدچہ داندحال ما
گرخار باشم و درخسم گربینوا گربے کم
دربار گاہش میرسم زاہدچہ داندحال ما
مرشد مرا فرمودایں ہرجا ظہور او بہ بین
راہ خدا باشد ہمیں۔ زاہدچہ داندحال ما
برلبِ آشکارا مہرزن زیں گفتگو خاموش کُن
آواز منصوری فگن زاہدچہ داندحال ما

* * *

ساقیا! آں شرابِ انگوری
مانمی خوا ہم کزدست صددوری
لازوال است آں مئے وحدت
آں بنو شاں زہم زہجوری

* * *

باز آمدہ ام۔ بہ خیال دیگر
کردیم بیاں۔ بہ حال دیگر
گرذرہ درد۔ در تو آید
فریاد آسماں۔ بر آید
ہیہات کہ بے خبر شدی زو
غم در دیگر در غمش شو
جز درد دگر رہے نباشد
شاہ است دگر شہے نباشد

ایں درد رساندت خدارا
درلحظہ نمایدت خدارا

* * *

مشتاق لقائے مصطفایئم
او ہست خدا خود گواہیم
گمراہ شدیم رہبر آمد
فرمود کہ عشق راست راہیم
گم گشت خودی خود آشکار
ماخاک شدیم پر گناہیم

* * *

غلام طالبِ محمدِ عربی
مرید حیدر حب از حسین و حسنم
چہ شوق وذوق نہاں وَ آشکار دادبدہ
گہ ہست پیر مغاں چوں شمع در انجم

* * *

اے بجز در وازہ احمد راہ نیست
گر نمی دانی دلت آگاہ نیست
آنکہ در احمد احد والست فرق
درجہ اورا فنافی اللہ نیست
جز محمد نیست درکون و مکان
جز علی دیگر کسے ہمراہ نیست
گر کسے را عشق او دامن گرفت
بالیقیں دانی کہ او گمراہ نیست

آں خداؤ آں رسول اے آشکار
اندریں راہ نہ شک و اشتباہ نیست

* * *

اے دلا! دربارگاہ مصطفیٰ ہشیار باش
گر تو عاشق صادقی از غیر اوبیزار باش
ہم ز ابوبکر و عمر عثمان نداری احولے
حلقہ افگن زاں غلامِ چاکرِ کرار باش
ایں چہاراں یک بدانی خسرو داماد وو
ازشہ نور الہدیٰ باشندر اقرار باش
شہ عمر دامادی باشدز شاہِ مرتضےٰ
امّ کلثوم زوجہ اش سگ ہماں دلدار باش
خیرامت بوبکر شاہ عمر عثمان علی
ہر کہ دشمن ایں شہاں فوراً از و خونخوار باش
خیرِ اُمّت بوبکر فاروق فرمانِ علی
پس چرا اے رافضی خبر دراخبار باش
چار قبلہ چار مذہب ہم طریقہ چار یار
چار طبع وہم طریقت چار خوش از چار باش

* * *

اے صبا! بامن حقیقت شہر نیشاپور کن
می کنم قرباں بر آں خاکِ زمیں ایں جان وتن
خواہ از عطار گاں محبِ در پیر مغاں ست
از ولی اللہ دعائے آشکارا خویشتن

* * *

اے دلا خوشبو زشہ عطار۔ درجانم رسید
آں زماں یکبارگی از کفرو دیں مارا کشید
چہ جلال الدین چہ جامی غاشیہ بردار او
ایں چنیں تعریف من از پیر عبدالحق شنید

* * *

در ولایت جسم و جاں من بادشاہی می کنم
بادشاہی چیست لیکن خود خدائی می کنم

* * *

از سخن عشق است نے از شاعریست
کسے خسان دانند ایں اشعار ہا

* * *

ہر کجایم جا بجایم من خدا یم من خدا
تاچہ شد پوشیدہ ام۔ از درد ایں خاکی قبا

* * *

ازماؤ منی تو دست بردار
بے خود شوپس بردار

* * *

یار ما باشد یکے از صد ہزار
عارف و عاشق بود نامش عطار

* * *

ساقیا! برخیز در مجلس در آ
نَو بہار آمد کنی فرصت چرا
در پیالہ جام گلگوں بخش کن
در چنیں موسم کہ خوش آید مرا

* * *

آں راز نہاں از لب منصور عیاں شد
بر دند سر دار
ایں نعرہ شنیدہ ہمہ عالم بگماں شد
لیکن بود خود بار

* * *

ارادت مند آں پیر مغانم
بجز پیر مغاں دیگر ندا نم
مُنور از درش دل چشم جانم
شکر اللہ کہ در بیت الا مانم

* * *

اے دلا! ہر گز مشو تو بے خبر خود در اشناس
بگذری زیں غافلی ہم سر بسر خود را شناس
بقدر خود را نمودی خویشتن را فہم کن
غیر حق تو نیستی عالیقدر خود را شناس

* * *

خویش رابشناس در گل گوہر است
ماہِ پنہاں کے شود زیرِ غلاف

* * *

در راہ آنہامنہء پا اے زاہدا
کوئے عشاقاں بود پر خار ہا

* * *

آں کس کہ شناخت خویشتن را
دانی کہ یافت ذوالمن را
دریاب خیال آشکارا
آرائی بر آر آں رُسن را

* * *

ہمیں گویندایں بدر اہ باشد
نہ بدراہ است انا شاہ باشد
شکایت کے کنی اے پار سابیں
کہ آں عاشق رسول اللہ باشد
اگر پُر عیب ہم بدکار باشم
یقیں دانی کہ او ہمراہ باشد
نمی دارم بجز عشقے بدل ہیچ
ازیں عالم خدا آگاہ باشد
بدآں عالی جنابش آشکارا
یکے از سگ ہماں درگاہ باشد

* * *

شیخی وپیری وبزرگی نیست درکارما
راہ رندی وعاشقی گرفتہ ام از ابتدا

* * *

عطار نہ بود خدا بود خدا بود
او پاک وجود آنکہ خدا بود خدا بود

* * *

آشکار و نہاں دل و جاں را
کرد پُر جوش و مست عبدالحق

* * *

درد و عالم بادشاہ عشق سیّار آمدہ
گہ بمومن کہ بمسلم گہ بکفّار آمدہ
نعرۂ اناالحق زدہ منصور برسردار شد

تیغ عشق ناگہاں بر شیخ عطار آمده
تاکه از لاہور سرمد رفت و در دہلی رسید
سر برانیده زخود تکرار بیقرار آمده
در طریقے عاشقی صنعاں برفتن خویشتن
کرد صبح برطرف در زیر زنار آمده
شاه شرف الدین قلندر بوعلی سردار عشق
یار قاتل او یه بیں از ملک تاتار آمده
نجم الدین کبرو عبدالله ہردی ہردو یار
قتل گشته آں زنیزه عشق درکار آمده
عشق سلطاں واقع باشمس تبریزی شده
پوست از جسمش جدا کرده بدیدار آمده
در خراساں بود عاشق نام عبدالخالقش
اوکه در مجموع علماء واں گرفتار آمده
خواجه بو العباس بامنصور بوده ہم رفیق
اندریں میران عشقش با یار آمده
شیخ ہیکل بود در بغداد شاگرد حلاج
دست شست از زندگانی پس به سردار آمده
صوفی شاه عنایت در سواد سند بود
اوازآں شمشیر عشق بس نگو سار آمده
من کریمم من رحیمم شاه کرمل دم زده
آشکارا من کیم او خود باقرار آمده

* * *

بنشیں دوام ہمچو گدا بردار حبیب
اے آشکارا باش غلام از غلام ہا

2-رازنامہ

سچل سرمست کی یہ فارسی مثنوی جذبہء مستی، سوز و گداز، رقت و جدائی، فنا و بقا، جلوۂ عبودیت، استغراق، تجلیات معرفت اور ذوقِ فنافی الوجود سے لبریز اور معمور ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

از سر دردش بگفتم نامہ را
حکم شد از حق تعالےٰ خامہ را
"راز نامہ" نام کردم ایں کتاب
ہر کہ میخو اند شود او کامیاب
درد عشقے اندراں کردم بیاں
ایں بیاں ازدل شدہ نے از زبان
نو خیال است یں خیالت رابیاب
از سر توحید تا نوشی شراب
عاشقاں سرہا درایں رہ باختند
نے ز مسئلہ نا مہار خواستند
پہلواں شو اندریں میداں در آ
بگذار از من ومادرایں چوگاں در آ
یکدے از خویشتن بیزار شو
بگذار از من واقف اسرار شو
گر تو ہستی خدا دور است دور
گر توئی باشی خدا گرد و ظہور

3- گدازنامہ

اس مثنوی میں ہجر و فراق کے افکار درج ہیں:

جسم و جاں در راہِ مولےٰ کن گداز

تاشوی درہرد و عالم سرفراز
کے شوی واصل بجزایں تن گداز
نے شوی تو جُز گداز آگاہِ راز
چوں جدا از آب شدگشتہ حباب
چوں حباب محوشد گردید آب
آں حباب از بحرچوں گرد و گداز
خود شود آں بحربا موج۔۔۔ دراز
چوں سہاگہ سیم را سازوگداز
عشق تن رامی کند ہم محو باز
خاص باشی جان و تن راکن گداز
عام را راہِ خدا روزہ نماز
کیستم، من کیستم، مَن کیستم؟
در تحیّرماندہ ام، مَن چیستم؟

* * *

آں خدا موجود در ہرجا ببین
آں خدا مشہور سرتا پا ببین
آں خدا موجود اندر سرمکاں
آں بود معبود اعیان و نہاں
"اسماء و الارض" باشدنوراو
نیست جز حق ذاکر، مذکر او
آں خدا موجود اندر کائنات
ایں ہمہ باشد صفاتِ پاک ذات
آمدہ ظاہر نیام مصطفےٰ
بایقیں دانستن است ذاتِ خدا

4- تارنامہ

داستان دیگرایں بشنو ز من
از شنیدن محو گرد و جان وتن
باز گوید باز گو از۔ مثنوی
مانمی گوئم گویا۔ او ۔ بود
مانمی جوئیم جویا۔ او۔ بود

* * *

جسم طنبورست تارِچوں زباں
می کند اَسرار مولیٰ راعیاں
تار جان و قلب راطنبور واں
ہشت از انگشت سر آید بیاں
ایں حقیقت تارچوں کردہ تمام
صبر خود خودشد زگفتن والسّلام

5-مرغ نامہ

جلوۂ حسن پدیدار
تجلّی در دیوار
دروں بیروں دلدار
بہر ذرہ دیدار
عیان است ہمہ اَسرار
من وسا بگذار
شراب ایں منصوری
از و شد مخموری
محوشد کنز و قدوری

کشف القلب و قبوری

بود ایں مزدوری
برہیدیم از دوری
آداب ایں جا شکستیم
ز مسائل بگذشتیم
ممبر تیغ بہ بستیم
بوداز عشق بدستیم
حقا کہ از خود رستم
سخن راست گفتم
اشک از دیدر وانم
کنم از درد بیانم
نہ ہمینم نہ ہمانم
ہمہ سرّ سُبحانم

6- عشق نامہ

آں خدا از عشق آدم آفرید
تا زمخلوقات اور ابر گزید
آں خدا اورا امانت عشق داد
در نہانش سرّ اسرار نہاد
خانہ آدم رانمود آباد کرد
بے چگونِ درچگوں امداد کرد
راست می گویم ولے گردد بیاں
ہست آں اسرار ور باطن نہاں
ہست آں آدم کجا آدم کجا
آں خدا موجود باشد جا بجا

7-رہبر نامہ

بشنوایں کیفیت حال را　　محوکن قیل دگر قال را
کیست ہماں کس کہ بیان میکند　　سرِّ ز اسرار عیاں می کند
گوینده اوست نہ گویا منم　　جو یندہ اوست نہ جویا منم
رہبر نامہ است عجایب کتاب　　آنکہ بر آورد ہمہ پردہ حجاب
اے تونباشی بودا و جا بجا　　ہم چپ وراست بہ بیں ہر کجا
ایں سخن و حرف نباشد زما　　گویا اوہست شنوائے حقیؒ
وصل ہمیں است از خود رفتی　　ہجر بود با خود رفتی
چوں تو خود رفتی او میشوی　　گر تو بخود ہستی دو میشوی

8۔وصلت نامہ

ابتدا اول بنام کردگار
خالقِ ہفت و شش و پنج و چہار
آں خداوندے کہ ہستی ذاتِ اوست
ہر دو عالم مصحف آیات اوست
آں خداوندے کہ آدم راز خاک
آفرید و داد اور اجانِ پاک
آں خداوندے کہ اشیار از جود
ہر کسے را درلبا سے و انمود
بعد ز آتش گفت بحر خود باش

سچل سرمستؒ کی اردو شاعری

تاریخ سندھ کے محقق پیر حسام الدین شاہ راشدی نے "اُردو زبان کا مولد سندھ" کے عنوان سے جو مقالہ تحریر فرمایا ہے اس میں انہوں نے سندھ کی اُردو شاعری کو حسب ذیل تین مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے:

پہلا دور	1700ء سے	1747ء تک
	1112ھ سے	1160ھ
دوسرا دور	1747ء سے	1843ء تک
	1160ھ سے	1259ھ
تیسرا دور	1843ء سے	1900ء تک
	1259ھ سے	1318ھ

اس کے بعد سنہ 1900ء (1318ھ) سے آج تک دور جدید کے شعراء شامل ہیں۔

پہلا دور	1700ء سے	1747ء تک
	1112ھ سے	1160ھ

پہلے دور میں ہندوستان میں آبرو، مضمون، ناجی، مرزا مظہر جان جاناں اور شاہ حاتم وغیرہ شمار کئے جاتے ہیں اور اُس وقت سندھ کے اردو شعراء میں سے حسب ذیل حضرات کا نام زمرۂ شعرائے اُردو کی صف میں داخل ہے۔

1- سید محمود صابر رضوی اُستر آبادی

2- محمد سعید راہبر گوالیاری

3- میر علی جعفر بے نوا
4- سید فضائل علی خان بے قید
5- محسن الدین شیرازی
6- عماد الملک نواب غازی الدین خان فیروز جنگ
7- شیخ وڑویا درد
8- عبد السبحان فائز ٹھٹوی
9- سید حیدر الدین کامل
10- مخدوم محمد معین بیراگی
11- میر حفیظ الدین علی، وغیرہ

اسی پہلے دور میں سندھ میں حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی اور پنجاب میں حضرت بلھا شاہ جیسی نامور ہستیاں موجود تھیں۔

دوسرا دور 1747ء سے 1843ء تک
1160ھ سے 1529ھ

اس دور میں ہندوستان میں سودا، میر حسن، میر تقی، جرأت، انشاء، مصحفی، نظیر اکبر آبادی اور رنگین وغیرہ آجاتے ہیں اور سندھ میں:

1- میر علی شیر قانع
2- منشی پرسرام مشتری
3- سید ثابت علی شاہ
4- شاہو بن روحل فقیر
5- حضرت سچل سرمست
6- سید ضیاء الدین ضیا ٹھٹوی اور
7- نواب ولی محمد خان ولی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

پنجاب میں اُس وقت وارث شاہ کا دور دورہ تھا

تیسرا دور 1843ء سے 1900ء تک

1254ھ سے 1318ھ

اس دور میں ہندوستان میں میر ممنون، آتش، مؤمن، ذوق، غالب، ظفر اور حالی وغیرہ موجود تھے۔ اور سندھ میں 1- قادر بخش بیدل، 2- مخدوم عبدالکریم، 3- غلام حسین افضل سبز پوش ٹھٹوی، 4- صورت سندھی، 5- سید غلام علی گداہاشمی، 6- ہزہائنس میر علی خان بہادر، 7- مخدوم ابراہیم خلیل ٹھٹوی، 8- محمد زماں حبیب، 9- قاضی غلام علی جعفری طیاری، 10- پیر حزب اللہ شاہ تخت دھنی، 11- محمد یوسف خان ظہیر، 12- ابراہیم شاہ صوفی، 13- نظر علی فقیر کنڈڑی ریاست خیر پور والا، 14- فتح سندھی، 15- بہادر سندھی، 16- ہزہائنس میر عبدالحسین خان سانگی، 17- سید غلام محمد شاہ گدا، وغیرہ سندھی اور فارسی شاعری کے ساتھ اُردو کو بھی بام عروج تک لائے۔

اس تیسرے دور یعنی 1900ء مطابق 1320ھ کے بعد سندھ میں اُردو شاعری کا چوتھا دور شروع ہوتا ہے جس میں "انجمن ترقی اُردو" کی شاخ قائم ہوئی اور کراچی کو اردو کا مرکز بنادیا گیا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے وہی کراچی آج بھی اُردو زبان کا سب سے بڑا مرکز ہے۔

(مقالہ سید حسام الدین شاہ راشدی بعنوان "اردو کا مولد سندھ" مطبوعہ رسالہ اُردو کراچی)

پیر حسام الدین شاہ راشدی نے سندھ میں اردو شاعری کے جو ادوار مقرر کئے ہیں اُن کے مطابق حضرت سچل سرمست کو اردو زبان کے دوسرے دور کا شاعر کہا جا سکتا ہے۔ اُردو شاعری کا یہ دور جس میں سودا، میر حسن، میر تقی، انشاء، مصحفی، میر درد، جرأت، نظیر اکبر آبادی اور رنگین وغیرہ آجاتے ہیں 1747ء سے شروع ہو کر 1843ء پر جا کر ختم ہوتا ہے اسی دور میں سندھ کے اندر میر شیر علی قانع، منشی پرسرام مشتری ٹھٹوی، سید ثابت علی شاہ، شاہو بن روحل فقیر، سید ضیاء الدین ضیاء ٹھٹوی اور نواب ولی محمد خان لغاری جیسے اُردو زبان کے ممتاز شاعر ہو کر گزرے ہیں۔ مگر حضرت سچل سرمست اپنے جداگانہ رنگ اور تصوف کی مضمون آفرینی کے باعث سب سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ حضرت سچل سرمست 1739ء میں پیدا ہوئے اور 1826ء میں وفات پائی۔ اس کے مطابق ہم وثوق کے

ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے کلام پر ہندوستان کے اردو دور کے شعراء میں سے کسی کا بھی اثر نہیں پڑا کیونکہ جغرافیائی خواہ آمد و رفت کے لحاظ سے سندھ کا علاقہ اُردو زبان کے دوسرے دور کے مرکز لکھنؤ سے کسی بھی صورت میں وابستہ نہیں رہا۔ اور نہ تو حضرت سچل سرمست کے اردو کلام میں اُس دوسرے دور کے شعراء میں سے کسی شاعر کا رنگ اَور اسلوب بیان نظر آتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ حضرت سچل سرمست اردو زبان کے ابتدائی دور کے شعراء میں سے دلی دکنی (گجراتی) وغیرہ کے طرز اور انداز بیان سے متاثر ہوئے ہیں، قطعاً غلط ہے کیونکہ مضمون کے لحاظ سے اُردو شاعری کے ابتدائی دور میں حضرت سچل سرمست کے کلام کی طرح تصوف کا رنگ کسی دوسرے شاعر کے کلام میں نظر نہیں آتا۔

اردو زبان میں صوفیانہ شاعری کا سہرا حضرت خواجہ میر درد دہلوی کے سر پر جچتا ہے وہ اُردو شاعری کے دوسرے دور کے شاعر ہیں اور اپنے ہمعصروں سے ان کے کلام کا انداز بیان سب سے الگ ہے۔ لیکن ان کے متعلق بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے کلام نے کوئی حضرت سچل سرمست کو متاثر کیا ہوگا، کیونکہ باریکی تصوف، جدت طرازی، مضمون آفرینی، اسلوب بیان، سلاست و روانی جو حضرت سچل سرمست کے کلام میں موجود ہے وہ خواجہ میر درد کے کلام میں کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ البتہ یہ بات اور ہے کہ اہل زباں ہونے کی حیثیت سے خواجہ میر درد کے کلام میں فنی اعتبار سے زیادہ پختگی موجود ہے لیکن اس کے باوجود یہ ضرور کہنا پڑیگا کہ بہت افسوس کی بات ہے کہ حضرت سچل سرمست کا اردو کلام صحت لفظی کے مطابق اپنی اصلی صورت میں ہمارے یہاں نہیں پہنچ سکا اور اُس کے علاوہ ناقلوں اور کاتبوں کی بے توجہی اور یا تو سندھی رسم الخط اور اردو زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے اس میں لاتعداد غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اور ہزاروں صاف و شستہ غزلیں آج تک زیب قرطاس نہیں بن سکیں ورنہ آج حضرت سچل سرمست کا اُردو کلام ان عیوب سے بالکل پاک اور صاف نظر آتا۔ لیکن اسکے باوجود اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سچل سرمست کو ان کی نازک خیالی، مضمون آفرینی، سادگی، جوش، اصلیت، سلاست اور روانی نے جو شاعری کی جان ہیں اپنے دور کے دوسرے شعراء پر ہر طرح فوقیت دلا رکھی ہے۔ جس کا اعتراف چند مثالوں سے باآسانی کیا جاسکتا ہے۔

توحید وجودی کا مضمون صوفیانہ شاعری کا سب سے اہم اور ممتاز موضوع شمار کیا جاتا ہے اس میں تعینات کے پردے اُٹھ جاتے ہیں اور سالک کو ہر طرف وحدت ہی وحدت کا جلوہ نظر آتا ہے اور وہ "مُوتُوقَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْ" ہی میں حق کی بشارت سمجھنے لگتا ہے جسکے متعلق خواجہ میر درد فرماتے ہیں:

وحدت نے ہر طرف تیرے جلوے دکھادیئے
پردے تعینات کے جو تھے اٹھادیئے
ہوں کشتہء تغافل ہستیٔ بے ثبات
خاطر سے کون کون نہ اس نے بھلادیئے
چاہے وفا کرو نہ کرو اختیار ہے
خطرے جو اپنے جی میں تھے وہ سب اٹھادیئے

حضرت خواجہ میر درد نے زبان اور محاورے کے اعتبار سے اس مضمون میں بیشک جان پیدا کردی ہے لیکن چونکہ یہ تصوف کا ایک موضوع تھا اس لئے اس میں عشقیہ شاعری کا اثر اتنا جاذب نظر نہیں آتا۔ اس مضمون کو حضرت سچل سرمست نے اپنے مخصوص صوفیانہ رنگ اصطلاحات تصوف اور ہمہ اوست کے تخیل کے ساتھ سنوار سجا کر یوں پیش کیا ہے:

مُوتُوْ! میں ہے بشارت اس برہ کی اشارت
مرنے میں ہے صفاتی، پاؤ گے پھر حیاتی
ہوجا فنا، بقا میں اس حسن میں لقا میں
حق کی قسم تو حق ہے بن خاص، ذات ذاتی
اس شمع پر پتنگے، آئے ہیں کیا اچھل کر
ترسینگے[1] وہ نہ ہرگز جن کو ملی مماتی
منصور کا یہ قصہ معراج جان سارا
سولی پہ دیکھ لے تو اثبات کی ثباتی

---

1 ٹھہرینگے، رکیں گے۔

چشم محبوب کی تیر اندازی، محبت کا نیا خمار، دل کی غارت گری، بے پروائی اور لاابالی، محبوب کا خضر زیست کی حیثیت میں ساقی گری کرنا یہ سب چیزیں عشقیہ شاعری کے وہ خاص لوازمات ہیں، جن کو خواجہ میر درد نے تصوف کے قالب میں ڈھال کر تشنگان محبت کیلئے آب حیات مہیا کر رکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

دل کس کی چشم مست کا سر شار ہوگیا
کس کی نظر لگی جو یہ بیمار۔۔۔ہوگیا
بیٹھا تھا خضر آکے مرے پاس ایک دم
گھبرا کے اپنی زیست سے بیزار ہوگیا
چاک جگر تو سینکڑوں خاطر میں کچھ نہ تھے
دل کی طپش کے آگے میں لاچار ہوگیا

حضرت سچل سرمست نے اس مضمون کو بڑی سادگی اور سلاست کے ساتھ ادا کیا ہے۔ اگرچہ میر درد کے کلام میں کافی روانی موجود ہے مگر حضرت سچل سرمست کی آتش بیانی اور گوہر افشانی بھی کم نہیں۔ زبان آفرینی کے ساتھ ذرا نکتہ سنجی پر بھی غور فرمایئے۔ فرماتے ہیں:

کس کو میں یہ سناؤں وہ یار ہے خیالی
کب پوچھتا ہے مجھ کو وہ دوست لاابالی
دیکھو مرے عزیزو! کیا خوب دلربا نے
اس دل کو لوٹنے کی ترکیب ہے نکالی
ہاتھوں میں اُس کے لالی آنکھوں میں اس کی کاجل
بھر بھر کے پی رہا ہے وہ جام پر تگالی
میں اژدہا تھا سمجھا دیکھی جو پیچ پیچاں
رُخ پر لٹک رہی تھی بیدرد زلف کالی
کر کے وہ ناز عشوہ، عشاق میں ہے آیا
مدہوش ہو رہا ہوں، دیکھو یہ چست الی

بیچارہ اک نہیں میں آشفتہ دلرُبا کا
لاکھوں پہ چھا گیا ہے وہ حُسن لایزالی
آؤ گے لطف سے کب میری گلی اے جاناں!
دن رات در پہ تیرے، میں ہوں "سچل" سوالی۔

محبوب کی بے وفائی اور بے پروائی اور عاشق کی بیقراری اور انتظاری ایک عام موضوع ہے، جس کو ایک اہل زبان کی حیثیت سے خواجہ میر درد نے بڑی خوش اسلوبی اور لطافت کے ساتھ نبھایا ہے، لیکن ایک زبان داں اور مجذوب شاعر کی حیثیت سے حضرت سچل سرمست کی بلند پروازی اور جدت طرازی بھی کم نہیں۔ حضرت خواجہ میر درد فرماتے ہیں:

تم نے تو ایک دن بھی نہ ادھر گذر کیا
ہم نے بھی اس جہاں سے آخر سفر کیا
تیرے سبب سے اور بھی مجھ پر غضب ہوا
اے نالہ! واہ خوب یہ تونے اثر کیا
روتا ہے گرم جوشی مے یاد کر کے درد
آتش نے مجھ کو شمع کی مانند تر کیا

حضرت سچل سرمست نے عشق محبت کی اس محفل کو اپنی مستی اور مدہوشی کے ساتھ یوں سرشار فرمایا ہے:

ساجن مجھے پریم کا ساغر پلا گیا ، دیدی صراحی ہاتھ میں ساقی کجا گیا
مجھ کو تو دوست سے یہ توقع نہ تھی کبھی ، ڈھارس بندھا کے دل کو وہ کیونکر چلا گیا
دل لوٹ کر گیا تو نہ لوٹا کبھی یہاں ، بس اس طرح سے مجھ کو وہ دل سے بھلا گیا
اس دوست سے میں کیسے کروں شکوہ اے سچل! ، زخمی کیا جگر تو دوا بھی پلا گیا

ان مثالوں سے ثابت ہوتا کہ حضرت سچل سرمست کا اردو کلام ہر حالت میں ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ ماحول اور دوسرے کئی مقامی حالات کے مطابق ان کا کلام اپنی خاص نوعیت، طرز بیان، ادائیگی الفاظ کی بنا پر ہر حالت میں منفرد اور سادہ ہے اور اس

پر تنقید و تجزیہ بھی اپنے مخصوص ماحول کے مطابق کیا جاسکتا ہے۔

حضرت سچل سرمست کے اردو کلام میں اخلاق تصوف کیفیات قلبی اور حسن عشق کی واردات ہر حالت میں موجود ہے۔ اُن کے سندھی، سرائکی اور فارسی کلام کی طرح ان کے اردو کلام کی بنیاد بھی عشق حقیقی پر قائم ہے لیکن اسکے باوجود جہاں عشق مجازی کی کیفیت بیان فرماتے ہیں وہاں ان کے معیر کلام میں کہیں بھی کوتاہی نظر نہیں آتی مثلاً: آمد محبوب اور موجودگی وصل کے موقعہ پر دلی مسرت اور روحانی کیفیت کا اظہار یوں بیان فرمایا ہے:

آیا وہ یار آیہ کہتا ہوں حمدللہ
رخ دوست نے دکھایا کہتا ہوں حمدللہ
اس حال ناتواں کی پرسش بہت تھی اسکو
مجھ کو گلے لگایا کہتا ہوں حمدللہ
غفلت کے خواب میں تھادن رات میں پریشاں
الفت نے ہے جگایا کہتا ہوں حمدللہ
دیدار دلربا سے شاداں ہوا ہے یہ دل
دلبر نے غم مٹایا، کہتا ہوں حمدللہ
پہچان اے "سچل" تو صورت خیال والی
مرشد نے یہ بتایا ، کہتا ہوں حمدللہ

محبوب کے ہر جور و جفا پر راضی رہنا اور اسے محبت اور مہر و وفا کی واردات سمجھ کر شکر ادا کرنا اور اس بے وفا محبوب کے لاتعداد ظلم و ستم برداشت کرنے کے باوجود اُسے دل سے دعا دینا صرف عاشق صادق ہی کا کام ہے جسکے جذبات حقیقی کی تصویر حضرت سچل سرمست نے یوں کھینچی ہے:

کرتا ہوں اے استر سجن ہر باب شکرللہ
اس برہ نے کیا ہے بیتاب شکرللہ
تیرے جونین دیکھے حیرت میں پڑ گیا ہوں

تونے کیا ہے مجھکو بیخواب شکراللہ
کیا قول کیا یہ پارے کیا ورد کیا وظائف
بھولا ہوں جزم و شدّ و اعراب شکراللہ
وحدت کا اُڑکے آیا شہباز دل پہ میرے
اب مٹ چکے ہیں سارے آداب شکراللہ
ظاہر ہو یا ہو باطن اندر ہو یا ہو باہر
"سچل" ہے تجھ پہ لازم ہر باب شکراللہ

محبوب کے ناز و انداز اور عشوہ گری کو یوں بیان فرمایا ہے:

تیرے ہی ناز سے آنکھوں کے میں غلام ہوا
تیرا ہی عشق مرا پیشوا امام ہوا
کروں میں کس کو بھلا اپنے حال سے آگاہ
تیرے ہی درد سے قصہ مرا تمام ہوا
ترے غرور کا چرچہ ہوا زمانے میں
ہمارا گریہ وآہ و فغاں سے کام ہوا
کیا ہے دل پہ مرے عشق نے قیام اپنا
تمام نفل و فرائض کو اب سلام ہوا
کروں میں شکر خدا اور پڑھا کروں "الحمد"
"سچل" یہ عشق کا تحفہ عطائے عام ہوا

انتظار عشق کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے:

اس عشق میں عزیزو! ہر دم ہے انتظاری
آرام لُٹ چکا ہے دل میں ہے بیقراری
ہے زار زار رونا ہم عاشقوں کا شیوہ
ہو کیوں نہ پیش جاناں عجز و نیاز جاری

کیا خویش کیا قبلہ بیزار ہیں وہ سب سے
سر پر ہے عاشقوں کے الفت کا بھار بھاری
دلبر کے ہاتھ سے جو چھوٹا عذنگ خونی
دل پر بنا ہے آکر عاشق کے زخم کاری
اس شاہ عشق کا ہے "سچل" یہی تماشا
وہ جان و دل کا دشمن ہے عقل سے بھی عاری

حضرت سچل سرمست اپنی بود و باش کے لحاظ سے سندھ کے جس خطے سے تعلق رکھتے تھے اسکے متعلق سید حسام الدین شاہ راشدی اپنے مقالہ "اردو زبان کا مولد سندھ" کے اختتام پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اس مضمون کے اختتام سے پہلے میں سندھ کے ایک مشہور شاعر کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ شاعر شیریں بیان فرماں روائے ریاست خیر پور مرحوم میر علی نواز خان ناز تالپور کی ذات گرامی ہے۔ جنہوں نے سندھ میں سب سے پہلے اُردو زبان کو درباری زبان بنایا اور اپنی شاعری کے لئے بھی اُردو کو منتخب کیا۔ پنجاب کے مشہور افسانہ نویس حکیم احمد شجاع اور ابو الاثر حفیظ جالندھری اپنے بتدائی دور میں اسی دربار سے وابستہ تھے۔

سچل سرمست کا اُردو کلام

کافی(1)

گر صورت میں ہے آدم سراسر خود خدا ہو گا ، کبھی یونس کبھی یوسف کبھی وہ مصطفیٰ ہو گا
کبھی ماتم زدہ ہے وہ کبھی ہے بیچ عشرت کے ، کبھی اسم حسن ہے وہ کبھی شہ کربلا ہو گا
کبھی ہے صاحب عظمت کبھی ہنسنا کبھی رونا ، کبھی عیسیٰ کبھی موسیٰ کبھی وہ مرتضیٰ ہو گا
کبھی تھگلی کبھی گدڑی کبھی اطلس کبھی مخمل ، کبھی درویش اور پیدل کبھی وہ بادشہ ہو گا
کبھی رونا کبھی ہنسنا کبھی وہ رنج و راحت میں ، کبھی بدخواہ بدنیت، کبھی وہ آشنا ہو گا

کبھی موجیں کبھی لہریں کبھی اٹھنا کبھی گرنا
کبھی دریا کبھی کشتی "سچل" وہ نا خدا ہو گا

کافی(2)

کبھی صورت میں ہے آدم تو مظہر میں خدا ہو گا
کبھی کرار حیدر ہے کبھی شہ مصطفےٰ ہو گا

کبھی فرعون یا موسیٰ، چڑھا خود طور سینا پر
کبھی کافر کبھی ملحد کبھی وہ اولیا ہو گا

کبھی یعقوب اور یوسف کبھی عاشق زلیخا ہے
کبھی ہے مصر میں بکتا کبھی خود بادشہ ہو گا

کبھی خادم کبھی مرشد کبھی بادل کبھی بوندیں
کبھی صاحب سلامت ہے کبھی وہ رہنما ہو گا

"سچل" سچ صاف کہتا ہے اسی دلدار کی باتیں
وہی اندر وہی باہر وہی ارض و سما ہو گا

کافی(3)

اگر اثبات کو سمجھا نہ ہرگز تو گدا ہو گا
گدا گر تو نہیں ہرگز یقیناً خود خدا ہو گا

فنا کی بات باطل ہے اگر تو ہم سے سچ پوچھے
خدا ہے تو بقا باللہ نہ ہرگز تو فنا ہو گا

نہ جلوہ گاہ ہے ہر دو جہاں نے کوئی جلوہ ہے
تری جائے نظر ہے تو نظر خود لقا ہو گا

زمیں پر کیا فلک پر کیا دگر کیا عرش و کرسی پر
درد بیروں ہمہ ہرجا تو کلی جا بجا ہو گا

"ھوالاول ھوالآخر ھوا الظاھر ھوالباطن"
یہاں بھی وہ وہاں بھی وہ "سچل" پھر تو کجا ہو گا

کافی(4)

تو اپنی قدر کو پہچان سپہ سالار تو ہو گا
توئی اندر توئی باہر ہمہ اظہار تو ہو گا

عجب ہے بات باطن کی سنو باگوش دل منکر
یقیں کے دشت میں پہنچا تو سب اَسرار تو ہو گا

مٹادے وادیٔ دل سے دوئی دیدار کی دھن میں
طلب جس کو کیا تُو نے وہی تکرار تو ہو گا

اگر تو قدر نعمت سے رہا غافل تو رہنے دے
مگر جب خود کو پہچانا سدا سردار تو ہو گا

اگر منصور بن کر دہر میں مطلب کیا حاصل
"اَنَاالحَق" کہنے سے بیشک ہمہ دیدار تو ہو گا

جو ہے حلاّج سُولی پر ہوا فارغ وہ ہستی سے
نڈر بن کر "اَنا اَحمد" کہا اظہار تو ہو گا

کہاں کا تھا وہ اسکندر ہوا دنیا پہ جو قابض
جو جیتا ملک دل تو نے سکندر وار تو ہو گا

رموز "یسمع" "یبصر" تحقیق میں جو پہچانا
تعجب کیا یہ سچ تو ہے یکایک یار تو ہو گا

"سچل" کی ذات ہے معلوم جو سمجھا وہی ہے تو
نہیں کچھ دوسرا دلبر وہی دلدار تو ہو گا

کافی(5)

قاضی تم سے کیا کہوں وہ یار ہے موجہ دار ہوا
یار ہے موجہ دار ہوا۔ اک بحر ہوا ز خار ہوا

دیکھ اَلفِ کی گدڑی میں تو اوروں کو دیدار ہوا
جس کو اپنے دل کی سوجھی وہ نہ کبھی ہوشیار ہوا

سُرخی لال لبوں پر اُسکے رُخ بھی ہے محراب نما
جس نے دیکھا مست ہوا مدہوش ہوا میخوار ہوا

اس خاکی رنگ کی گدڑی میں ہے اور کوئی اسرار ہوا
خود کو چھپایا جبّہ میں اور خود سے خود بیزار ہوا

آیا اس چوگاں میں "سچل" نام لیا اس دلبر کا
سُولی پر وہ سوار ہوا اور مستی میں سرشار ہوا

کافی(6)

حیران ہوا حیران اس حُسن پہ میں حیران ہوا
دل کس پہ مرا نادان ہوا نادان ہوا نادان ہوا

ترے جلوۂ حسن سے ہر عاشق فرقت میں جلا کرتا ہے صنم
اس زہد وریاکاری سے مرا یکبارگی دل نادان ہوا

یہ غمزہ و ناز کی فوج کشی اے دلبر تیری خاص ادا
کیا دل پہ میرے جادو ہے کیا کیا تن من سب مستان ہوا

یہ زلف پڑی کیوں میرے گلے یہ پیچا پیچ اور مارسیہ
رُخ مجھ سے چھپایا کیوں تو نے جب تجھ پہ دل نادان ہوا

منصور ہو یا سرمد ہو صنم یا شمس الحق تبریزی ہو
اس تیری گلی میں اے دبر ہر ایک کا سر قربان ہوا

عشق کا تیرے ہے دعویٰ مسکین "سچل" کو میرے صنم
کیا خوب تری اس الفت میں مسکین سے میں سلطان ہوا

کافی(7)

اے یار تو نے سر دیا ترا نام تب عاشق ہوا
منصور نے جب سر دیا تب سوں ہے وہ الحق ہوا

اس عشق "اَنَاالحَق" کا یہی نعرہ لگا میدان میں
جب سِرّ خود ظاہر کیا ہر حال تو تارک ہوا

طالب ہے گر تو دوست کا آ عشق کے میدان میں
عاشق کہیں گے اُس کو ہم جو تیغ سے دو تک ہوا

ہے گریہ زاری عشق میں نے خواب نے آرام ہے
جس دل سے برہا لگ چکا سب سوں وہ لا تعلق ہوا

پیر مغاں کے آستاں پر تو پڑا رہ اے "سچل"
پروا ہے کیا تجھ کو ترا جب پیر عبدالحق ہوا

کافی(8)

"اَنَاالحَق" جب کہوں گا میں سر میدان آؤں گا
گلی اَب چھوڑ دلبر کی طرف دیگر نہ جاؤں گا

"اَنَا سِرّی" کہا ہے جب تو یہ معلوم ہوتا ہے
جہاں پہنچی نہیں خلقت وہاں کو تل کڈاؤں گا

نرد کر سر چلاتا ہوں خیال آتا ہے خانوں کا
بساط عشق کی بازی بلاشک میں لگاؤں گا

دوئی کا دین باطل ہے نکل باہر تو مذہب سے
یہ وحدت کا ہے حکم اب وار چپکے سے چلاؤں گا

"وَبی یسمع وبی یبصر" نشانی حق کی یہ پائی
"وبی ینطق" کو پہچانا تو سب باتیں بتاؤں گا

مقرر ہوں میسّر ہوں قدم باہر نہیں رکھتا
ملامت بھار ہے بھاری جو اب سر پر اُٹھاؤں گا

بتایا مجھ کو مرشد نے نہیں تو غیر حق ہر گز
"وَلَا مَوجُود الاھُو" یہ نقارہ بجاؤں گا

مجھے جب حکم ہوتا ہے بجا نوبت "اَناالحق" کی
اسی عالم میں برہے کا تماشا اب دکھاؤں گا

"ھوا ظاھر ھوالباطن" وہ حق موجود دوجگ میں
کہا سولی پہ جو منصور نے میں وہ کہاؤں گا

"سچل" تو سر معنٰی ہے جو کچھ دیکھا وہی پایا
دل و جاں عشق کی اس آگ میں یارو جلاؤں گا

کافی (9)

یارمرا ہر صورت رنگا رنگی آپ دکھائیگا
مُلاّ ہو یا قاضی ہو یا پھر سے تلک لگائیگا

حافظ بن کر حفظ کرے گا، پوتھی بھی وہ پڑھائیگا
جوگی بن کر جوگ کما کر گنگا پر بھی جائیگا

ہاٹ پہ آکر بیٹھے گا اور پھر سے بانگ سنائیگا
لوں لوں دے وچ لالی لاکے پیالہ عشق پلائیگا

شاہی نام جو آپ پہ دھر کر سارا دیس دبائیگا
مفتی بن کر فتوے دے کر سولی پر لٹکائیگا

کب کب پائے برہنہ بن کر کوتل پھیر کڈائیگا
ساگا چھوڑ سناسی پھر دا سامی نام سنائیگا

چوتا پھر لاہوتی چلدا دنیادار لٹائیگا
دست پہوڑا گلے جنبیلن پھر سے خیر دلائیگا

شیخ بزرگ مشائخ بن کر ظاہر ذکر کمائیگا
کب کب منہ پر خاک ہے ملتا پھر جامہ پہنائیگا
"سچل" کیوں نہ پچھانی صورت سار ایک سمائیگا
نوعا نو پوشاکاں کر کے دلبر اس جگ آئے گا

کافی(10)

آدم جس کا نام مولےٰ کون کہائیگا
پریم گرو دُھم دھام برہا برج بنائیگا
"اَنا احمد بلامیمی" اسی کریم کی شان رحیمی
کر کے قتل عام منکر یار منائیگا
خود شریعت اندر سائل کفر اسلام کے خود ہی مسائل
خود گنگا خود ہرنام حاجی بن بن آئیگا
اوّل ہے وہ ابہم بچّہ بعد میں پیر سیانا سچّا
زیرک مست مدام لاکھوں رنگ رچائیگا
کوچک شہر درازا تھانہ گرد وہاں پر اور میخانہ
خود ہے آری جام "سچل" نام بتائیگا

کافی(11)

جہاں بھی ہو گا حُسن کا حملہ عاشق کھینچ کر آئیگا
دین اور دُنیا چھوڑ کے دونوں، سارا جی جلائیگا
اوّل آخر عشق اُسی کو سُولی پر لٹکائیگا
علم و عقل اور شرم و حیا کو فوراً آکے اُڑائیگا

جگہ نہیں جہاں قدم بر بر کو تل عشق کڈائیگا
مہرا چوڑ خانے پر پہلے عاشق سر کٹائیگا

راز "اَنَاالحَق" سے دم بھر میں آخر بات بتائیگا
دوست کے ہاتھوں فکر اسی میں خود کو قتل کرائیگا

"موتواقبل ان تموتو" سارا حکم چلائیگا
کفرو دیں اور ملت مذہب "سچل" عشق لُٹائیگا

کافی(12)

ہاتھ پر لالی لگائی آج کیا درشن ہوا
زلف پر چیرا ہوا سر پر گل سوسن ہوا

یہ کہا معشوق نے الفت سے ہے تو بے خبر
ہاتھ میں تلوار ہے تیرا کہاں تن من ہوا

ہاتھ پر میرے لہو تھا عاشقوں کے قتل پر
ہے جگر سے خوں رواں آئیگا چین اس میں کہاں!
جو شہید ناز ہے اُس کا نہ کچھ مدفن ہوا

زلف ہے زنجیر ظالم دام بہر عاشقاں
جو پھنسا اس دام میں اس کا وہاں مدفن ہوا

آج ہے دن دیکھنے کا اب ہٹے رخ سے نقاب
نام پر تیرے "سچل" قرباں میرا تن من ہوا

کافی(13)

بازار میں یہ دیکھا میں نے عجب نظارا
بچوں کے ہاتھ میں تھا بلبل پھنسا بچارا

رسے سے اُسکے قابو تھے بال و پر تمامی
چھوٹا نہ تڑپنے سے لاکھوں اگر پکارا

میں نے یہ اس سے پوچھا بلبل بتا یہ مجھکو
چھوٹا ہے تجھ سے آخر کیوں کر چمن ہزارا

ہنس کر ہوا وہ گویا تجھکو خبر نہیں ہے
عاشق کا حال وہ ہے جو حال ہے ہمارا

سیکھے گا عشق جو بھی جھیلے گا وہ مصیبت
سر جاں صَنم پہ صدقہ "سچل" یہ جسم سارا

کافی(14)

آجاؤ تم اے دوستو دیکھو تماشا یار کا
اس وقت ہے ظاہر ہوا درشن مرے دلدار کا

کیا ہاتھ میں شمشیر ہے اور حُسن کی فوجیں بھی ساتھ
ہوتا ہے دیکھیں سر پہ کس کے گھاؤ اس تلوار کا

آنکھوں کے غمزے سے ہے لُوٹا دل ہمارا دوست نے
بس عاقبت دیکھیں گے ہم اک دن تماشا یار کا

اس عشق کی آتش سے دم بھرنے جلیگی کائنات
صرف میں مسکیں نہیں عاشق ترے انوار کا

کہہ کر "اَنَاالحَق" شوق سے منصور سولی پر چڑھا
اس وقت سے میں ہوں "سچل" طالب اسی خمار کا

کافی(15)

ساجن پریم کا مجھے ساغر پلا گیا
رہ گئی صراحی دست میں ساقی کجا گیا

ایسی نہ تھی امید یہ دلبر نے کیا کیا
دل کو دلاسا دیکے وہ دلبر چلا گیا

زخمی ہوا ہوں بخشدو در پر پڑا ہوں میں
دلبر کماں سے تیر خدنگی لگا گیا

دل لوٹ کر مرا نہیں جھانکا مرے طرف
مجنوں بنا کے مجھ کو وہ دل سے بھلا گیا

طاقت نہیں زباں میں ہوں خاموش اے "سچل"
زخمی کیا جگر کو وہ نشّہ پلا گیا

کافی(16)

آنے کا تیرا مجھ کو ہے انتظار ہونا
رخ دیکھنے کو تیرے دل بیقرار ہونا

اس دل میں درد نے ہے کیا شور و شر مچایا
فرقت میں تیری رونا ہے بار بار ہونا

سُولی پہ چڑھ رہا تھا منصور درد و غم سے
پی کر شراب مستی خونی خمار ہونا

یہ چشم ہے شکاری کرتی ہے قتل مجھکو
تجھ کو ہے عاشقوں کا شوق شکار ہونا

تجھ بن رہی نہ طاقت مجھ میں مرے سریجن
روزِ ازل سے یوں تھا بےاختیار ہونا

آہوں سے عاشقوں کی تیرا کنارا کرنا
ہے آگ عشق کی میں شور خمار ہونا

"سچل" غریب کیا ہے آشفتہ اس صنم کا
درشن کو عاشقوں کا لاکھوں ہزار ہونا

کافی(17)

میری آنکھوں نے اے دلبر عجب اسرار دیکھا تھا
میانِ ابر اس خورشید کا انوار دیکھا تھا

جلایا طور سینا کو تھا جس تیری تجلی نے
ترے کوچے میں اس انوار کو اظہار دیکھا تھا

حذر حاصل ہوا تھا جس جگہ ان علم والوں کو
وہاں میں نے وہی نور مبین اظہار دیکھا تھا

تھا بالکل نامناسب صرف ذرہ پر نظر کرنا
نشانِ ذوالفقار اظہار درانوار دیکھا تھا

مرا تو کام تھا اس ہادی و رہبر کی صورت سے
اُسی صورت کا میں نے ہر جگہ دیدار دیکھا تھا

برابر ہیں بہر جا جس طرح سورج کی یہ کرنیں
بہر مظہر اسی انداز سے انظار دیکھا تھا

جو آیا تھا وہاں سے ایکبار اس بزم رنداں میں
نہ اس مدہوش کو ہم نے کبھی ہشیار دیکھا تھا

کہا اکبار اُس نے بالیقین کلمہ اناالحق کا
رہ اسرار میں منصور کو بردار دیکھا تھا

کنارا تھانہ جس کا میں "سچل" اس بحر سے آیا
نگوں مار اُس میں ہر اک طالب دیدار دیکھا تھا

کافی(18)

میں عشق کا بیمار ہوں اب چھوٹنا مشکل ہوا
دیکھا جو میرا درد افلاطون لایعقل ہوا

یہ درد تیرے عشق کا مجھ کو غنیمت اے صنم!
شب کے اندھیرے میں مرا مشکل کشا مشعل ہوا

جس سے فرشتوں اور فلک دھرتی نے بوئی تھی "ابا"
وہ بار بھاری عشق کا آدم پہ کیوں نازل ہوا؟

اے دوست! تو آتا نہیں میری شفا کے واسطے
اس درد میرے کی دوا آنا ترا اک پل ہوا

جب درد غم دل کو لگا پوچھی نہیں تونے دوا
اس درد سے سارا "سچل" مقصد مرا حاصل ہوا

کافی(19)

تیرے ہی ناز سے آنکھوں کے میں غلام ہوا
تیرا ہی عشق میرا پیشوا امام ہوا

کروں میں کس کو بھلا اپنے حال سے آگاہ
ترے ہی درد سے قصہ مرا تمام ہوا

ترے غرور کا چرچہ ہوا زمانے میں
سبھی نے گوش میں دیں انگلیاں یہ کام ہوا

کیا ہے دل پہ مرے عشق نے قیام اپنا
مرا فرائض و سنت کو اب سلام ہوا

کروں میں شکر خدا اور پڑھا کروں "اَلحَمدُ"
"سچل" یہ عشق کا تحفہ ترے ہی دام ہوا

کافی (20)

اس دردِ دل سے بیشک تو باخبر رہے گا
اس عشق میں تو عاشق سُولی پہ چڑھے گا

اس حسن سے اے عاشق دیوانگی ہے لازم
اس پیچ زلف میں ہی دل عشق سے اُڑیگا

لو شاہ حسن آیا غمزوں کی فوج لے کر
نازو ادا کا لشکر عاشق ہی سے لڑے گا

اُس شاہ عشق نے ہی دل میں مکاں بنایا
اسلام و کفر کو وہ اب زور سے تڑیگا

نینا کے دیکھنے سے آہو خراب ہوگا
یہ چاند ہر ستارہ سجدہ "سچل" کریگا

کافی(21)

برہا ہے سب مشکل بازی کون رے ہاتھ لگائیگا
جس نے ہاتھ گایا اُسکو سارا ہوش گنوائیگا

نام و نشاں سے بن کے یگانہ دلبر اس جگ آئیگا
عشق کی اُسکے ہے یہ نشانی دین اور کفر اُڑائیگا

برہ نے جس کا ہاتھ ہے پکڑا سر اُس کا کٹوائیگا
عشق کا ہے یہ عشوہ یارو سُولی پر چڑھوائیگا

دیکھنا ہے اب بعد میں اسکے کیسا رنگ بنائیگا
اسپ محبت دل کے اس میدان پہ وہ دوڑائیگا

"سچل" سوز فراق صنم کا نت نت رنگ دکھائیگا
غم کی فوجیں کریں گی حملہ مجھ کو برہ بچھائیگا

کافی(22)

کاگا نے یہ خبر سنائی یار مرے گھر آئے گا
آئیگا وَل جائے گا پھر تجھ کو برہ بچھائے گا

یار مرا غیور اَزل سے عاشق کو آزمائے گا
پہلے اپنا مکھ دکھلا کر پھر سے ہجر اڑائے گا

دَم دَم دوست دلاسا دیکر غم کا جام پلائے گا
کس دن آپ دکھائیگا پھر کس دن آپ چھپائے گا

"سچل" تجھ کو دلبر اپنا خود دیدار دکھائے گا
جب تب اَوّل آخر ساجن پاؤں ترے در پائے گا

کافی(23)

ہے عشق میں یہ حالت
نہ تصدیع نہ راحت

نہ کوئی یہ نہ کوئی وہ
نہ کوئی صفت نہ صنعت

نہ کوئی ذکر نہ کوئی فکر
نہ کوئی کشف و کرامت

نہ کوئی غم نہ کوئی دم
نہ کوئی عیش نہ عشرت

نہ کوئی جسم نہ کوئی روح
نہ کوئی شکل و نہ صورت

نہ کوئی سُکھ نہ کوئی دُکھ
نہ کوئی ہوش نہ حسرت

نہ کوئی عبرت نہ کوئی غیرت
نہ حیرانی نہ حیرت

"سچل" سچ ہے سچ ہے سراسر
سچ میں ہر دم راحت

کافی(24)

میری یہ جاں قرباں ہے دلبر ترے دیدار پر
واقف ہے میرے حال سے تو خوش لقا و خوب تر

آنکھیں تری ہیں پُرستم میں پھر رہا ہوں دربدر
جب تیر مژگاں چھٹ چکے میں نے کیا سینہ سپر

بس صرف میں مسکیں نہیں الفت تری سے بے خبر
ہیں قید دام زُلف میں دارا سکندر پیشتر

لقمان افلاطون ہوچکے دیوانے تیری دید کے
اے دوست اس سنسار میں آئینہ ہے تو سر بسر

اسکو خبر اس راز کی ہے عشق کا جس پر اثر
سر دے "سچل" اس راہ میں مقصد میں ہو جا کام گر

کافی(25)

جگت آدھین پھر تو کا ہے کو نہ جانے
جس گھر تیرا بھیر ہوا تھا جل پل کوئل ڈھیر

آپ میں سادھو آپ پچھانو ہمری ذات آدھین
بھوَ ساگر میں کھیل ہمارا جانی تم کچھ جان بھی جانو

آئے سادھو ہستی کھائے ہمری ذات نشین
طالب ہنسی مکھ ماہ معانی جان سکے تو جانے

گرو کے چرن تو چیت اے سادھو سدھارو تو سدھین
پر ہمارا حق الحق جس گرنے راہ بتائی

آپ میں ڈھونڈھا آپ ہی رہ گیا "سچل" نام مسکین

کافی(26)

دلبر کے در پہ میں تو دیوانہ ہو رہا ہوں
یار و میں دو جہاں سے بیگانہ ہو رہا ہوں

یہ عقل و فہم اُسکے دیدار نے اُڑایا
زلفوں کے پیچ و خم میں مستانہ ہو رہا ہوں

محبوب آج سر پر چیرا ہے باندھ آیا
اُس شمع حسن کا میں پروانہ ہو رہا ہوں

آئیگا جوں وہ دلبر تیروں کی ہوگی بارش
سینہ سپر ہے "سچل" نیشانہ ہو رہا ہوں

کافی(27)

ملنے کو تیرے دلبر میں منتظر ہوا ہوں
ہے زر غلام تیرا، میں سر بسر ہوا ہوں

پھر دیکھ میری جانب، تجھ بن پھروں اُداسی
تیرے لئے گدا گر، میں دربدر ہوا ہوں

فرقت میں تیرے رونا دن رین ہم کو حاصل
"حَبلُ الوَرید" سے بھی میں بے خبر ہوا ہوں

امید لطف کی ہے، تجھ سے ہی عاشقوں کو
"لَاتَقنطوا من رحمت" میں بے خطر ہوا ہوں

سمجھا تھا دور ہم نے لیکن نہ دور ہو تم
تیرے کرم سے جاناں، میں در نظر ہوا ہوں

فریاد سن سریجن، بہر خدا "سچل" کی
آ دیکھ حال میرا، میں پُر شرر ہوا ہوں

کافی(28)

بلبل کو برہ پہنچا، آئی ہے رت بہاراں
فریاد وصل سیتی، کرتا جوں ہے قراراں

ہم حال اُس کوں پوچھا، عاشق گلوں کا تم سے
کہ وصل ہے یا فرقت، روتا ہے زار زاراں

منقار بیچ گل کے، نالے ہیں لاکھ تیرے
یہ کیا سبب ہے آخر، حاصل ہیں دکھ ہزاراں

اُس مجھ سوں پھر بتایا او بے خبر برہ کا
اس کام میں نہیں ہے، میرے لئے نگاراں

آئی نہ راس میری، فریاد اُس صنم کو
اس واسطے "سچل" میں چھوڑوں نہیں پکاراں

کافی(29)

کون ہے میرا خالق و مالک؟
خود ہی خود میں سمایا ہوں
چھوڑ افلاک زمیں پر آیا
عرش معلیٰ پر نہ سمایا
خود کا جلوہ خود کو بھایا
خود ہی خود میں آیا ہوں

اوّل سے نہ مکاں ہے میرا
لاحد ہوں، نہ نشاں ہے میرا
نام یہاں انسان ہے میرا
خود کا خود ہی سایہ ہوں

عشق کو میں نے جب پہچانا
خود کو پاک منزّہ جانا
خود ہی ناداں، خود ہی دانا
ذات وصفات میں آیا ہوں

چھوڑ چلا میں تخت ہزارا
ترک کیا کاشی کا دورا
میں تھا نورِ نبی کا نظارہ
کعبہ بن کر آیا ہوں

میں ہوں شمس الحق حقانی
خود حلاج کی رام کہانی
مُلّا قاضی میری نشانی
میں خود دار پہ چھایا ہوں

کوئی یہاں ماں باپ نہ میرا
حد سے لاحد میں ہے بسیرا
"سچل" میرا ہر جا ڈیرا
اپنا ہوں نہ پرایا ہوں

کافی(30)

کیسی یہ جمعیت ملی حیران ہوں ویران ہوں
گاہے پشیمانی میں ہوں گاہے بہت حیران ہوں

کعبہ کنشت اب دُور ہے منزل تو میری اور ہے
بدنام ہوں بدکار ہوں صورت میں گر انسان ہوں

ہنسا کبھی رونا کبھی، راضی کبھی تصدیع پر
تسبیح کی خواہش نہیں زُنّار پر خندان ہوں

نَے وِرد خواں نے متّقی زاہد نہ میں عابد بنا
مجنوں ہوں مفتون ہوں دیوانہ ہوں مستان ہوں

دین نہ میرا، ملت و مذہب سے بالکل دور ہوں
بدکار مؤمن میں نہیں اور نے کبھی میخانہ ہوں

پہنوں قبا کب اطلسی، خرقہ ہماری شان ہے
بلبل ہوں کب گل بوستاں، میں شمع میں پروانہ ہوں

قاضی نہیں مفتی نہیں، مُلاّ نہ ہوں میں محتسب
ملحد و کافر ہوں میں صاحب ایمان ہوں

صورت بشر کی ہے مری ظاہر گدا گر ہوں بنا
باطن کو پہچانو مرے سلطان ہوں سلطان ہوں

ایسی ہی دینداری سے میں بیزار ہوں بیزار ہوں
میں ہوں نہ غیر اللہ کبھی خنّان یا سُبحان ہوں

'سچل' نہ میرا نام ہے وہ نام میرا پاک ہے
میں تو سراپا عشق ہوں ہم گوئے ہم چوگان ہوں

کافی(31)

کرتا ہوں اے سریجن ہر باب شکر للہ
اِس بِرہ نے کیا ہے بیتاب شکر للہ

تیرے جو نین دیکھے حیرت میں پڑ گیا ہوں
تو نے کیا ہے مجھ کو، بے خواب شکر للہ

کیا قول، کیا یہ پارے، کیا ورد کیا و ظائف
بھولا ہوں جزم و شد و اعراب شکر للہ

وَحدت کا اُڑ کے آیا، شہباز دل پہ میرے
اب مٹ چکے ہیں سارے آداب شکر للہ

ظاہر ہو یا ہو باطن، اندر ہو یا ہو باہر
"سچل" سپرد تیرے، ہر باب شکر للہ

کافی(32)

آیا وہ یار آیا، کہتا ہوں حمد للہ
رخ یار نے دکھایا کہتا ہوں حمد للہ

اس حال ناتواں کی، پرسش بہت تھی اس کو
مجھ کو گلے لگایا، کہتا ہوں حمد للہ

غفلت کے خواب اندر، دن رین میں پڑا ہوں
برہے نے ہے جگایا کہتا ہوں حمدللہ

محبوب کی نگہ سے دل خوش ہوا ہے میرا
فرقت کا غم مٹایا، کہتا ہوں حمدللہ

پہچان اے "سچل" تو صورت خیال والی
مرشد نے یہ بتایا، کہتا ہوں حمدللہ

کافی(33)

آؤ سُنواے یارو، ہے عشق انتظاری
آرام ہے نہ پل بھر، ہردم ہے بیقراری

ہے زار زار رونا، یہ شیوہ عاشقوں کا
گاری گلے میں ہردم، عجز و نیاز جاری

کیا خویش کیا قبیلہ، سب سے جدا ہوا ہوں
ہم نے اٹھایا سر پر برہے کا بھار بھاری

ہاتھوں سے اس صنم کے چھوٹے خ خونی
جن سے ہوا ہے دل پر عاشق کے زخم کاری

وہ شاہ عشق آیہ دیکھو "سچل" تماشا
فرار ہوچکی ہے، اب میری عقل ساری

کافی(34)

کس کو میں یہ سنؤں وہ یار ہے خیالی
پوچھے نہ حال میرا کیوں دوست لا اوبالی

آنکھوں میں اُس کی کاجل ہاتھوں پہ اُسکے لالی
پیتا ہے خوب بھر بھر وہ جام پر تگالی

دیکھو اے دوستو تم، کیا خوب دلربا نے
اس دل کو لوٹنے کَی، ترکیب ہے نکالی

آیا نظر بشہیہل، مجھ کو وہ پیچ پیچاں
رُخ پر لٹک رہی ہے، ظالم یہ زُلف کالی

کر کے وہ ناز و عشوہ غشاق میں ہے آیا
مدہوش ہو رہا ہوں، دیکھو یہ چست چالی

بیچارہ اِک نہیں میں، آشفتہ اس صنم کا
حیراں ہوئے ہیں لاکھوں، کیا حسنِ لایزالی

بہر کرم تم آؤ، میری گلی اے دلبر
دن رین تیرے در پر، ہے سگ "سچل" سوالی

کافی(35)

مُجھ کو فنا کرے گی جاناں مری جدائی
آخر کروں گا جاکر، در در کی میں گدائی

اس ہجر سے میں تیرے دیوانہ بن چکا ہوں
مجھ کو ہوئی ہے حاصل الفت میں جگ ہنسائی

دو چار دن کا میلہ دوچار دن کی فرقت
تونے کہاں سے سیکھی یہ رسم آشنائی

کوچہ میں تیرے جاناں، ٹکڑے ہے دل "سچل" کا
سینے میں اُسکے نوبت بر ہے نے ہے بجائی

کافی(36)

"مُوتُوا" میں ہے بشارت اس برہ کی اشارت
مرنے میں ہے صفاتی۔ پاؤگے تم حیاتی

ہوجا فنا بقا میں اس حسن میں لقا میں
حق کی قسم تو حق ہے، بن جا تو ذات ذاتی

اس شمع پر پتنگے، آئے ہیں کیا اُچھل کر
ترسیں گے وہ نہ ہرگز، جن کو ملی مماتی

منصور کا یہ قصّہ، معراج ہے سراسر
سُولی پہ دیکھ لے تو، اثبات میں ثباتی

سمجھا "سچل" نے بیشک، مجھ میں ہے حق سمایا
جب سے ہے دل لگایا۔ دوئی رہی ہے جاتی

کافی(37)

اے دوست میرے دل کو، تیر نظر لگا ہے
میری یہی صدا ہے۔ اک جانتا خدا ہے

عاشق بچارہ کا دل، زخمی کیا ہے تونے
چیرا ہے تیرے سر پر ہاتھوں پہ بھی حنا ہے

شمشیر تیری عُریاں، خوں ریز ہے اے دلبر
تیر الم کے آگے۔ عاشق ہوا فنا ہے

زلف سیہ سے رخ پر شاہ و گدا میں شیدا
خوں خوار تیری آنکھیں اُنکا ستم بھی کیا ہے

اے جانِ جاں تو آجا۔ میری گلی بھی اِک دن
خاک قدم پہ تیری۔ یہ جان و سر فدا ہے

نازوں سے تونے مارا۔ عشاق کو اے ظالم
خون ریزی غریباں شاید تجھے روا ہے

تیرے ہی نام کا میں ہر دم رہونگا عاشق
روز ازل سے "سچل" درکا ترے گدا ہے

کافی(38)

اس درد نے اے دلبر-یوں بیخبر کیا ہے
مجروح میرے دل کو دریک نظر کیا ہے

ناحق مسافروں سے۔ آنکھوں کی ہے لڑائی
ہم نے گواہ اُن پر ہر شہر و برکیا ہے

ابروئے کج کماناں۔ مژگاں خدنگ باراں
ہم نے لو پیش جاناں۔ سینہ سپر کیا ہے

طالیس کیا افلاطون لقماں بھی قید ہوتا
اس زلف کے ستم نے سب پر اثر کیا ہے

میری گلی میں آنا۔ دلبر نے دی تسلی
وعدوں کا منتظریوں شام و سحر کیا ہے

تو اتنی بے نیازی۔ دلبر نہ کر "سچل" سے
کب اس گلی میں تونے کس دن گزر کیا ہے؟

کافی(39)

آنکھیں چمک رہی ہیں دل پر اثر ہوا ہے
محشر سے بھی زیادہ شورو شرر ہوا ہے

ناز و ادا سے آیا محبوب لا ابالی
زاہد کو حُسن سے کیوں بیجا حذر ہوا ہے

بہر تماشا جب بھی بازار کو گیا میں
آہوں سے میرے عالم زیروزبر ہوا ہے

ابروئے کج کماناں مژگاں ہیں تیر کاری
سینے سے میرے اُن کا فوراً گذر ہوا ہے

لاکھوں بشر ہیں حیراں، غربت میں صرف ہم کو
صبر و قرار حاصل شام و سحر ہوا ہے

ہے عشق حملہ آور دل لٹ گیا ہے میرا
آنکھوں کے سامنے جب اُس کا گذر ہوا ہے

آنکھوں میں شور دلبر تم ہم سے زور دلبر
اپنے ہی دل سے پوچھو۔ کس کا ضرر ہوا ہے

اے دوست اس "سچل" کا اب کون ہے معالج
تیری ہی تیغ سے تو زخمی جگر ہوا ہے

کافی(40)

عشقا اِمام میرا، دیگر امام کیا ہے؟
مے خانہ خود بنا ہوں جرعہ کا جام کیا ہے

میں یار یار ہوں خود کچھ بھی نہیں تفاوت
سمجھا اَنا معی۔ کو دیگر کلام کیا ہے

اُس جا ملائکہ بھی، میرے ہوئے سلامی
اب تو بتا اے قاضی۔ میرا سلام کیا ہے

"بی یَسمَع وبی یَبصر" یہ صدق دل سے جانو
وہ دوست ہر جگہ ہے اس کا پیام کیا ہے

تحقیق الحقیقت ساری ہے اُس خدا کی
سچل ہے جب وہ مالک، تو پھر غلام کیا ہے

کافی(41)

ہاتھ پر لالی لگائی، آج کیا اَسرار ہے
عاشقوں کا قتل ہو گا خون بھری تلوار ہے

خون ہے میرے ہاتھ پر اُن عاشقوں کے قتل سے
سر کٹاؤ تم بھی جبکہ عشق کا اظہار ہے

چھوڑ کر سَر کی تمنا، آمرے پاس ایک بار
اک نگہ سے کردوں واصل، یہ مرا اقرار ہے

بن "سچل" تو شوق کا پروانہ شمع حُسن پر
جوں ہوئی آتش خلیل اللہ پر گلزار ہے

کافی(42)

دل ناز سے نینوں نے لُوٹا، اور کیا اسرار ہے
بس، اب تو آجاؤ صنم، تیرا ہی یہ بیمار ہے

تیرے ہی غمزہ سے صنم، بے جان ہوں بے جان ہوں
خوبی ہے تجھ میں حسن کی، دل کو تجھی سے پیار ہے

اس دن دلاسایہ دیا، میں تجھ سے ہوں تو مجھ سے ہے
اے دوست پورا کر دکھا، تونے کیا اقرار ہے

در در پھروں اس درد سے ہائے میں عاجز ناتواں
دل ہاتھ سے میرے گیا، تیرے گلے کا ہار ہے

وہ تار تیری زلف کا عاشق پھنسا ہے بیچ میں
اب چھوٹنا مشکل "سچل" شکر خدا صد بار ہے

کافی(43)

سنورے آج سر مورے برہ باران آیا ہے
کرم کر کے صدف پر، قطرۂ نیان آیا ہے

زلیخا کی طلب تھی ور تمنا تھی تو بکنے۔۔۔ کو
گلی میں مصر کی وہ دوست از کنعان آیا ہے

برائے خواہش اُلفت، ظہورا کر کے وہ بے چوں
اسی دنیا میں وہ دلدار بن انسان آیا ہے

گلابی رنگ کا چیرا ہے سر پر، زلف شانوں پر
برائے قتل مشتاقاں وہ مع طولان آیا ہے

تجلی دیکھ کر موسےٰ، ہوا مدہوش مستی میں
پلٹ کر پھر شعاع شمع پر پروانہ آیا ہے

"سچل" کر گوئے سر میداں یہ سر بھی دے سریجن کو
کہ شاہِ حُسن حملوں سے سرچوگان آیا ہے

کافی(44)

یہ تاؤ نوش نوشاں مجروح کی دوا ہے
عشاق کے لئے تو یہ اصل سے شفا ہے

یہ ہے طریقہ مشکل، آساں نہیں جو سمجھو
دَم عشق کے میں یارو، صد جور صد جفا ہے

سر کی نہ کر تمنا، جب راہِ عشق پوچھی
یہ قتل عاشقوں کا اُلفت میں ہی روا ہے

اسکو خبر نہیں ہے، اس قرب کی اے یارو
جو شخص ہے یہ کہتا، معشوق بے وفا ہے

آشفتگاں ہزاروں، قُربان سر کریں گے
سچل بچارا مسکیں درگاہ کا گدا ہے

کافی (45)

مجھ کو تیرا جادو لگا، نے صبر نے آرام ہے
تیری طرف سے اے صنم، نے خط ہے نے پیغام ہے

آتش لگادی جان میں، فریاد پر فریاد ہے
مرتا ہوں تیرے ہجر میں، یہ سوز، اک صمصام ہے

اس حال اپنے کی خبر کس کو سناؤں اے صنم
جنجال ہے یہ زندگی مرنا ہی میرا کام ہے

یارُخ سے بُرقع دُور کر، یا خون تری گردن پہ ہے
بس تم ہو میری خون بہا، دل کو ہوا الہام ہے

آنکھوں میں جادو ہے تیری لوٹا ہے تو نے دل مرا
ہے زُلف کی وہ پیچ میں، اس پر "سچل" یہ دام ہے

کافی (46)

عشق کا شہباز معشوقاں میری طرف اُڑایا ہے
علم عقل تے شرم وحیا کوں اک طعمہ کر کے کھایا ہے

مرغ ادب کی تاب تسی کُوں، لیکن آپ چھپایا ہے
مائی باپ نہ اُس کا کوئی، نہیں کسی کا جایا ہے

عرش و کرسی آرام نہ اس کوں تھا کہ اوپر پاؤں پایا ہے
درد منداں کے دل پر آشیاں، عشق شہباز بنایا ہے

رہتی نہیں ہے کوئی طاقت تس، جس جنگل باز لگایا ہے
دونوں جگ ایک اُسکے پرے "سچل" پر بھی چھایا ہے

کافی (47)

حق پاک ہے حَق پاک ہے
حَق صاحبِ افلاک ہے
گہ خُرّم وبے باک ہے
گہ غم زدہ غمناک ہے

گہ وَحی کو فرماں ہے، یہ
لے آمرے محبوب کو
صدعزّوعظمت سے چلا
وہ صاحبِ لولاک ہے

یاور یتیموں کا کبھی
گہ حیدر کرار ہے
گہ صاحب دُلدُل ہے وہ
گہ زینت افلاک ہے

گہ واعظِ شرع مُبیں
گہ خمر خانہ میں مکیں

گہ خاک آلودہ ہے وہ
گہ دست درفتر اک ہے
گہ حُسینؑ و گہ حَسنؑ
گاہے ہے رنگیں پیرہن
گہ سُرخ و سبزہ بَربدن
گاہے وہ خوش پوشاک ہے

کافی (48)

سَجَن بارِ محبت لیکے اس عالم میں آیا ہے
سیہ لالی سفیدی کا برابر رنگ لایا ہے
کبھی مؤمن کبھی مسلم، کبھی کافر کہایا ہے
کبھی مُلاّ کبھی قاضی کبھی بامن بتایا ہے
نہ جانے اس مُعمّا کو یہاں اُس نے بھلایا ہے
"خلق الانسان علیٰ صورَتہ" یہ کس نے کہہ سنایا ہے
کبھی منصور بن کر خود کو سُولی پر چڑھایا ہے
زلیخا بن کے یوسف مصر کا والی بنایا ہے
"سچل" کی وصف میں ساجن یہی انچھر لایا ہے
یہی نکتہ تو لاکھوں میں کسی اک نے بتایا ہے

کافی (49)

مجھ کو بتا تو قاضیا کیسا تمہارا کام ہے
تجھ کو کتابوں کی خوشی میرے لئے ماتام ہے

عاشق جلادے آگ میں سارے کتابوں کے ورق
اک نام میرا یاد کر یہ دوست کا پیغام ہے

مجھ کو تو مارا ہجر نے کہتا ہے تو آپڑھ کتاب
گھر میرے اُس محبوب کی آمد کا یہ انجام ہے

کیوں سہو کا سجدہ کرے وہ عشق ہے جس کا امام
دَم بھر بھُلانا دوست کو نے عاشقوں کا کام ہے

کیا نیک نامی ہے تری اس عشق میں اے بے خبر
تیری جماعت میں ترا برہا بہت بدنام ہے

آخر یہ مطلب پالیا مرشد نے یہ ہم سے کہا
بن عشق دلبر کے "سچل" کیا کفر کیا اسلام ہے

کافی(50)

جز عشق بیجا زندگی
یہ زندگی شرمندگی

1۔ جو عشق سے پر دَرد ہے
رویت اُسی کی زَرد ہے
ہر دو جہاں میں فرد ہے
در عاشقاں وہ مرد ہے

2۔ عاشق ہے وہ جو غم کرے
فکر فنا ہر دم کرے
دن رات یہ ماتم کرے
آنکھوں میں وہ آگم کرے

3- یہ عشق عجب آفات ہے
در کشف بیجا بات ہے
کیا تقوےٰ وطاعات ہے
ان سب میں مرجوعات ہے

4- یہ عشق ہی بدنام ہے
باطن سے کلی کام ہے
نے صبر نے آرام ہے
صبح و شام ماتام ہے
اس عشق میں آزار ہے
مشتاق پر اظہار ہے
سینہ پُر از اسرار ہے
اب تو "سچل" سردار ہے

سچل سرمستؒ کی سرائیکی شاعری

سرائیکی زبان

کئی صدیاں پیشتر سندھ پنجاب اور کشمیر کے باشندوں کے ایک دوسرے کے ساتھ گہرے تعلقات تھے۔ کافی مدت تک کشمیر اور پنجاب کے علاقے بھی سندھ کی راجدھانی میں شامل تھے اس لئے سندھی، پنجابی، ملتانی، سرائیکی اور کشمیری زبانیں آج بھی ایک دوسرے کے ساتھ کافی ملتی جلتی ہیں۔

"سندھی زبان کی تاریخ" کے مصنف بھیرو مل مہرچند آڈوانی کی یہ رائے ہے کہ:

> "سندھ کے بالائی حصہ اُباوڑو (ضلع سکھر) کی طرف سرائیکی یا اُبھے کی بولی۔ سندھی سے الگ رنگ اختیار کر کے بہاولپور کے علاقے میں تبدیل ہو کر ملتانی زبان سے جا کر ملی ہے ملتانی زبان وہ زبان ہے جو لاہور اور امرتسر کی طرف غیر معمولی طریقہ پر تبدیل ہو کر پنجابی کے ساتھ جا کر ملی ہے۔ اس لئے اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ سرائیکی یا ملتانی زبان ہی سندھی کو پنجابی سے ملاتی ہے۔"

بھیرو مل کی اس تحقیق اور سید سلیمان ندوی کے نظرئے "سندھ میں اردو" کے مطابق یہ بات متشرح ہوتی ہے کہ مسلمان ہندوستان میں سب سے پہلے سندھ میں آئے اسلامی لشکر میں مختلف قوموں نے شمولیت کی اور اسی وجہ سے اردو کا مجسمہ بھی سندھ اور پنجاب کے علاقے ملتان میں تیار ہوا۔ دراصل یہ ایک قدیم مشترکہ زبان ہے جو مغربی پاکستان کے مختلف اضلاع میں قدیم علاقوں، قدیم شہروں اور قدیم قبیلوں کے نام کی

مناسبت سے یاد کی جاتی ہے۔ مثلاً: پنجاب میں پنجابی، لاہور میں لاہوری، پوٹھار• میں پوٹھاری، ملتان میں ملتانی اور سندھ میں سرائکی اور دوسرے کئی نام ایک ہی مقامی زبان کے ہیں۔ صرف لب و لہجہ کا فرق ہے یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سرائکی زبان مغربی پاکستان کے کافی حصّے تک پھیلی ہوئی ہے اور ایک وسیع ادبی زبان کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ ایک عینی مشاہدہ ہے کہ سندھ کے دیہاتی جب بھی کسی اردو دان سے گفتگو کرتے ہیں تو سرائکی زبان کو اُردو سمجھ کر اُسے باہمی گفتگو کا ذریعہ بناتے ہیں جس پر اُردو دان طبقہ کو اُردو زبان کی وسعت اور عام فہم ہونے کا مغالطہ ہوتا ہے دراصل یہ وسعت سرائکی یا ملتانی زبان کی ہے۔

سندھ کی سرائکی زبان پر ضلع ڈیرہ غازی خان کی زبان کا کافی اثر ہے۔ سندھ کے مشہور تاریخی اور سرحدی شہر کشمور میں اکثر ڈیرہ غازی خان اور کوٹ مٹھن شریف کی سرائکی زبان بولی جاتی ہے، سندھ، بہاولپور اور خیر پور کی سرائکی زبان میں فرق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ سارے علاقے ایک ہی حد کے اندر شامل ہیں۔

ڈاکٹر ٹرمپ کی رائے

ڈاکٹر ارنیسٹ ٹرمپ نے اپنی تصنیف "سندھی گرامر" میں لکھا ہے کہ:

> "شمالی سندھ کی زبان سرائکی ہے۔ یہ میری ذاتی رائے نہیں بلکہ وہاں کے لوگوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔
>
> ضلع تھرپارکر کے علاوہ سندھ کے دوسرے ضلعوں میں سرائکی زبان کے کافی نمونے ملتے ہیں۔ یہ زبان سندھ کے لوگوں کو ڈیرہ غازی خان کے لوگوں سے ملاتی ہے لیکن یوں سمجھنا بھی بالکل غلط ہے کہ شمالی سندھ میں صرف سرائکی ہی بولی جاتی ہے بلکہ وہاں سندھی بولنے والوں کی بھی اکثریت ہے (یعنی وہاں بیک وقت دونوں زبانیں بولی جاتی ہیں)"

• پوٹھوہاری

گریرسن کی رائے

گریرسن کی مشہور تصنیف لنگوسٹک سروے آف انڈیا میں دو مقامات پر سرائکی زبان پر کافی بحث کی گئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ سندھ تین حصوں میں تقسیم ہے 1۔ لاڑ، 2۔ وچولو، 3۔ سَرا، وچولے (درمیانی حصہ) میں جو زبان بولی جاتی ہے۔ اُسے دوسری زبانوں پر فوقیت حاصل ہے یہ زبان سندھ کے تعلیم یافتہ طبقے میں مستعمل ہے اکثر ادبی کتابیں اسی زبان میں لکھی جاتی ہیں اور اسے ایک صاف اور شستہ زبان تسلیم کیا جاتا ہے۔

"سندھ کے شمالی حصے میں سرائکی زبان بولی جاتی ہے "سرائکی" کا لفظ "سَرا" سے مشتق ہے "سَرا" کے معنی ہیں شمالی حصہ کی زبان۔ اس میں زبان کا مغربی پنجاب کی زبانوں سے گہرا تعلق اور اُسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک "سندھی سرائکی" اور دوسری "لہندا سرائکی۔"

سرائکی زبان کی وسعت

سرائکی زبان پشاور سے لے کر مکران کے ساحلی علاقے اور ایران کی سرحد تک بولی اور سمجھی جاتی ہے اس زبان کو ملتان میں ملتانی، بہاولپور میں بہاولپوری ڈیرہ اسمٰعیل خان اور ڈیرہ غازی خان میں ڈیرہ والی ضلع جھنگ اور ضلع میانوالی میں جھنگ میانوالی کی زبان اور سندھ میں سرائکی کہا جاتا ہے۔ شمالی سندھ میں اس کو کہیں کہیں "بلوچکی" اور "جتکی" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہاں کے بلوچ اور جَت قبائل کے اکثر لوگ سرائکی بولتے ہیں۔

سرائکی کے دوسرے نمونے کو "اُبھے دی بولی" (شمالی زبان) کہتے ہیں۔ کیونکہ پنجاب کا جنوبی اور سندھ کا شمالی علاقہ۔ بہاولپور کی حد سے لے کر سندھ کے شمال مشرقی حصے اباوڑو اور گھوٹکی تک "اُبھا" کہلاتا ہے۔ "'اُبھے" کی زبان اُباوڑو، گھوٹکی اور میرپور ماتھیلو میں رائج ہے جہاں تقریباً دس ہزار بلوچ بہاولپور سے آکر آباد ہوئے ہیں اور اُن کی مادری زبان

سرائکی ہے۔

تقسیم سے پہلے کراچی، حیدرآباد، بھاگ ناڑی، جیکب آباد اور شکارپور کے بھاگی، ناڑیوال، چھاٹی روپاہی، اور دوسرے ہندو جو اصل قلات کے باشندے تھے اُن کی مادری زبان بھی سرائکی تھی۔ سرائکی یا اُبھے کی بولی کا پنجاب کی لہندا زبان سے جگری رشتہ ہے اور دونوں میں کوئی خاص امتیاز نہیں۔

"پنجاب میں اُردو" کے مصنف پروفیسر محمود شیرانی نے پنجابی زبان کی وسعت پر کافی بحث کی ہے اُن کا کہنا کہ:

پنجاب ملک کی زبان جس کو آج کل پنجابی کہتے ہیں۔ اس کو امیر خسرو نے لاہوری کہا ہے ابوالفضل اُسے ملتانی کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یورپ کے مؤرخوں نے اس زبان کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ 1- مشرقی پنجابی، 2- مغربی پنجابی اور اسی طرح انہوں نے مغربی پنجابی کو لہندا (سرائکی) بھی کہا ہے۔

ان مؤرخوں نے مشرقی پنجابی کو مغربی ہندی سے ملا چھوڑا ہے اور لہندا کو سندھی اور کشمیری کا رشتہ دار شمار کیا ہے۔ مگر پنجابی باشندے یہ بات تسلیم نہیں کرتے، ان کا یہ کہنا ہے کہ پنجابی اور لہندا (سرائکی) ایک ہی زبان ہے اور ان میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف مختلف اضلاع کی مقامی خصوصیات کی وجہ سے۔

پروفیسر محمود شیرانی کی اس بحث سے ہمارے سامنے یہ عقدہ فوراً کھل جاتا ہے کہ پنجابی دراصل مشرقی پنجاب کی زبان کا نام ہے جو مغربی ہندی کی ایک شاخ ہے اور وہاں کے سکھوں کی قدیم دھرمی زبان شمار کی جاتی ہے۔ اور باقی مغربی پنجابی، لہندا ملتانی، ڈیرہ والی، بہاولپوری، اور سرائکی وغیرہ سب ایک ہی زبان کے مقامی اور علاقائی نام ہیں اور ان میں کوئی خاص امتیاز نہیں۔ اور "سندھی زبان" کی تاریخ کے مصنف بھیرومل مہر چند آڈوانی کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ "سرائکی یا ملتانی زبان وہ درمیانی کڑی ہے جو سندھی کو پنجابی سے ملاتی ہے۔

جناب بھیرومل نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ:

"سندھی اور سرائکی یا ملتانی زبان کا ایک دوسرے کے ساتھ

جگری رشتہ ہے مثلاً سندھی زبان میں پ، ج، ڈ اور گ چار حروف خالص سندھی حروف شمار کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ چاروں حروف نہ تو سنسکرت زبان میں موجود ہیں اور نہ کسی دوسری پراکرت زبان میں اُن کا کوئی نشان ملتا ہے۔ پھر یہ چاروں حروف کہاں سے آئے؟ بالکل ظاہر ہے کہ سرائکی زبان قدیم زمانے سے لیکر کلہوڑا اور تالپور خاندان کی حکومت تک سندھی زبان کے ساتھ کافی مخلوط رہ چکی ہے (کلہوڑا اور تالپور حکمرانوں کی مادری زبان سرائکی تھی•) اور یہ چاروں حروف سندھی زبان کو سرائکی سے حاصل ہوئے ہیں اور اُن کی آوازیں دراصل دارد ک زبان کی خاص آوازیں ہیں۔ چند امثال ملاحظہ ہوں:

آئے مست ڈہاڑے ساوڻ دے•
ساوڻ دے من بھاوڻ دے
سونڑی موسم، نینہہ ہے لگڑا
لگئے ویلے غم کھاوڻ دے

(خواجہ غلام فرید)

زاری زاری یار زاری
نال تیڈے لکھ واری
محبت تیڈی، سڻ وے سجڻ میاں
ماری ماری یار ماری
گجی اَسا ڈی آہی تساڈی
گاری، گاری یار گاری

(سچل سرمست)

• تمام کلہوڑا حکمرانوں کی مادری زبان سرائکی، تحقیق طلب بات ہے، کیونکہ یہ خالص سندھی لوگ تھے۔ (ک۔ج)
• سرائکی کا موجودہ رسم الخط (ک۔ج)

دَم دَم ساڈی دل دے اَندر
سجناں دیاں گالہیاں
ڈاڈھا درد فراق ہے لگڑا
برہے باہیاں پالیاں

(قادر بخش بیدل)

مذکورہ مثالوں میں ڈہاڑے، لگڑا، لگئے، تیڈے، اساڈی تساڈی، بگچی، گاری، ساڈا اور ڈاڈھا وغیرہ خالص سرائکی الفاظ ہیں، جن سے سرائکی زبان کی قدامت اور انفرادیت ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ سرائکی زبان کی کوئی جداگانہ حیثیت نہیں۔ (دیکھئے ہماری کتاب وادیٔ سندھ کی زبان)

سچل سرمست کا سرائکی کلام

حضرت سچل سرمست اور ان کے رشتہ داروں یعنی فاروقی خاندان کی مادری زبان سندھی تھی اور حضرت سچل سرمست کا اکثر کلام سندھی زبان میں موجود ہے مگر چونکہ ریاست خیرپور کے تالپور میر حکمراں اور دوسرے بلوچ قبائل کی مادری زبان سرائکی تھی۔ اس لئے حضرت سچل سرمست نے بھی اپنی مادری زبان سندھی سے زیادہ سرائکی زبان میں کلام کہا ہے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سرائکی کے معنی ہیں "شمالی علاقہ کی زبان" یعنی وادیٔ سندھ کی شمالی زبان کو سرائکی کہتے ہیں۔ سرائکی زبان نہ صرف شمالی سندھ اور مغربی پنجاب میں بولی اور سمجھی جاتی ہے لیکن درۂ بولان یعنی سبی سے لے کر جیکب آباد تک کچھی اور بھاگ ناڑی کے علاقے میں بھی آج تک سرائکی بولی جاتی ہے۔ اسی طرح نہ صرف ان علاقوں میں بلکہ پشاور سے لے کر مکران کے ساحلی علاقے تک اکثر بلوچ قبائل میں سرائکی زبان کو ہر طرح مقبولیت حاصل ہے۔ درحقیقت سرائکی زبان وہ زبان ہے، جس کو، "نقوش سلیمانی" کے مصنف سید سلیمان ندوی نے اُردو زبان کا ہیولیٰ تصور کیا ہے اور سندھ کے قدیم شہر ٹھٹہ میں اردو زبان کا یہ نمونہ کہ "بحر مت پیر پٹھا۔ اک سویا اک ترٹھا" بھی ہر

حالت میں سرائکی زبان کا نمونہ ہے اور اسے اُردو سندھی یا پنجابی کا نمونہ ہر گز نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس وقت ملتان اسلامی علوم و فنون کا مرکز تھا۔ اس وقت "سرائکی سندھی" نے معمولی تغیر کیساتھ ملتانی کی صورت اختیار کی اور اسکے بعد جب لاہور کو دارالحکومت بنایا گیا تو ملتانی زبان مشرقی پنجاب کی مغربی ہندی میں مدغم ہو کر پنجابی بنی اور اسی زبان کو دہلی اور شمالی ہند میں "اُردو معلےٰ" کا لقب حاصل ہوا۔ یعنی بالفاظ دیگر اردو زبان سندھ میں پیدا ہوئی۔ ملتان میں پھلی پھولی۔ لاہور میں پرورش پائی اور رفتہ رفتہ دہلی سے لکھنؤ اور ٹھٹہ اور کیٹی بندر سے ساحل ملیار کے راستے دکن میں جاکر ڈیرہ ڈالا:

یہ وہ اُردو ہے جو اہل عرب سے سندھ میں آئی
بڑھی ملتان میں اور پرورش لاہور میں پائی
اُسے تقدیر دلّی سے اُٹھاکر لکھنؤ لائی
غرض مشرق سے مغرب تک ہوئے سب اُس کے شیدائی
یہی تو شان اُردو ہے کہ اس کو سب سے الفت ہے
نہ پنجابی کی دشمن ہے نہ سندھی سے عداوت ہے

(رشید احمد لاشاری)

حضرت سچل سرمست کو سرائکی زبان پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ انہوں نے زنانہ محاورات اور جذبات کو بھی کچھ ایسے رنگ اور ڈھنگ کے ساتھ پیش کیا ہے کہ خود ملتان اور مغربی پنجاب کے اہل زباں بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں آپ نے ملتانی یا سرائکی زبان کے محاورات کو جس اسلوب بیاں کے ساتھ پیش کیا ہے اس کو دوسرے شعراء شاذ و نادر ہی پیش کر سکے ہیں مثلاً: دور جاوٹ۔ نیٹاں دے۔ نیڑ سے ہنڑ جھیڑے، ہنڑ، گھول گھتن، سندھے سیڑے، ہنڑ، دیرے ہو وٹ وغیرہ خالص ملتانی زبان کے محاورے ہیں اور انہیں ایک اہل زبان ہی مناسب ماحول کے مطابق موزوں جگہ پر استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت سچل سرمست کی قادر الکلامی کا یہ عالم ہے کہ کسی کو یہ گمان ہی پیدا نہیں ہوتا کہ سرائکی یا ملتانی ان کی مادری زبان نہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں:

آوس ساڈے ویڑھے
سُن دے میاں رانجھا!

دوست اساں کنوں دور نہ جاویں
ہہہ نیٹاں نیڑے

کھیڑیاں دی نگری تھوں توبہ ہوئی
لتھے اساں تھوں جھیڑے

توں تا میڈائیں تا تیڈی
گھول گھتاں سبھ کھیڑے
عشق تساڈے کیڈی کیتی
لہہ پئے سندھے سیڑے

سدا ہوویں توں نال کرم دے
دوست سچل دے دیرے

اُردو ترجمہ:

آجا میرے آنگن،
سُن رے میرے رانجھا!

دوست! تو ہم سے دُور نہ جانا
کر آنکھوں میں مسکن

سُن رے میرے رانجھا!
کھیڑوں کی نگری سے اب تو بہ
چھوٹا جھگڑوں سے مَن
سُن رے میرے رانجھا!

تو ہے میرا میں ہوں تیری

بھاڑ میں کھیڑوں کا دھن
سن رے میرے رانجھا!
عشق نے کتنا ظلم ہے ڈھایا
درد بنا ہے دُشمن
سُن رے میرے رانجھا!
آجا دوست! "سچل" کے ڈیرے
لطف و کرم سے بن ٹھن
سن رے میرے رانجھا!

سچل سرمست کا خواجہ غلام فرید پر اثر

سید علی ملتانی نے رسالہ "نئیں زندگی" دسمبر 1952ء میں ملتانی اور سندھی شاعری کے عنوان سے لکھا ہے کہ:

> خواجہ غلام فرید نے اپنی ملتانی شاعری کی بنیاد سندھی شاعری پر رکھی ہے۔ اگر ہم حضرت سچل سرمست اور خواجہ غلام فرید کے کلام کا یکجا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ حضرت خواجہ غلام فرید حضرت سچل سرمست کے کلام سے بہت متاثر ہوئے ہیں اور اکثر بحور اور قوافی بھی وہی استعمال کئے ہیں جو حضرت سچل سرمست نے کئے ہیں۔

مثلاً: حضرت سچل سرمست کی ایک کافی ہے کہ:

گر تابع ہو جائے سب جگ
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

1۔ سرّی -اخفا- نفی ہو چاہے
قلب ہو جاری روز اور شب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

2۔ بہر تماشا کوئی پھر گھر کر
جا دیکھے ملک عرب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

3۔ باتوں میں گر تونے پایا
ہے منصوری منصب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

4۔ چاہے جگ کو کر کے دکھائے
تو ہر اک کام عجب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

5۔ نفل نماز اور ورد وظائف
جھوٹے کسب ہیں سب کے سب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

6۔ دائرۂ دعوات بناکر
کر تو تسخیرات طلب؟
پھر بھی کیا حاصل ہے؟

کیا تسخیر سے مطلب؟

7۔ "سچل" سچ ہے جُزاللہ کے
بنتا ہے نہ کوئی سبب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

(سندھی سے منظوم اردو ترجمہ)

جناب خواجہ غلام فرید نے حضرت سچل سرمست کی اس کافی کا تتبع یوں فرمایا ہے:

ترے تابع گر مخلوق ہے سب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
گم ہونا ہے مطلب

1۔ چاہے رُشد ارشاد یہ تیرا
جا پہنچا عجم وعرب
پھر بھی کیاحاصل ہے!
گم ہونا ہے مطلب

2۔ پڑھ پڑھ بید پُران، صحائف
اور سیکھے علم و ادب
پھر بھی کیا حاصل ہے!
گم ہونا ہے مطلب

3۔ سارے جگ پر حکم چلائے
پاکر شاہی منصب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
گم ہونا ہے مطلب

4۔ دنیا سے عقبیٰ کو جائے
باعزّو عیش وطرب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
گم ہونا ہے مطلب

5۔ فعل وصفات افعال کے اندر
وصل کے صد پیدا ہوں سَبب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
گم ہونا ہے مطلب

6۔ غوثی قطبی رتبہ پاکر
شیخ و شیوخ کا پائے لقب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
گم ہونا ہے مطلب

7۔ سُنے فرید کے شعر کا غوغا
ہند- دکّن اور پورب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
گم ہونا ہے مطلب

(سرائکی سے منظوم ترجمہ)

حسب و نسب کے لحاظ سے بھی حضرت سچل سرمست اور خواجہ غلام فرید میں یکسانگی موجود ہے، یعنی دونوں خاندان فاروقی کے چشم و چراغ ہیں اور خواجہ غلام فرید کا سلسلہ نسب حضرت عمر ابن الخطاب سے یوں جاکر ملتا ہے:

حضرت خواجہ غلام فرید بن محبوب الاہی مولانا خواجہ خدا بخش صاحب بن مولانا خواجہ قاضی احمد علی صاحب بن سلطان الاولیاء قاضی محمد عاقل صاحب بن مخدوم محمد شریف صاحب بن

مخدوم محمد یعقوب صاحب بن محبوب اللہ الصمد نور محمد صاحب بن مخدوم محمد زکریا بن شیخ حسین بن شیخ پریا بن شیخ حاجی بن شیخ نوننڈ بن شیخ حاجی بن شیخ صدر الدین بن یعقوب بن شیخ حاجی فضل اللہ بن شیخ پریا بن شیخ تارا یعنی طاہر بن شیخ دھماچ بن شیخ پُنوں بن شیخ کورُ بن شیخ پریا بن حسین بن محمد بن محسن بن موسیٰ بن زید بن ناصر بن حسن بن یوسف بن عیسیٰ بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن منصور بن مالک بن یحییٰ بن محمد بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(از مناقب فریدی معہ ارشادات فریدی و مختصر تاریخ بہاولپور)

حضرت خواجہ غلام فرید کی ولادت 1261ھ میں ہوئی اور آپ کا تاریخی نام "خورشید عالم" رکھا گیا حضرت سچل سرمست نے تاریخ 14 / رمضان المبارک 1242ھ میں وفات پائی یعنی خواجہ غلام فرید کی ولادت سچل سرمست کی وفات کے 19 سال بعد میں ہوئی حضرت سچل سرمست کا سرائیکی کلام چونکہ اُن کی زندگی ہی میں سندھ اور مغربی پنجاب میں کافی مقبولیت اور شہرت حاصل کر چکا تھا اس لئے اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ حضرت خواجہ غلام فرید کے کلام پر حضرت سچل سرمست کے کلام کا اثر پڑا ہے۔

"دیوان فرید" کے مقدمہ نگار عبدالرشید طالوت نے لکھا ہے کہ:

"سندھی زبان میں حضرت خواجہ غلام فرید کو حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کیساتھ خاص شغف تھا اور سندھی جاننے والوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اُن کے کلام پر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کا اثر غالب ہے بجا نہیں کہ خواجہ صاحب کے سامنے اپنی ملتانی زبان کا کوئی نمونہ موجود نہ تھا اس لئے ان کے کلام کی رنگینی اور خیالات پر مجموعی طرح سندھی اور فارسی کا اثر پڑا۔"

حضرت خواجہ غلام فرید کے کلام پر جہاں تک سندھی کا اثر ہے وہاں تک تو مقدمہ نگار دیوان فرید کی اس رائے سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن خواجہ صاحب کے

کلام پر شاہ عبداللطیف بھٹائی کا اثر غالب ہونا کوئی محققانہ حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ مقدمہ نگار دیوان فرید آگے چل کر خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ "ہماری ملتانی زبان میں خواجہ صاحب سے پہلے کسی خاص طرز کی شاعری موجود نہ تھی۔ خصوصاً تغزل کا کوئی بلند نمونہ موجود نہ تھا۔ اس لئے خواجہ صاحب نے سندھی سوز و گداز اور بہاولپوری درد و کرب کو ایران کی نازک خیالی، ہندوستان کی موسیقی اور عربی جذبات کے ساتھ، اس قدر مخلوط کر دیا کہ یہ کہنا مشکل ہوتا ہے کہ ان کے کلام میں جذبات، شاعری، موسیقی اور سلاست میں سے کونسا جز زیادہ نمایاں ہے۔"

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری سندھی زبان میں ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے اس لئے خواجہ صاحب ان کے رنگ تصوف اور جذبات سے تو متاثر ہو سکتے ہیں لیکن تغزل کی وہ روح جس کو خواجہ غلام فرید نے دوسرے ملتانی شعراء کیلئے تقلید کا باعث بنادیا اس کی صحیح بنیاد قائم کرنے والے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی نہیں بلکہ سچل سرمست ہیں۔ مقدمہ نگار دیوان فرید نے صرف حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی عالمگیر شخصیت سے متاثر ہو کر یہ رائے قائم کی ہے ورنہ خواجہ غلام فرید کا نسلی، لسانی اور روحانی تعلق حضرت سچل سرمست ہی سے وابستہ ہے۔

ملتانی زبان کے یہ دونوں شاعر تھے جن کے متعلق اس وقت کے سندھی بزرگوں نے پیشن گوئی فرمائی تھی۔ یعنی ایک متواتر روایت کے مطابق حضرت سچل سرمست کے لئے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی نے فرمایا تھا کہ "ہم نے جو خُم تیار کیا ہے اُسکاڈھکنا یہ لڑکا اُتاریگا" اسی طرح سندھ کے ایک دوسرے بزرگ اور شاعر پیر محمد اشرف قریشی بکیر اشریف والے نے چاچڑان شریف میں حضرت خواجہ غلام فرید کو اُن کے بچپن میں جب پہلی مرتبہ دیکھا تو ان کے والد مولانا قاضی خدا بخش صاحب سے فرمایا کہ "یہ لڑکا مادرزاد ولی ہے"

ان دونوں سندھی بزرگوں کی پیشن گوئیاں سراسر انکی زبان کے ان دونوں شعراء کے متعلق بالکل صحیح ثابت ہوئیں اور قرآن مجید کے ان دونوں حافظوں یعنی حافظ عبدالوہاب (سچل) فاروقی اور حافظ خورشید عالم (فرید) فاروقی نے اپنے اپنے شاعرانہ

ڈھنگ میں تصوف کے اُن پوشیدہ اسرار کا اظہار فرمایا جن کو آئندہ نسلیں ہرگز فراموش نہیں کر سکتیں۔ چونکہ سندھی علماء ادباء اور مورخوں کی عام تحقیقات کے مطابق حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی نے ملتانی زبان میں کوئی شعر نہیں کہا اور نہ انکا خالص سندھی کلام جنوبی مغربی پنجاب میں عام فہم یا زبان زد خاص و عام ہے اس لئے اس میں کوئی مبالغہ نہیں حضرت خواجہ غلام فرید کے کلام پر اثر انداز ہونے کا شرف صرف حضرت سچل سرمست کے کلام ہی کو حاصل ہے۔

ہم مجموعہ کلام حضرت سچل سرمست اور دیوان فرید میں سے چند ایسی کافیاں نقل کرتے ہیں جن کے مطالعے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید کے کلام پر حضرت سچل سرمست کے کلام کا کس قدر اثر غالب ہے:

کافی سچل سرمست

لوک کنوں لج مول نہ آوے
عشق گھمایاں گھٹیاں

طعنے تکنے تنہاں دی زینت
مول نہ تھیون کھٹیاں

سَو سَو سنڑدیاں، زخمی ہوندیاں
لک لک بدھیاں پٹیاں

بَھر بَھر ڈیندا دوست انہاں نوں
وره وچانوں وٹیاں

او درماندیاں نت کُرلاندیاں
سوز فراق دیاں سَٹیاں

چھوڑ گھراں نوں گھمدیاں وتدیاں
دشت جَبل نے پَٹیاں

پیتیاں جنا ہاں خبر اُناہاں
ہور نہ جانڑن جٹیاں

برسر آیا برہ جنہاں تے
ورہ ولوڑن مٹیاں

پاند اڑا کے، خلق کھلا کے
ہوکے ڈیوٹ ہٹیاں

عشق عذاب جنہاں دے گل وچ
بیاں گالہیان سبھ کھٹیاں
"سچل" اوکیا سکھ سنبھلیسن
جہیڑیاں فراق دیاں پھٹیاں

کافی خواجہ غلام فرید

وچ روہی دے رہندیاں
نازک نازدیاں جٹیاں

راتیں کرن شکار دلیں دے
ڈینہاں ولوڑن مٹیاں

گجھڑے تیر چلاون کاری
سے سے دلڑیاں پھٹیاں

کر کر درد منداں کوں زخمی
ہے ہے بدھن نہ پٹیاں

چھیڑن بھیڈاں بکریاں گائیں
لیلے گابے کٹیاں

کئی مسکیں مسافر پھاتھے
چوڑ کتو نے ترپٹیاں

دوہیں دار فقیر تھیوے
فخر وڈائیاں سٹیاں

ہیوں دلبر دے کترے دردے
برہوں پیاں گل گٹیاں

مونجھ فرید مزید ہمیشہ
آج کل خوشیاں گھٹیاں

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

لوگوں سے کیا شرم ہو اُن کو
عشق میں جو آوارے

طعن و عتاب ہے اُنکی زینت
کیوں اکتائیں بیچارے

سب کی سُن کر پٹی باندھیں
وہ زخموں کے مارے

دوست کے ہاتھوں وہ پی جائیں
درد نہاں کے دھارے

وہ درماندے چیخ رہے ہیں
گن کر ہجر کے تارے

گھر کو چھوڑ کے ڈھونڈھ رہے ہیں
کوہ و بیاباں سارے

مے نوشوں کے علاوہ کوئی
کیا سمجھے یہ اشارے

وہی سویرے دودھ بلوئیں
دور ہوں جن سے پیارے

عشق میں خود پر لوگ ہنسائیں
الفت کے بنجارے

عشق کا پھندا جس کے گلے میں
وہ کیوں ہمت ہارے

"سچل" وہ کیا سُکھ سنبھلیں گے
جو ہیں عشق کے مارے

اردو ترجمہ کافی خواجہ غلام فرید

روہی والی گوریوں کی
ہر نازک بات ہے پیاری

صبح کو اُٹھ کر دودھ بلوئیں
رات کو دل کے شکاری

چھپ کر دل کو چھلنی کردیں
تیر چلائیں کاری

زخموں پر نہ وہ پٹی باندھیں
مار کے تیز کٹاری

گائیں بھیڑیں بکریاں لے کر
پھرتی ہیں وہ ساری

دام میں اُن کی وہی پھنسے ہیں
عشق ہے جن پر بھاری
ہم بھی بیٹھے دھونی لے کر
چھوڑ کے دنیا داری
سگ دروازہ ہیں دلبر کے ہم
جان بھی اس پر واری
اب ہے فرید مزید پریشاں
دل کو نہیں دلداری

کافی سچل سرمست

کیڈوں وے توُں آندا ہیں؟
ہن آکھ کے ول جاندا ہیں؟
کیہے رمزے غمزے لاندا ہیں؟
موسیٰ تھی وت کتونی کشالے
آپ کوں آپ ڈتونی دکھالے
عیسیٰ تھی وَت دم دے نالے
مویاں نوں پھیر جو اندا ہیں
وچ حلاج دے کتوئی نظارہ
"اناالحق" دا وَت ماریوئی نعرہ
ایڈوں اوڈوں کر کے پسارا
آپ کوں آپ مراندا ہیں
کڈاں وت ہوندی وچ صبوری
گھن کے کھڑوندیں وتھی ڈوری

آپ تے آپ ہوندی مخموری
کیہی بات بتاندا ہیں؟

کڈاں توں ہوندیں یاریگانہ
کڈاں وت ہوندیں خود یار بیگانہ
بَھربَھر آپ کوں آپے جانہ
اپنا آپ رجھاندا ہیں

عشق والیاں نوائے مت ڈیندا
جیڈوں آندا تیڈوں وَیندا
آپنے نال جو آپ اکیندا
"سچل" کس نوں پچھاندا ہیں؟

کافی خواجہ غلام فرید

تیڈے نیناں تیر چلایا
تیڈی رمزاں شور مَچایا
اَلست ہزار مرایا
لکھ عاشق مار گنوایا

ابراہیم اَڑاہ اَڑایو
بار برہوں سرچایا
صابر دے تن کیڑے بچھے
موسیٰ طور جَلایا

زکریا کلو تر چرایو
یحییٰ گھوٹ کوہایا
یونس پیٹ مچھی دے پایو

نوح طوفان لڑہایا
شاہ حسن کوں شہر مدینے
زہر دا جام پلایا
کربلا وچ تیغ چلا کر
ایجھا کیس کرایا
شمس الحق دی کھل لہوایو
سرمد سر کپوایا
شاہ منصور چڑھایا سُولی
مستی سانگ رسایا
مجنوں کارن لیلےٰ ہو کر
سو سو ناز ڈکھایا
خسرو تے فرہاد دی خاطر
شیریں نام دھرایا
درد دابار اُٹھایا ہر ہک
اپنا وقت نبھایا
کر قربان فرید سر اپنا
تیڈڑا وارا آیا

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

اے عشق کہاں سے تو آتا ہے؟
پھر کونسی جانب جاتا ہے؟
کیا غمزہ و ناز دکھاتا ہے؟
موسےٰ بن کر سہی مشقت

خود ہی دیکھی خود کی صورت
عیسےٰ بن کردم کی بدولت
پھر مردوں کو جلاتا ہے
کس کا بنا حلاّج نظارہ
کس نے "اَناالحق" لفظ پکارا
ادھر اُدھر تھا کس کا پسارا؟
خود کو خود مرواتا ہے

کہیں ہے تیرے ساتھ صبوری
کہیں ہے وصل سے فصل دوری
تجھ میں تیری ہے مخموری
کیسی بات بتاتا ہے

کہیں ہے تو خود یار یگانہ
کہیں ہے تو خود بے گانہ
بن کر اپنا خود مَستانہ
اپنا دل بہلاتا ہے

یہ عشاقوں کو سمجھایا
وہاں گیا پھر جہاں سے آیا
خود ہی اپنا بھید بتایا
"سچل" کس سے چھپاتا ہے ؟

اُردو ترجمہ خواجہ غلام فرید

تیرے نینوں نے تیر چلایا
تیری رمزوں نے شور مچایا

صد مستانوں کو رُلایا
صد دیوانوں کو دُکھایا

آتش ابراہیم پہ بھڑکی
عشق کا بوجھ اُٹھایا

کیڑے ڈالے تن صابر میں
غش موسےٰ نے کھایا

آرا زکریا پہ چلایا
یحیٰ قتل کرایا

پیٹ میں مچھلی کے تھا یونس
نوح پہ طوفاں آیا

شہر مدینہ میں شاہ حسن کو
زہر کا جام پلایا

کرب و بلا میں تیغ چلا کر
کیا کہرام مچایا

شمس الحق کی کھال اتاری
سرمد سر کٹوایا

شہ منصور کو سولی دیکر
مست و الست بنایا

قیس کی خاطر لیلےٰ بن کر
غمزہ و ناز دکھایا

خسرو اور فرہاد کی خاطر
شیریں نام دہرایا

درد کا بوجھ اٹھایا سب نے
اپنا وقت نبھایا
کر قربان فرید سر اپنا
تیرا بھی نمبر آیا

کافی سچل سرمست

اکھیاں کھول تماشا دیکھیں
صاحب صورت ساری ہے
ایڈوں اوڈوں اوئی دلبر
چوطرفوں چودھاری ہے
کتھے بلبل کتھے گلگل
کتھے باغ بہاری ہے
کتھے "بسم اللہ" پڑھدا چلدا
کتھے خاص خُماری ہے
کتھے گوشہ گھن کر بیٹھا
کتھے شاہ شکاری ہے
کتھے وردِ روزانو کیتا
کتھے سَیل سواری ہے
کتھے مؤمن کتھے کافر
کتھے آپ پساری ہے
کتھے شیخ مشائخ حافظ
کتھے کاتب قاری ہے

کتھے مُغ برہمن ظاہر
کتھے ذوق زناری ہے
کتھے دلق ڈھکے درویشی
کتھے پَٹ پَہاری ہے
کتھے مَست موالی پھردا
کتھے چورنگ چاری ہے
کتھے تخت تکبُر کردا
کتھے پاک پناری ہے
کتھے لک لکوٹی پھردا
کتھے مُشک مشاری ہے
کتھے چندر ستارے اوجل
کتھے سج سونہاری ہے
کتھے ہرہک بولی بولے
کتھے گنگ گذاری ہے
کتھے سُنی کتھے شیعہ
کتھے سُرت سچاری ہے
کتھے معشوق تے کتھے عاشق
کتھے ناز نظاری ہے
کتھے "اناالحق" دا دم ہے مریندا
کتھے زیادہ زاری ہے
اوئی حکم ہلیندا حاکم
اوئی ہر کلداری

اَوئی ناچ نچیندا ناچو
اَوئی کھیل کھلاری ہے

اَوئی گاوے اَوئی جاوے
اَوئی سنکھ سکھاری ہے

اَوئی خاک ملیندا منہہ کوں
اَوئی عطر عطاری ہے

اَوئی خاک قلندر اپہندا
اَوئی وچ ہنناری ہے

اَوئی دانہی اوئی کوکی
اَوئی میر مہاری ہے

اَوئی لٹھڑیا دور تڑیندا
اَوئی کام کہاری ہے

اَوئی ۔ لڑدا اَوئی بھڑدا
اَوئی اوصلحاری ہے

اَوئی کعبہ او بت خانہ
اَوئی سنگ دیواری ہے

آپے گھوٹ تے جنج دی آپے
آپے اوسر ناری ہے

آپے احمد آپ علی ہے
آپے قُرب قراری ہے

آپے عبدالحق ڈسیندا
آپے نور نیاری ہے

آپے اندر آپے باہر
"اے" "او" سبھ ڈیکھاری ہے

ہر ہک مشکل ہوں دی جانڈیں
اوئی عین انواری ہے

کتھے کیویں کتھے کیویں
میڈا محب مکاری ہے

جیویں چیتر ہووے ہک ناویں
ہوں سر کئی گلکاری ہے

ہک دا تنے تھوں ہے سبزہ برگاں
لڑ میوہ لکھ ٹاری ہے

اصل مٹی پھرناں ہے رچاندی
ناواں دی نر واری ہے

اصلی کماندا وہیں تھوں پیدا
کیئی بیٹھ میٹھاری ہے

جیویں قند اتے کھنڈ مصری
سو لکھ ناں لیکھاری ہے

سون وچوں سو زیور ٹھہندے
ہرہک نام اُجاری ہے

"سچل" اوئی سچ ہے بولیندا
اوئی شبد سنواری ہے

کافی خواجہ غلام فرید

بن دلبر شکل جہان آیا
ہر صورت عیان آیا

کتھے آدم تے کتھے شیث نبی
کتھے نوح کتھے طوفان آیا

کتھے ابراہیم خلیل نبی
کتھے یوسف وچ کنعان آیا

کتھے عیسیٰ تے الیاس نبی
کتھے لچھمن رام، تے کان آیا

کتھے زکریا تے یحیٰ ہے
کتھے موسےٰ بن عمران آیا

بُوبکر، عمر، عثمان کتھاں
کتھے اسد اللہ ذیشان آیا

کتھے حسن حسین شہید بنے
کتھے مرشد فخر جہان آیا

کتھے احمد شاہ رسولاں دا
محبوب سبھے مقبولاں دا

اُستاد نفوس عقولاں دا
سلطاناں سر سلطان آیا

تنزیل کتھاں جبریل کتھاں
توریت زبور انجیل کتھاں

آیات کتھاں ترتیل کتھاں
حَق باطل دا فرقان آیا

کل وچ کل شے ظاہر ہے
سوہنا ظاہر عین مظاہر ہے
کَتھے ناز نیاز دا ماہر ہے
کَتھے درد کتھاں درمان آیا

کَتھے ریت پریت دا ویس کرے
کَتھے عاشق تھی پردیس پھرے
کَتھے گل وچ مارو کیس دہرے
لٹ دھاری مستان آیا

کَتھے پنڈت جوشی جوگی ہے
کتھے سامی کَتھے بھوگی ہے
کتھے مصر براگی روگی ہے
کتھے بید بیاس گیان آیا

خاموش "فرید" اسرار کنوں
چپ بے ہودہ گفتار کنوں
پر غافل نا تھی یار کنوں
ایہو لاریبی فرمان آیا

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

آنکھیں کھول کے دیکھ تماشا
ایک ہی صورت ساری ہے

ادھر اُدھر ہے ایک ہی دلبر
ہرجا جلوہ جاری ہے

کہیں وہ بلبل کہیں وہ گلگل
کہیں وہ پھول کیاری ہے

کہیں وہ پڑھتا ہے بسم اللہ
کہیں وہ خاص خماری ہے

کہیں وہ گوشہ گیر بنا ہے
کہیں وہ شاہ شکاری ہے

کہیں کرے وہ ورد روزانہ
کہیں وہ زیب سواری ہے

کہیں وہ مؤمن کہیں وہ کافر
کہیں اپنا ہی پجاری ہے

کہیں وہ شیخ مشائخ حافظ
کہیں وہ کاتب قاری ہے

کہیں برہمن بنتا ہے وہ
اور کہیں۔ زُنّاری ہے

کہیں درویشی گدڑی پہنے
کہیں ریشم دھاری دھاری ہے

کہیں وہ مَست والست قلندر
کہیں اُس کی سرداری ہے

کہیں ہے تخت تکبُّر پر وہ
اور کہیں وہ۔ بھکاری ہے

کہیں پھرے وہ سب سے مخفی
کہیں وہ مُشک تتاری ہے

کہیں وہ روشن چاند ستارہ
کہیں سورج کی صنوباری ہے

کہیں وہ سب کی بولی بولے
کہیں وہ نطق سے عاری ہے

کہیں وہ سُنی کہیں وہ شیعہ
کہیں فرقوں سے بیزاری ہے

کہیں عاشق و معشوق بنے وہ
کہیں ناز کی منصبداری ہے

کہیں اَناالحق کہتا ہے وہ
کہیں پہ توبہ زاری ہے

کہیں وہ ہمیشہ حکم چلائے
اُس کی خود مختیاری ہے

رقص کرائے رقصاں ہے خود
خود پر نشہ طاری ہے

خود ہی گائے خود ہی بجائے
خود ہی سنکھ سکھاری ہے

خود ہی منہ پر خاک لگائے
خود خوشبو عطاری ہے

خود ہی قلندر خاک نشیں ہے
خود اپنا ہنباری ہے

خود ہی خود پر ہے فریادی
خود فرمان سرکاری ہے

خود ہی لڑے خود دور بھگائے
خود سے خود تکراری ہے

خود ہی لڑائی میں لے حصّہ
خود ہی صُلح پہ واری ہے

خود ہی کعبہ خود بتخانہ
خود سایہء دیواری ہے

خود ہی برات اور خود ہی دولہا
خود ہی وہ سرناری ہے

خود ہی احمد خود ہی علی ہے
خود اپنا اقراری ہے

خود ہی عبدالحق کہلائے
خود ہی رحمت باری ہے

خود ہی اندر خود ہی باہر
سب میں جلوہ باری ہے

اُسکی طرف سے ہے ہر مشکل
غم میں اسکی یاری ہے

کہیں یہ کیسا کہیں یہ کیسا
کیسی یہ مکاری ہے؟

جیسے چیت کا ایک ہی موسم
لیکن صد گلزاری ہے

دانہ ایک شجر ہیں لاکھوں
بے حد ثمر شماری ہے

مٹی ایک ہے نام ہیں لاکھوں
بیجا اسم شماری ہے
نیشکر سے شکر ہے پیدا
ایک ہی لذت ساری ہے
ایک میں دونوں قند اور مصری
نام ہی سب پر بھاری ہے
سونا ایک تو زیور لاکھوں
سب کی چمک نیاری ہے
"سچل" وہ سب سچ کہتا ہے
جھوٹ سے وہ انکاری ہے

اُردو ترجمہ کافی خواجہ غلام فرید

بَن دلبر شکل جہان آیا
ہر صورت عین عیان آیا
کہیں آدم اور کہیں شیث نبی
کہیں نوح کہیں طوفان آیا
کہیں ابراہیم خلیل نبی
کہیں یوسف درکنعان آیا
کہیں عیسیٰ اور الیاس نبی
کہیں لچھمن رام اور کان آیا
کہیں زکریا، کہیں یحیٰ ہے
کہیں موسیٰ بن عمران آیا

بوبکر، عمر، عثمان کہیں
کہیں اسد اللہ ذیشان آیا

کہیں حسن حسین شہید ہوئے
کہیں مرشد فخر جہان آیا

کہیں احمد شاہ رسولوں کا
محبوب سبھی مقبولوں کا
اُستاد نفوس عقولوں کا
سلطانوں کا سلطان آیا

تنزیل کہیں جبریل کہیں
توریت زبور انجیل کہیں
آیات کہیں ترتیل کہیں
حق باطل کا فرقان آیا

کل اندر کل شے ظاہر ہے
محبوب ہے عین مظاہر ہے
کہیں راز و نیاز کا ماہر ہے
کہیں درد کہیں درمان آیا

کہیں ریت پریت کا بھیس کرے
کہیں عاشق بن پردیس پھرے
کہیں زلفوں کوشانوں پہ دھرے
لٹ دھاری بن مستان آیا

کہیں پنڈت جوتشی جوگی ہے
کہیں سوامی اور کہیں بھوگی ہے

کہیں مصر براگی روگی ہے
کہیں بید بیاس گیان آیا

افشا تو فرید اسرار نہ کر
چپ بیہودہ گفتار نہ کر
محبوب سے دل بیزار نہ کر
یہی لاریبی فرمان آیا

کافی سچل سرمست

جیں دل پیتا عشق دا جام
او دل مَست و مَست مدام

دین مذاہب رہندے کتھاں
کفر کتھاں اسلام

پنجتن پاک حمایت میڈی
حسن حُسین امام

بخش کریندا دل والیاں نوں
جَنت جائے مقام

عشاقاں نوں سرڈیون کیتے
عشق بدھا احرام

مَستان نوں وَت راتیں ڈینہاں
مَستی مَوج مُدام

اصل کنوں عشاقاں دا ہے
سُولی سرانجام

سُولی تے منصور چڑھایا
"انا الحق" آکھ کلام

چاون بار ملامت سرتے
برہ سجا بدنام

جس نوں چھوڑیا علم و عقل نے
اُس داعشق امام

ڈیکھ سٹیندا خوشیاں خرمیاں
عشق و نجا آرام

جائے صفت وچ مُول نہ وَڑدا
کُلی چھوڑ قوام

در سائیاں دے سویں سپاہی
"سچل" وہی ہے غلام

کافی خواجہ غلام فرید

دَستوں پیر مغاں دے
پیتم عشق دا جام

وحدت کیتا غلبہ
بھُل گیا کُفر، اسلام

گذرے فرض فریضے
سنت کوں بھی سلام

کشف حقیقی آئے
گئے اضغاث احلام

وحدت ذاتی سبھ دا
ہے آغاز انجام
تکھڑی تیغ نفی دی
غیر کیتا قتلام
باجھوں شغل حقیقی
بیو کس کوڑ تمام
کر تو بہ آغیاروں
پھڑیے برہوں پیام
تُرت "فرید" فریدوں
تھی آزاد تمام

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

جس نے پیا ہے عشق کا جام
وہ دل مَست و الست مُدام
کہاں رہے اب دین و مذاہب
کفر کہاں اسلام
پانچوں تن ہیں حمایت میری
حسن حُسین امام
الفت والوں ہی کو ملے گا
خلد بریں میں مقام
باندھا ہے اب عشق کے سَر پر
عشق نے خود احرام

روز و شب مستانوں کو ہے
کیف و وجد مُدام

ہوتا ہے عشاق کا ہر دم
سُولی پر انجام

دار پہ چڑھ کر کہا "اَناالحق"
شہ منصور نے عام

سر پہ اُٹھا تو بار ملامت
عشق ہے سَب بدنام

جس نے علم و عقل کو چھوڑا
اُس کا عشق امام

عیش و خوشی لُٹ جاتے ہیں سب
عشق میں کب آرام

جائے صفت میں وہ نہیں داخل
کُلی چھوڑ۔۔۔ قوام

در حبیب کے لاکھوں خادم
"سچل" بھی ہے غلام

اُردو ترجمہ کافی خواجہ غلام فرید

ہاتھ سے پیر مُغاں کے
پیا ہے عشق کا جام

وحدت کا ہے غلبہ
بھولا کفر اسلام

گذرے فرض و فرائض
سنت کو بھی سلام
کشف حقیقی آیا
گئے اضغاث احلام

وحدت ذاتی سب کا
ہے آغاز انجام
ہوا ہے تیغ نفی سے
غیر کا کام تمام

بے شغل حقیقی
سب جھوٹا ہے قوام
کر اغیار سے توبہ
عشق کا ہے یہ پیام

جلد فرید رہا ہو
چھوڑ خودی کا دام

کافی سچل سرمست

وسیں اَساڈڑے ویڑھے
تھیویں نمانڑی دے نیڑے

راتیاں ڈینہاں تانگھ تساڈی
دوست! آویں ساڈے دیڑے
جے توں آویں انگنڑ اَساڈے
ٹُرٹ پوون سبھ جھیڑے

کیتوئی ساڈی دل دیوانی
کون کمینے کھیڑے؟

آ ٹُوں دلبر دردمنداں ڈو
آ اَڈ جھوک اوریڑے

"سچل" کوں سَبھ سبق دسادیا
تیڈے عشق اویڑے

کافی خواجہ غلام فرید

دلیاں تے دیداں سونہٹیاں تیڈے ویڑے
ہر دم دسیں پیا توں ساڈے نیڑے

سینگیاں سَرتیاں حق ہمسائے
گلڑے کَرن ڈیکھوئے
ماں پیو ویرن بھین بھینجیاں
جڑ جڑ لانوں جھیڑے

جگتاں مارن پیکے پتنے
ہا سے کَرن سوریجے
اُٹھدیں بہندیں، ٹردیں پھردیں
س ننانڑ کھیڑے

چوچک چاک تیڈا توں مالک
سر دا وارث
منجھیا تیڈیاں، جھوکاں تیڈیاں
کوڑے چھوڑ بکھیڑے

کون ہے قاضی، رشوت رگڑے راضی
کون سیاں تے کھیڑے
باجھ خدا دے جھگڑے
ساڈے کون نبیڑے

ڈوں ڈینہں دے دعوے
اوڑک ناحق تھیندے
رانجھن تے میں ہس رس وسوں
سڑ سڑ مرن کھیڑے

جو جو لیکھ متھے دے آہے
آخر وہ ملیوسے
جنڈی چھلڑ فرید ہے مشکل
ویڑھیا عشق اویڑے

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

آبس آنگن میرے
قرب تیرا مجھے گھیرے

دن اور رات طلب ہے تیری
دوست! تو آمیرے ڈیرے

میرے آنگن گر تو آئے
دور ہوں درد کے پھیرے

تجھ پہ ہے میرا دل دیوانہ
کھیڑے دشمن میرے

آجا دلبر درد مندوں میں
تیرے قریب ہوں ڈیرے
"سچل" سے سب سبق بھلایا
عشق نے دلبر تیرے

اُردو ترجمہ کافی خواجہ غلام فرید

دل اور دید میں دلبر تیرے ڈیرے
ہر دم بسے تو ساجن! قرب وجوار میں میرے

سکھی سہیلی حق ہمسائے
دیکھو شکوہ کرتے ہیں
بہنیں بھانجیاں اور بھائی
جھگڑوں میں ہیں گھیرے

رشتہ دار ہیں غصّہ کرتے
ہنستا ہے سسرال مرا
ساس اور نند کا جھگڑا جاری
دل میں غم کے پھیرے

چوچک [1] چاک [2] تیرا تو مالک
تو مرے جان و تن کا وارث
بھینسیں تیری جنگل تیرا
جھگڑے چھوڑ گھنیرے

قاضی رشوت پر ہے راضی
کون سیال اور کھیڑے

1-ہیر کے باپ کا نام، 2- بھینسیں چرانے والا،

فیصل صرف خدا ہی کریگا
یہ سب جھگڑے میرے

دو دن کا ناجائز دعویٰ
آخر ہے ناجائز
میں رانجھے سے خوش ہو کے گزاروں
کھیڑے[3] مریں سویرے

جو پیشانی پر لکھا تھا
مل کے رہا وہ آخر
اب مشکل ہے "فرید" رہائی
عشق ہے مجھ کو گھیرے

کافی سچل سرمست

دوست دیوانی کیتی
دل دی سناواں کیہڑی گالہہ

دردمنداں دی دلڑی دلبر
نال نگاہاں نیتی

پتھر کے چوپڑ چشماں والی
ساری بازی جیتی

مشتاقاں دی وت دلبر سائیں
رَت دلیں دی پیتی

اپنی اُلفت ساجن سائیں
نال "سچل" دے سیتی

---

3 -ہیر کے شوہر کے قبیلے کا نام

ساڈی دل پھیر ڈے بھورلا
جیویں کھس نیتیٔ
کیوں چا قابو کیتیٔ

ڈوہ ورائیں ویڑ آلیندیں
ڈینہن سیتی تر ٹیڑھی پیندیں
ڈے ڈڑکے رت پیتیٔ

ویر نہ لہٹا ہادی ماہی
کھس کر زوری دل بیواہی
سانگ ڈکھاندے سیتی

توڑ لگڑی ہو ہو پھکڑی
دلڑی تکڑی دردیں پکڑی
توڑ پُجا جو نیتیٔ

ناہیں مڑڑ مناسب تھک تھک
جسے سرڈیسیں ہے پک بیشک
بر ہوں دی بازی جیتیٔ

آیا وقت فرید ملڑ دا
بھورل جانی یار سجڑ دا
رین غماں دی بیتیٔ

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

دوست پہ ہے دیوانہ
دل کی سناؤں کیا بات؟

تیری نگاہوں کو درد مندوں نے
دل کا دیا نذرانہ

چشموں کی شطرنج نے جیتا
دل کا عشرت خانہ

دل کا خون پیا ہے تونے
مرے جان جاناں

سچل سے ہے رشتہء اُلفت
محکم یار یگانہ

اُردو ترجمہ کافی خواجہ غلام فرید

میرا دل واپس دے دلبر!
جیسے چھین لیا ہے
کیوں اس کو قید کیا ہے

طعنے دینا عیب جتانا
دیکھتے دیکھتے غصہ کھانا
دھمکی دے کر خون پیا ہے

دوست مناسب نہ تھی عداوت
دل پر لا کر ہجر کی شامت
اُسے رشتہء غم سے سیا ہے

طعن و ملامت نے منہ پھیرا
تیز تھا دل دکھ درد نے گھیرا
کیا کچھ باقی چھوڑ دیا ہے

نہیں مناسب تھکنا ڈرنا
قدموں میں سر دوست کے دھرنا
عشق نے یہ طلب کیا ہے

وقت فرید ملاپ کا آیا
دوست نے پردۂ ہجر اُٹھایا
غم کا دَور اب گزر گیا ہے

کافی سچل سرمست

شوق تساڈے شور مچایا
سانوں جھل نہیں ڈیندا

نال زوراں دے زور گھتیندا
برہ بادل برسیندا

عقل شرم نے حال حیاتھوں
دیکھ نمایاں نیندا

زاہد- عابد- مُلّا- قاضی
تاب ایہیں ترسیندا

زہد، عبادت، تقویٰ کولوں
پہلی سٹ ہے سٹیندا

اولے وچ سمندر نہ اَٹکے
ہو ہوا وچ دیندا

کون ہے عشق دے گھوڑے کوں جو
داگاں بدھ کے جھلیندا؟
سَنیاں سینے وچ سچل دے
برہا بور بچھیندا

کافی خواجہ غلام فرید

کوئی مانڑھوں آیُم یار دا
ساتھی کہڑا سنیہڑا ڈیندا
عشق نہیں ہے تیربلا دا
ظلمیں چوٹ چلیندا
ناز ادا بَجھ کرے نہ ٹالا
مکیں برہ بچھیندا
رمز رموزتے گجھڑے ہاے
سب کجھ درد سوجھیندا
سوز فراق نے درد اندیشے
تن من پھوک جَلیندا
ہرگز مول نہ سہندی دلڑی
یار اے بار سہیندا
ہجر فرید کیتی دل زخمی
دوست نہ مرہم لیندا

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

شوق نے تیرے شور مچایا
مُجھ سے رُکا نہ جائے

سر پر میرے جبر و ستم کے
بادل ہے برسائے

شرم و حیا اور عقل تمامی
میں نے صاف گنوائے

زاہد، عابد، مُلاّ، قاضی
عشق سے ہیں گھبرائے

آڑ سے اٹکا نہیں سمندر
ہوا میں بہتا جائے

کون ہے عشق کے گھوڑے کی جو
باگیں تھام دکھائے

دل پر "سچل" کے اے یارو
عشق نے تیر چلائے

اُردو ترجمہ کافی خواجہ غلام فرید

کوئی دوست سے قاصد آیا
ساتھی نے پیغام سنایا

عشق نہیں ہے تیر بلا ہے
سینہ چیر دکھایا

ناز و ادا نہیں کرتا ٹالا
جبراً دکھ پہنچایا
رمز و رموز اور نہاں تبسم
سَب کچھ درد میں پایا
سوز و فراق اور درد و الم نے
تَن مَن پھونک جلایا
درد کے قابل دل نہ تھا ہرگز
دوست نے بوجھ اٹھوایا
زخمی دل پہ فرید کے ساجن
مرہم نہیں لگایا

کافی سچل سرمست

سانوں یاد نہ کیتا
بھلا میاں پاندھیاوے
بھیر بھیٹی کائی کریں اَساڈی
نینہہ سانوں اتھاں نیتا
درد فراق دا زہر پیالہ
ہتھوں ماہی دے میں پیتا
ساتھی ڈیکھن نال تساڈے
جی مویا ول جیتا
نال سوہنے دے ساہ "سچل" دا
تُساں گالہیں کر سیتا

کافی خواجہ غلام فرید

ہے ہے یار پروچل
ہک تل ترس نہ کیتا
کر کے سخت نمانڑی
اپنڑے نال نہ نیتا

ہجر پیالہ ازلوں
میں مُٹھڑی لوپیتا
جیں ڈینہہ ہجڑ سدھائے
دُکھ آیا سُکھ بیتا

سول کلڑا کوچھا
لوں لوں رگ رگ سیتا
اصلوں محض وساریُس
لاکر پرم پلیتا

روہ فرید لتاڑاں
شالا کھادم چیتا

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

یاد میں تیری اے جاناں
اب ہم کیوں کر جی لینگے
کرنا کوئی خیال ہمارا
ورنہ مصیبت جھیلینگے

درد و فراق کے زہر کا ساغر
دوست کے ہاتھوں پی لینگے

دوست ترے دیدار کا صدقہ
مرکر بھی ہم جی لینگے

"سچل" دل کے زخموں کو ہم
اُن کی جفاؤں سے سی لینگے

اُردو ترجمہ کافی خواجہ غلام فرید

دوست بلوچ نے ہائے ہائے
تل بَھر ترس نہ کھایا

ساتھ نہ لے گئے مجھ بیکس کو
ظلم وستم ہے ڈھایا

زہر فراق کی گھول کے پڑیا
جام لَبوں سے لگایا

جس دن میرا دوست سدھارا
سُکھ بیتا دکھ آیا

اُس نے سی ہے رگ رگ میری
زخم جو دل پر کھایا

آتش عشق جلا کر دل میں
دوست نے صاف بھُلایا

کاش! فرید کو چیتا کھائے
کوہ میں چل کر آیا

کافی سچل سرمست

یار سجن تیڈی باندی ہاں
باندی گھول گھماندی ہاں

تیڈے ہتھوں یار پیارا
جے مراں تا چاندی ہاں

کیا جے لوکاں ٹوکاں چایاں
ساجھر جھوکیں چاندی ہاں

ڈکھ ڈوراپے رانجھن والے
سارے سرتے ساندی ہاں

سچل ویڑھے یار سجن دے
پرتوں پیرے پاندی ہاں

کافی خواجہ غلام فرید

آ مل ماہی! میں ماندی ہاں
بیوس برہوں دی باندی ہاں

عشق اویڑے، دشمن ویڑھے
سس ننانّاں کرم بکھیڑے
امڑی جُڑ جُڑ لادم جھیڑے
بانبل دیر نہ بھاندی ہاں

کھیڑے بھیڑے سخت ستاون
بڑے وَسدے مَارن آون
سینگیاں سَرتیاں تہمت لاون
کلہڑی پئی کر لاندی ہاں

سیجھ سُرینڈی۔ لنبے لینڈی
گانے گنڑے پھل ناپینڈی
تول تلینڈی، چوڑ جلینڈی
روندی تے غم کھاندی ہاں

ڈُکھڑے پاواں نینہہ نبھاواں
تو بن کینوں کوک سُناواں
تبدیں کھریں وقت وٹجاواں
ول ول جھوکاں جاندی ہاں

موئی جھوکاں پھیر وسیسی
سارا روگ اندر دا ویسی
یار فرید انگن پوں پیسی
ڈیسم بانہہ سراندیاں

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

تیری باندی بن کر آتی ہوں
اے دوست! میں واری جاتی ہوں

مرتی ہوں گر تیرے ہاتھوں
تو چاندی کہلاتی ہوں

لوگوں کے طعنوں کی کیا پروا
رانجھے کی جانب جاتی ہوں

بار ملامت رانجھے والا
سَر پَر روز اٹھاتی ہوں

"سچل" آنگن میں دلبر کے
پاؤں میں بیڑی پاتی ہوں

اُردو ترجمہ کافی خواجہ غلام فرید

آ دوست نہ کوئی سکھ پاتی ہوں
تیری باندی ہوں گھبراتی ہوں

عشق اڑنگا خویش بھی عاری
ساس اور نند کا جھگڑا جاری
ماں کی کھٹ پٹ توبہ زاری
باپ کو بھی نہیں بھاتی ہوں

کھیڑوں نے ہے بہت ستایا
یکجا رہ کر ظلم ہے ڈھایا
سکھیوں نے الزام لگایا
تنہا آنسو بہاتی ہوں

بیج کو دھڑ سے آگ لگاؤں
ہار اور گہنے اب کیوں پاؤں؟
چوڑیاں جھمکے کیوں نہ جلاؤں
روتی اور غم کھاتی ہوں

صدمے سہہ کر وقت نبھاؤں
کس کو یہ فریاد سناؤں
گھٹ گھٹ کر اب کیوں مر جاؤں
رانجھے کی جانب جاتی ہوں

مالک اُجڑا صحن بسائے
دل کا روگ یکایک جائے
یار فرید میرے گھر آئے
راہ میں آنکھیں بچھاتی ہوں

کافی سچل سرمست

غیر دے خام خیال کنوں
ہنڑ ہادی سانوں توبہ توبہ

جیہی تیہی تیڈی آہس
دور نہ کریں وصال کنوں

آپوں آپ جمال دکھایوئی
میں گئی ہاں ہر حال کنوں

نال سائیں دے سانوں بچاویں
غیر دی قیل مقال کنوں

عرض اَساڈ مَن توں ہادی
قسم ہے ڈوجھے سوال کنوں

گڈ ہوون داتیں آکھیا سانوں
بگلی ہاں ایہیں گال۔۔۔کنوں

دین کفر کنوں قسم چَتو سے
ساڈی بَس ہیں وبال کنوں

عشق اَسانوں الف پڑھایا
تَرہ گئی دلڑی دال۔۔۔کنوں

کُڑم سبھوئی کوڑی آکھے
سچی ہاں ہیں سنجھال کنوں
جان "سچل" دی نال تُساڈے
چھٹ گئی ہاں جنجال کنوں

کافی خواجہ غلام فرید

ہکوار ڈٹھم ہر گال کنوں
ہکا رمز لدھم ہر چال کنوں

ہر صورت مَن نوں موہندی ہے
ہر مورت دل نوں کوہندی ہے
سب نسبت یار نوں سوہندی ہے
ہر حال کنوں ہر قال کنوں

کتھے دلبر تھی من سوہندا ہے
کتھے عاشق ہو کر روندا ہے
کتھے ربطوں فارغ ہوندا ہے
غم ناز دی قید و بال کنوں

بدنامی میڈا نام ہویا
غم کھاون شرب مدام ہویا
رت پیون کام دوام ہویا
چھٹ پیو سے شرم دی جال کنوں

ڈیکھو حُسن حقیقی ظاہر ہے
کیا اندر ہے کیا باہر ہے

کتھے ناسی ہے کتھے ماہر سے
سوہنڑا اپنے وصل وصال کنوں

جَڈاں عشق فرید اُستاد تھیا
سَبھ علم عمل بَرباد تھیا
پر حضرت دل آباد تھیا
سَو وَجد کنوں ، لکھ حال کنوں

اُردو ترجمہ کافی سچل سرمست

غیر کے خام خیال سے اب
اے ہادی! اپنی توبہ توبہ

جیسی تیسی تیری ہوں میں
دُور نہ کر تُو وصال سے اب

تونے خود ہی جلوہ دکھایا
میں نکلی ہر حال سے اب

نام خدا تو ہم کو بچا
غیر کی قیل وقال سے اب

عرض یہ میری سُن تو ہادی
توبہ! اور سوال سے اب

ساتھ رہیں گے میں نے کہا تھا
پگلی ہوں اس قال سے اب

کُفرو دین سے دل کو توبہ
چھوٹا ان کے وبال سے اب

عشق نے ہمکو الف پڑھایا
دل بیزار ہے دال سے اب
جھوٹی کہتا ہے سَب کنبہ
میں سچّی ہر حال سے اب
"سچل" کی جاں تُجھ پہ تصدق
چھوٹا سَب جنجال سے اب

اُردو ترجمہ کافی غلام فرید

دل شاد ہوا ہر قال سے اب
اک راز ملا ہر چال سے اب
ہر صورت من کو بھاتی ہے
ہر مورت دل بہلاتی ہے
سَب نسبت یار کی ذاتی ہے
ہر قال سے اب حال سے اَب
کہیں دلبر دل بہلاتا ہے
کہیں عاشق بن کر آتا ہے
کہیں ربط میں فرصت پاتا ہے
غم ناز کی قید و بال سے اَب
بدنامی میرا نام بنا
غم کھانا شرب مدام بنا
جاں چھوٹی شرم کے جال سے اب

یہ حُسن حقیقی ظاہر ہے
بیرون و اندرون ظاہر ہے
کہیں ناسی ہے کہیں ماہر ہے
وہ دلبر وصل وصال سے اب

جَب عشق فرید اُستاد ہوا
سَب علم و عمل برباد ہوا
یہ حضرت دل آباد ہوا
صد وجد اور لاکھوں حال سے اب

مولانا حکیم محمد صادق رانی پوری مرحوم فرماتے ہیں کہ:

"میرے دادا حکیم صادق علی عرف پلا حاذق حضرت خواجہ فخر الدین کے خلیفہ خاص اور مرید تھے اور میں نے خود بھی چاچڑاں شریف میں حضرت خواجہ غلام فرید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ میرے دادا فرماتے تھے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید کو منصور سندھ حضرت سچل سرمست کا کلام ہی وجد میں لاتا تھا۔ حضرت خواجہ غلام فرید کے فرمان کے مطابق اُنکے خلیفہ خاص نواب قیصر خان مگسی والیء ریاست جھالاوان (بلوچستان) چاچڑاں شریف میں اپنے ساتھ سندھ کے وہ موسیقار لایا کرتے تھے جو حضرت خواجہ غلام فرید کو حضرت سچل سرمست کا کلام گا کر سناتے تھے۔ ایک مرتبہ انہیں حضرت سچل سرمست کی اس کافی پر وجد طاری ہو گیا:

شملہ چا بدھ شاہی دا
چھوڑ گمان گدائی والا
(شملہ باندھ لے شاہی کا، چھوڑ گمان گدائی والا)

دوسری مرتبہ خواجہ صاحب کو یہ سندھی کافی سنائی گئی:

آءُ چو ڈکن کاڻ جائي آهيان،
سورن کاڻ سامائي آهيان.
(آلام پہ شیدا میں کیوں ہوئی
دردوں کے لئے پیدا کیوں ہوئی)

کافی سنتے ہی خواجہ صاحب پر وجد طاری ہو گیا۔ اور فوراً اسکے تتبع میں یہ کافی تیار کی:

دکھڑیں کارن جائی ہم
سولیں سانگ سمائی ہم
(دردوں کے لئے پیدا میں ہوئی، آلام ہی پہ شیدا میں ہوئی)

مولانا محمد صادق رانی پوری کی اپنے والد مولوی اللہ بخش سے روایت ہے کہ نواب قیصر خان مگسی جناب خواجہ صاحب کے لئے حضرت سچل سرمست کی فارسی تصانیف میں "دیوان آشکار" سوزنامہ، گدازنامہ اور عشق نامہ (قلمی) بطور تحفہ لے آئے تھے اور وہ کتابیں اکثر اوقات حضرت خواجہ صاحب کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔

اسی طرح حضرت خواجہ غلام فرید نے اپنے کلام کے اندر حضرت سچل سرمست کے علاوہ سندھ کے چند دوسرے شعراء کا بھی تاثر قبول کیا ہے۔ مثلاً: فقیر قادر بخش بیدل کی یہ مشہور کافی ہے کہ:

نہیں حاجت پڑھن پڑھاوڻ دی
سکھ رمز وجود ونجاوڻ دی
(نہیں حاجت پڑھنے پڑھانے کی
کر کوشش جسم گنوانے کی)

حضرت خواجہ صاحب نے اس کا تتبع اس طرح کیا ہے:

ٹھپ رکھ کنز قدوری نوں
سکھ ریت روش منصوری نوں

(رکھ اوڑھ کے کنز و قدوری کو
جا سیکھ دم منصوری کو)

ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب کو سندھ کے مشہور صوفی شاعر فقیر خیر محمد کی یہ کافی سنائی گئی:

رند روز و شب آهن سدا وحدت جي وادي ۾ غرق
(روز شب وہ رند ہوں گے وادیٔ وحدت میں غرق)

حضرت خواجہ صاحب نے اس کا تتبع اس طرح فرمایا:

آهن قلندر روز و شب پنهنجي خودي ۾ غرق
(وہ قلندر روز و شب اپنی خودی میں غرق ہیں)

سچل سرمستؒ کے منتخب سرائیکی کلام کا منظوم اُردو ترجمہ

کافی (۱)

چھوڑ گمان گدائی والا
شملہ باندھ لے شاہی کا

وحدت کا نقارہ بجا تو
شوق ہو شہنشاہی کا

دل میں غیر کا فکر سمانا
غمزہ ہے گمراہی کا

ہے گمراہی اصل ہدایت
نور سُفید سیاہی کا

تاج و کلاہ پہن شاہانہ
تارک بن بد خواہی کا

نعرہ لگا کر ظاہر ہوجا
جام اُٹھا الاہی کا

کہدے "اَنَاالحَق" جبکہ تو ہے
ہر راز الاہی کا

"سچل" نفی میں ہے اثباتی
سودا ہے یہ سپاہی کا

کافی(2)

عشق عطائے الاہی ہے
یہ کسب نہیں ہے کمانے کا
ہاتھ میں آتا نہیں ہے گویا
بادل مینہ برسانے کا
عشق ہے عشق، نہیں یہ ہرگز
ہیرا ہاتھ میں پانے کا
عشق ہے ساون کا مہینہ کر تُو
وعدہ اُسکے نبھانے کا
"سچل" کر تو سَر کا سودا
وقت نہیں گھبرانے کا

کافی(3)

عاشق نے نقارہ بجایا
لفظ "اَنَاالحَق" دھڑ سے پُکارا
شمس طلوع ہوا جس ساعت
گم ہوئی فوراً شب کی ظلمت
گیا اندھیرا سارا سارا
خاکی سے حق ہوا نمایاں
اندر باہر وہی ہے پنہاں

اُسکے نور کا سب میں پسارا

موج سر حلاج پہ آئی
عشق کی نوبت اس نے بجائی
سولی پر خود عشق سدھارا

"سچل" سچ کو چھپا نہ تو ہرگز
پھرتا ہے کیوں مارا مارا

کافی(4)

ہائے ہائے توبہ توبہ
دوست مجھے تڑپا گیا

دل کو میرے لوٹ گیا وہ
تیر ستم برسا گیا

روزا ازل سے درد مندوں پر
بار ملامت آگیا

عقل و خرد اور شرم و حیا کو
عشق ہے جڑ سے کھا گیا

جو کچھ ہے وہ عشق ہے بیشک
دوست یونہی فرما گیا

"سچل" کو سب راز حقیقت
عشق ہے خود سمجھا گیا

کافی(5)

تیری بازی سرکی بازی ہے
سَر دینا سر اَفرازی ہے
یہ عشق تواضع سازی ہے

یہ شاہی عشق کمانا کیا؟
یہ اپنا نام چھپانا کیا؟

جب تو خودی سے نہیں گزرتا
دار پہ چڑھنے سے ہے ڈرتا
موت سے پہلے نہیں مَرتا
عاشق نام بتانا کیا؟
یہ راز "اَنَاالحَق" پانا کیا؟

سر دے سب کچھ چھوڑ دے فوراً
غیروں سے منہ موڑ دے فوراً
رشتہء دنیا توڑ دے فوراً
شاہوں پر دل آنا کیا؟
اور کوچے میں ان کے جاناکیا؟

پاؤ کبھی نہیں پیچھے دھرنا
غیر سے سودا کبھی نہیں کرنا
موت کی سختی سے نہیں ڈرنا
عشق کا بوجھ اٹھانا کیا؟

عاشق بن کر نعرہ لگانا
خود کو سمجھ کر رتبہ پانا

عبدی باتیں دل سے بھلانا
سَر کے بال کٹانا کیا؟
اور خود پر لوگ ہنسانا کیا؟

بہر تماشا جگ میں آنا
خود ہی 'اَنَاالحَق' کہہ کے دکھانا
خود کو سولی پر لٹکانا
فکر خودی کھا جانا کیا؟
اس سودے میں گھاٹا پانا کیا؟

کیوں رہتا ہے تو غلامی میں؟
اغیار کی خاص سلامی میں؟
خود پھنستا ہے کیوں خامی میں؟
سر سُولی پر لٹکانا کیا؟
اور خود کو پسند بنانا کیا؟

آ عاشق عشق کے ڈیرے میں
پا مطلب ایک ہی پھیرے میں
کر بازی عشق کو گھیرے میں
یہ گلی گلی میں گانا کیا؟
یہ بیجا راگ سنانا کیا؟

کفرو دین کا نام مٹانا
خود ہی اپنا حکم چلانا
پاؤں کبھی نہیں پیچھے پانا
جگ میں پاؤں جمانا کیا؟
یہ دھرم کے دھکے کھانا کیا؟

عاشق بن کے نشانہ بن جا
یک دل یار یگانہ بن جا
عالم سے بے گانہ بن جا
خود کو خود شرمانا کیا؟
اور ایسا رنگ رچانا کیا؟

کوچہء عشق میں جو بھی آیا
اُس نے بہتر قدم اُٹھایا
"سچل" نے اب درشن پایا
سر دے کر منصب پانا کیا؟
اس جسم و جان کو جلانا کیا؟

کافی(6)

مُرغ خیال کو رہتا ہے اب
دل میں خیال اُدھر کا

زندہ دلی میں اس پر کیوں ہو
غلبہ موت کے ڈر کا

گھونسلہ کوئی بھی نہیں اُس کا
واقف نہیں وہ گھر کا

بحر کی موجوں پر ہے تسلط
بحری باز کے پَرکا

اُس کو جگہ نہ کوئی جمعیت
بے کل ہے دن بھر کا

پھڑک کے صد پھیروں میں پایا
کھوج افلاکی در کا

خود مختار اور خود ہی ہے وہ
واقف راہ گزر کا

وہاں گیا نہیں آیا جہاں سے
حال خطوط و خبر کا

سچل رنگ نہ کوئی روپ اسکا
نہیں امکان نظر کا

کافی(7)

میں کیا جانوں کہہ نہیں سکتا
کیا تھا وہاں، کیوں آیا؟

نام وہاں کچھ اور تھا لیکن
اور یہاں بتلایا

تھا میں وہاں معشوق، یہاں پر،
عاشق نام دہرایا

کچھ بھی وہاں سُدھ بُدھ نہ تھی اپنی
ہوش یہاں پر آیا

"سچل" نے ہے سچ کو سمجھا
"میں" کا فرق اُڑایا

کافی(8)

تاب سے ہوں بیتاب
میں تو تاب سے ہوں بیتاب

نا میں گویا نا میں جویا
نا میں سوال و جواب

نا میں خاکی نا میں بادی
نا میں آگ نہ آب

نا میں جنی نا میں انسی
نا مائی نا باپ

نا میں سُنی نا میں شیعہ
نا میں عیب و ثواب

نا میں شرعی نا میں وَرعی
نا میں رنگ و رباب

نا میں مُلا نا میں قاضی
نا میں شور شراب

یہ مت پوچھو سچل کیا ہے؟
نام اُس کا نایاب

کافی(9)

آنکھیں نہیں عقاب
عاشق کو ہے شکار بنایا

ان کا غمزہ رنگ گلابی
دونوں نین نواب

دل پر دردمندوں کے دمدم
اُڑتی ہیں وہ شتاب

گھاس اور پتے وہ نہیں کھاتیں
ان کی غذا کباب

پیتی ہیں یہ آنکھیں دونوں
شوری مست شراب

آنکھوں ہی نے قتل کیا ہے
"سچل" بہر صواب

کافی(10)

یہ عبدیت ہے عذاب
لاکھوں اس میں حجاب

تیرا ہوگا جہاں حساب
بننا وہاں تو نواب

دونوں باتیں ہاتھ میں تیرے
جانی دیدے جواب

راز سمجھ تو ربوبیت کا
اس میں نہیں حساب

نقطہء عشق کے آگے نہیں ہے
عقل نہ کوئی القاب

"سچل" اس میں زیریں نہ زبریں
اور نہ کوئی اعراب

کافی (۱۱)

غیر کے خام خیال سے اب
اے ہادی! اپنی توبہ توبہ!

جیسی تیسی تیری ہوں میں
دُور نہ کر تو وصال سے اب

تو نے خود ہی جلوہ دکھایا
میں نکلی ہر حال سے اب

نام خدا تو ہم کو بچانا
غیر کی قیل و قال سے اب

عرض یہ میری سُن تو ہادی
توبہ اور سوال سے اب

ساتھ رہیں گے میں نے کہا تھا
پگلی ہوں اس قال سے اب

کفرو دین سے مجھ کو توبہ
چُھوٹا ان کے وبال سے اب

عشق نے ہم کو الف پڑھایا
دل بیزار ہے دال سے اب

جھوٹی کہتا ہے سب کنبہ
میں سچی ہر حال سے اب

"سچل" کی جاں تجھ پہ تصدق
چُھوٹا سب جنجال سے اب

کافی(12)

پیتا ہوں آب حیات
میں پیتا ہوں آب حیات

پینے سے دل روشن ہوگا
پاؤں گا درجات

فکر ہماری رک نہ سکے گی
توڑے گی ظلمات

بن جا ایک اور ایک کو پہچان
ایک ہے ذات و صفات

جو ہے ناطق وہی ہے سامع
اُس کا یہ اثبات

"مین" ہوں خدا اور میری خدائی
کہہ تو یہی کلمات

جو وہاں پہنچا زندہ رہے گا
دیکھے گا نہ ممات

"سچل" صرف ہے سچ کا عالم
ہے نہ وہاں دن رات

کافی(13)

بے رنگی تصویر
سب رنگوں میں خود ہے سمایا

خود ہی گائے خود ہی بجائے
خود ہی سمیع و بصیر

کہیں وہ لیلےٰ کہیں وہ مجنوں
کہیں وہ طفل اور پیر

کہیں وہ حاکم حکم چلائے
کہیں درویش و فقیر

"سچل" ہر جا رنگ ہے اُسکا
کون کرے تقریر

کافی(14)

دل کا سودا کر دلدار
دل دینے میں بن ہشیار

خود کو اُس محبوب نے واللہ
خود ہی کیا اظہار

آنکھوں میں چھپ جائے جو کچھ
بس ہے وہی اسرار

کچھ نہیں یہ مؤمن و مُسلم
کچھ بھی نہیں کفار

سچ ہے "سچل" بالکل سچ ہے
سب میں وہ سرکار

کافی(15)

"میں ہوں تیرا یار"
یار نے میرے یہ فرمایا
نکتہء باطن جگ کے آگے
مت کرنا اظہار

غیروں سے کیوں پوچھتا ہے تو
خود ہی بن ہشیار

دنیا میں یہ شہرت تیری
عشق کے ہیں آثار

"سچل" سچ ہے سچ ہی سے کر
"اَنَا الحَق" کا اقرار

کافی(16)

جب سے حق اثبات میں آیا
غرق ہوئے سب دعویدار

میں منصور کی مثل کرونگا
جگ میں "اناالحق" کا اظہار

"عین" کی خاطر میں یہاں آیا
چھوڑ کے سارا گرد و غبار

زنگ مٹا ظلمات کا سارا
ذاتی نور ہو اظہار

گزر گئے دن خزاں کے سارے
گھر گھر ہے اب فصل بہار

غیر کو چھوڑ کے حق کر سمجھا
"سچل" میں نے سب سنسار

کافی(17)

آیا میرے آنگن یار
واری جاؤں میں صد بار

"وَھوَ معَکُم" یہی اشارہ
دور نہیں دلدار

اندر باہر ایک ہے دلبر
صورت لاکھ ہزار

خود ہی پھرتا ہے چھپ چھپ کر
خود ہی ہے اظہار

ادھر اُدھر اس دوست کے دیکھو
"سچل" سبھی سنگھار

کافی(18)

یہ ہے نینوں کا ناز
پلکوں نے صد تیر چلائے

دل ہے میرا تیر گویا
چشم تری شہباز

برہ کا باز ہے سر پر کرتا
ہر ساعت پرواز

دلبر بے پروا کے آگے
اپنا عجز و نیاز

سوز و فراق نے مجھ کو بنایا
" سچل" سرفراز

کافی(19)

تیری آنکھیں بحری باز
دل کو پکڑ کر لقمہ بنائیں

یہ ہیں دونوں برہ کے باشے
یا شاہین شہباز

کھاتی ہیں عشاق کے دل کو
کرتی ہیں پرواز

سچ ہے میں نے کبھی نہیں دیکھا
ان نینوں کا نیاز

" سچل" دوست کا ہے ہر ساعت
ہم مسکینوں سے ناز

کافی(20)

آجا میرے پاس رے ساجن
آجا میرے پاس

میرے گناہ شمار سے باہر
مت کر تول تپاس

ہر صورت میں تو خود ہے سمایا
لاکھوں تیرے لباس

ہم ہی دل سے تجھ پہ فدا ہیں
دل میں کر تو قیاس

تیرے بغیر اے دلبر ہم کو
کچھ بھی نہ آیا راس

"سچل" آخر کون بجھائے
میرے دل کی پیاس

کافی(21)

جس نے پیا ہے عشق کا جام
وہ دل مست والست مدام

کہاں رہے اب دین و مذہب
کُفر کہاں اسلام؟

پانچوں تن ہیں حمایت میری
حَسن حُسین امام

اُلفت والوں ہی کو ملے گا
خُلد بریں میں مقام

باندھا ہے عشاق کے سر پر
عشق نے ہی احرام

روز و شب مستانوں کو ہے
کیف و وجَد مدام

ہوتا ہے عشاق کا ہردم
سُولی پر انجام

دار پہ چڑھ کر کہا "اَنَاالحَق"
شہ منصور نے عام

سر پہ اُٹھا تو بار ملامت
عشق ہے سب بدنام

جس نے علم و عقل کو چھوڑا
اُس کا عشق امام

عیش و خوشی لُٹ جاتے ہیں سب
عشق میں کب آرام

جائے صفت میں وہ نہیں داخل
کا ملی چھوڑ قوام

در حبیب کے لاکھوں خادم
"سچل" بھی ہے غلام

کافی(22)

آجا میرے آنگن
سن رے میرے رانجھا

دوست! تو ہم سے دور نہ جانا
کر آنکھوں میں مسکن

کھیڑوں[1] کی نگری سے اب توبہ
چھوٹا جھگڑوں سے مَن

تو ہے میرا میں ہوں تیری
بھاڑ میں کھیڑوں کا دھن

عشق نے کتنا ظلم ہے ڈھایا
درد بنا ہے دشمن

آجا دوست "سچل" کے ڈیرے
لطف و کَرم سے بن ٹھن

کافی(23)

تو ایک تھا اور کوئی بھی نہ تھا
وہ سَیر کو آنے والا کون؟

تو نے کہا "بے جسم ہوں میں"
وہ جسم بتانے والا کون؟

حکم وہاں ظاہر تھا تیرا
یہاں بات بتانے والا کون؟

---

1 ایک قبیلہ کا نام جس میں ہیر کی شادی ہوئی تھی۔

پاک ہے تو "یدورجل" سے جب
یہاں پاؤں جمانے والا کون؟

ہے تیری صفت بے گوش وزباں
یہ راز بتانے والا کون؟

مکاں سے تو ہے لامکاں
یہاں قصر بنانے والا کون؟

تونے کیا اظہار" اَنَا اَلحَق"
دار پہ آنے والا کون؟

آدم بن کر امر کیا
ابلیس بنانے والا کون؟

احمد اپنا نام دھرا
انکار کرانے والا کون؟

ہر دو جہاں میں " سچل" اپنا
بھید چھپانے والا کون؟

کافی(24)

میں تو کوئی خیال ہوں
ڈھونڈھو مجھے خیال میں

زہد و عبادت تقویٰ طاعت
مت پڑ اس بکھجال میں

فکر میں فوراً فانی ہوجا
دیکھ کمال جمال میں

اس منزل تک وہ جائینگے جو
مستغرق ہیں اس حال میں

میں ہوں دید اور دید بھی مجھ میں
میں ہوں عیاں وصال میں

اَصل سے وہ آگاہ نہیں جو
اٹکے ہیں اشکال میں

" سچل" سچ کو ظاہر کردے
مت پھنس جنگ و جدال میں

کافی(25)

تیری باندی بَن کر آتی ہوں
اے دوست! میں واری جاتی ہوں

مرتی ہوں گر تیرے ہاتھوں
تو چاندی کہلاتی ہوں

لوگوں کے طعنوں کی کیا پَروا
رانجھے کی جانب جاتی ہوں

بار ملامت رانجھے والا
سَر پر روز اٹھاتی ہوں

" سچل" آنگن میں دلبر کے
پاؤں میں بیڑی پاتی ہوں

کافی(26)

مظہر پاک محمد ﷺ کا ہے
ہر جا نور نظاروں میں

حق کا ظہور ہوا ہے اُن سے
وہ ہیں حق کے پیاروں میں

اُن کی تلاش نہ اور کہیں کر
ڈھونڈھ اُنہیں بنجاروں میں

اُلفت کے مینار پہ ہیں وہ
سُورج چاند ستاروں میں

ذرّہ ذرّہ میں وہ نمایاں
نُور ہے اُن کا نیاروں میں

خود ہی سوچ سمجھ تو اُن کو
ہوش سے رہ ہشیاروں میں

خودی سے فوراً بے خود ہوجا
بن جا عین اظہاروں میں

اسم و جسم کو دیکھ کے اپنے
بھٹک نہ تو بیچاروں میں

قدموں پر سَر دھرنا اُن کے
سمجھ کے راز اشاروں میں

بول رہا ہے وہ ظاہر و مخفی
" سچل " سب اطواروں میں

کافی(27)

کیوں بھلا درویش بن کر جگ میں تو گاتا نہیں؟
ہے یہ میدان محبت اس میں کیوں آتا نہیں؟

تونے اپنی عمر ہے غفلت میں سب برباد کی
چاہیئے مستی گر مےخانہ کو جاتا نہیں

ہے بغیر اُس دوست کے یہ زندگی بالکل عذاب
نا سمجھ ہے تو یا کوئی تجھ کو سمجھاتا نہیں

راز اُلفت کردیا عالم میں تونے آشکار
وائے حسرت تو اسی عقدہ کو سلجھاتا نہیں

عشق کا دعویٰ ہے تجھ کو اور خوشامد میں ہے خوش
عاشق صادق مگر ذلت سے گھبراتا نہیں

چاہیئے تجھ کو ہمیشہ خوش غذا و خوش لباس
فاقہ مستی میں تجھے شاید مزہ آتا نہیں

حیف زاہد! حیف، لاکھوں حیف تیرے حال پر
تو بجائے شیر و حلوہ اور کچھ کھاتا نہیں

ساغر الفت کے پینے سے "سچل" سرمست ہے
ناچتا ہے خود مگر اوروں کو نچواتا نہیں

کافی(28)

کیا کروں میں جو مرا کوئی اختیار نہیں
ہائے رے آج مرے پاس وہ دلدار نہیں

کس سے فریاد کروں ہجر نے برباد کیا
کاش یکدل وہ مرا یار وفادار نہیں

نبض کو دیکھ کے مایوس فلاطوں بھی ہوا
کہہ دیا صاف کہ یہ مست تو ہشیار نہیں

زندگی میری بجز دوست ہے عین عذاب
خاک اُس دید میں حاصل جسے دیدار نہیں

تجھ کو تو درد نہیں یار نے "سچل" سے کہا
میں نے رو رو کے کہا تجھ کو اعتبار نہیں

کافی(29)

ابھی تک وادیء الفت میں سرگرداں نہیں کوئی
رواں اس چشم خون سے چشمہء بار اں نہیں کوئی

ہوا تشریف فرما سب کے گھر جان جہاں لیکن
دل و جاں سے اسی محبوب پر قرباں نہیں کوئی

ہوا میں غمزۂ غم سے بہت کچھ ششدر و نالاں
مگر احباب سے اس حال کا پُرساں نہیں کوئی

بیاں کس سے کروں جاکر میں اپنے درد کی حالت
کہ خود دلبر کے ہاں اس درد کا درماں نہیں کوئی

میری ان حسرتوں پر کیوں نہ ہو آہ و بکا میری
کہ جب کثرت سے وحدت کا بنا سلطاں نہیں کوئی

ازل سے عشق کا میرے، یہ کفر و دین ہی دشمن ہے
میرے دل کو مسلمانی پہ بھی ایماں نہیں کوئی

ہوئے معلوم مرشد سے مجھے اسرار رندانہ
سو اے عشق عرفاں مذہب مرداں نہیں کوئی

سچل کو کیوں نہ ہو حیرت ہمیشہ اس تماشے پر
کر داناؤں کی دنیا ہے مگر ناداں نہیں کوئی

کافی(30)

میری یہ جان قرباں ہے میری یہ جان قرباں ہے
یہاں آئے اگر کوئی یہ ہے گو اور یہ میداں ہے

جو اپنا سر پہچانے "انا سرہ" وہ انسان ہے
بڑی ہے بات اُلفت کی وہ مشکل ہے نہ آساں ہے

یہاں سے مرغ کا سارا عجب کچھ آشیانہ ہے
ارسطو اورا فلاطوں بھی اسی حیرت میں حیراں ہے

وہی ظاہر وہی باطن وہ "ہم تم" کا بہانہ ہے
نکل اس کفر اور اسلام کی حد سے یہ فرماں ہے

ہوا اُس سے ہے روشن عشق یہ اُس کا فسانہ ہے
سنو منصور کی صافی، اناالحق سے وہ سلطاں ہے

اُسی خواجہ کی خدمت میں سلاموں پر سلام اپنے
"سچل" اُس شاہ کا تہدل غلامان غلاماں ہے

کافی(31)

یہاں وہاں اُس مالک نے ہی
آدم نام رکھایا ہے

تخت ہزارہ[1] میں رانجھے نے ہی
خود کو چاک[2] بتایا ہے

باطن سے ہوا ظاہر دیکھو
عشق نے راز بتایا ہے

خود عاشق خود معشوق بنا
اور خود ہی عشق کمایا ہے

اُس نے صد عشاق کا یارو
خود ہی سر کٹوایا ہے

اندر باہر ہر شے میں وہ
مالک خود ہی سمایا ہے

بحر عمیق سے موجیں اٹھیں
خود ہی پار دکھایا ہے

سچل ہر صورت میں اُس نے
اپنا رنگ رچایا ہے

کافی(32)

خود ہی سیر کو آیا آقا
خود ہی سیر کو آیا ہے

خود ہی تماشا کر کے اُس نے
ہر جا رنگ رچایا ہے

1-رانجھا کے گاؤں کا نام، 2- بھینسیں چرانے والا۔ مہنوال۔

بولی بول کے ہر صورت کی
عین سے عین بتایا ہے
صورت والا بھیس بدل کر
آدم نام رکھایا ہے
"سچل" سچ ہے سچ ہے میں نے
خود کو نہیں بھلایا ہے

کافی(33)

یہاں نہیں وہ کہاں نہیں
اُس یار کی صدا ہے صدا ہے
اس پر ہے دل کو حیرت
کیا دوست کی ادا ہے ادا ہے
خود ہی کو دیکھ کر وہ
کیوں خود کو بھولتا ہے بھولتا ہے
ہنستا ہے ساتھ سب کے
خلوت میں رورہا ہے رورہا ہے
نٹ اور بھگت کہیں پر
بازی سے آشنا ہے آشنا ہے
کہیں ہے وہ ہیر و رانجھا
کہیں قیس کی نوا ہے نوا ہے
رقاص حُسن بن کر
"سچل" وہ ناچتا ہے ناچتا ہے

کافی(34)

خود ہے وہ خود ہے دلبر
نہیں دوسری صدا ہے
ہر قسم کا تماشا
وہ خود دکھا رہا ہے
منصور بن کے اُس نے
سُولی پہ سَر دیا ہے
خود پر ہوا ہے عاشق
خود ہی کو دیکھ کر وہ
صَد شوق سے اَنَاالحق
سُولی پہ کہہ چکا ہے
وصل و فراق میں وہ
ہوتا ہے خود ہی شامل
شعلے ہیں آسماں پر
کیا عشق کی نوا ہے
مجھ کو قسم خدا کی
مصحف کی مصطفےٰ کی
مثل حبیب یکتا
نہیں کوئی دوسرا ہے
کہتے ہیں دوست مجھ کو
اس جسم و جاں کو گم کر
گم ہو تو غیر جائے
پھر تو ہی خود خدا ہے

اس پر ہے مجھکو حیرت
کہنا یہی بجا ہے
یہ جسم و جاں ہیں جھوٹے
حرفوں کی ابتدا ہے
آئے ہیں کس طرف سے؟
یہ جسم و جان آخر
خود ہی کو خود بنا کر
پھر کیوں بھلادیا ہے
جنگ وجدال میں وہ
امن و امان میں وہ ہے
بے رنگ رنگ میں ہے
صد چال چل رہا ہے
"سچل" کہیں نہیں تو
ہر جا ہے خود وہ دلبر
ہیں نیک و بد اسی کے
کیوں مجھکو ڈر لگا ہے

کافی(35)

عشق نے دل میں شور مچایا
کیسے اب رُک جائے
کیسے اب رُک جائے
ہائے کَون بچائے؟

عشق نے میری ان آنکھوں سے
بادل ہیں برسائے

عقل و ہوش اور شرم حیا سب
عشق میں راس نہ آئے

زاہد ہو یا مُلا قاضی
سب کو غم تڑپائے

زہد و عبادت، تقویٰ کو غم
دل سے صاف بھلائے

قلزم اولوں سے کیوں اٹکے؟
بے پایاں کہلائے

زور ہے سب سے عشق کا گھوڑا
کون لغام لگائے؟

عشق نے آج "سچل" کے دل پر
خونی تیر چلائے

کافی(36)

یاد میں تیری اے جاناں
اب ہم کیوں کر جی لیں گے

کرنا کوئی خیال ہمارا
روز مصیبت جھیلیں گے

درد و فراق کے زہر کا ساغر
دوست کے ہاتھوں پی لینگے

دوست ترے دیدار کا صدقہ
مر کر بھی ہم جی لیں گے
"سچل" دں کے زخموں کو ہم
اُن کی جفا سے سی لیں گے

کافی(37)

آ بس آنگن میرے
قرب تیرا مجھے گھیرے
دن اور رات طلب ہے تیری
دوست! تو آ میرے ڈیرے
میرے آنگن گر تو آئے
دور ہوں درد کے پھیرے
تجھ پر ہے میرا دل دیوانہ
کھیڑے دشمن میرے
آجا دلبر درماندوں میں
ترے قریب ہوں ڈیرے
"سچل" سے سب سبق بھلایا
عشق نے دلبر تیرے

کافی(38)

آنکھیں کھول کے دیکھ تماشا
ایک ہی صورت ساری ہے

ادھر اُدھر ہے ایک ہی دلبر
ہر جا جلوہ جاری ہے
کہیں وہ بلبل، کہیں وہ گلگل
کہیں وہ پھول کیاری ہے
کہیں وہ پڑھتا ہے "بسم اللہ"
کہیں وہ خاص خماری ہے
کہیں وہ گوشہ گیر بنا ہے
کہیں وہ شاہ شکاری ہے
کہیں کرے وہ ورد دو زانو
کہیں وہ زیب سواری ہے
کہیں وہ مؤمن کہیں وہ کافر
کہیں اپنا ہی پُجاری ہے
کہیں وہ شیخ مشائخ حافظ
کہیں وہ کاتب قاری ہے
کہیں برہمن بنتا ہے وہ
اور کہیں زناری ہے
کہیں درویشی گدڑی پہنے
کہیں ریشم دھاری دھاری ہے
کہیں وہ مست و اَلست قلندر
کہیں اُسکی سرداری ہے
کہیں ہے تخت تکبر پر وہ
اور کہیں وہ بھکاری ہے

کہیں پھرے وہ سب سے مخفی
کہیں وہ مُشک تتاری ہے

کہیں وہ روشن چاند ستارہ
کہیں سورج کی ضوباری ہے

کہیں وہ سب کی بولی بولے
کہیں وہ نطق سے عاری ہے

کہیں وہ سُنی کہیں وہ شیعہ
کہیں فرقوں سے بیزاری ہے

کہیں عاشق اور معشوق بنے
کہیں ناز کی منصب داری ہے

کہیں "اناالحق" کہتا ہے وہ
کہیں پر توبہ زاری ہے

وہی ہمیشہ حکم چلائے
اس کی خودمختاری ہے

رقص کرائے رقصاں ہے خود
خود پر نشہ طاری ہے

خود ہی گائے خود ہی بجائے
خود ہی سنکھ سکھاری ہے

خود ہی منہ پر خاک لگائے
خود خوشبو عطاری ہے

خود ہی قلندر خاک نشیں ہے
خود اپنا ہنجاری ہے

خود ہی خود پر ہے فریادی
خود فرماں سرکاری ہے

خود ہی لڑے خود دور بھگائے
خود سے خود تکراری ہے

خود ہی لڑائی میں لے حصّہ
خود ہی صلح پہ واری ہے

خود ہی کعبہ خود بُتخانہ
خود سایہ دیواری ہے

خودہی برات اور خود ہی دولہا
خود ہی وہ سَرناری ہے

خود ہی احمد خود ہی علی ہے
خود اپنا اقراری ہے

خود ہی عبدالحق کہلائے
خود ہی رحمت باری ہے

خود ہی اندر خود ہی باہر
سب میں جلوۂ باری ہے

اُسکی طرف سے ہے ہر مشکل
غم میں اُسکی یاری ہے

کہیں پہ کیسا کہیں پہ کیسا
کیسی یہ مکاری ہے؟

جیسے چیت کا ایک ہی موسم
لیکن صدگلزاری ہے

دانہ ایک شجر ہیں لاکھوں
بے حد ثمر شماری ہے
مٹی ایک ہے نام ہیں لاکھوں
بے جا اسم شماری ہے
نے شکر سے شکر ہے پیدا
ایک ہی لذت ساری ہے
ایک ہیں دونوں قند اور مصری
نام ہی سب پر بھاری ہے
سونا ایک تو زیور لاکھوں
سب کی چمک نیاری ہے
"سچل" وہ خود سچ کہتا ہے
جھوٹ سے وہ انکاری ہے

کافی(39)

اے عشق کہاں سے تو آتا ہے
پھر کونسی جانب جاتا ہے
کیا غمزہ و ناز دکھاتا ہے؟
موسےٰ بن کر سہی مشقت
خود ہی دیکھی خود کی صورت
عیسےٰ بن کر دم کی بدولت
پھر مردوں کو جلاتا ہے
کس کا بنا حلاج نظارہ؟
کس نے اَناالحق لفظ پکارا

ادھر اُدھر تھا کس کا پسارا؟
خود کو خود مرواتا ہے

کہیں ہے تیرے ساتھ صبوری
کہیں ہے وصل سے فصل و دوری
تجھ میں تیری ہے مخموری
کیسی بات بناتا ہے

کہیں ہے تو خود یار یگانہ
کہیں ہے تو خود ہی بے گانہ
بن کر خود اپنا مستانہ
اپنا دل بہلاتا ہے

یہ عشاقوں کو سمجھایا
وہاں گیا پھر جہاں سے آیا
خود ہی اپنا بھید بتایا
"سچل" کس سے چھپاتا ہے

کافی(40)

لوگوں سے کیا شرم ہو ان کو
عشق میں جو آوارے

طعن و عتاب ہے انکی زینت
کیوں اُکتائیں بیچارے

سب کی سُن کر پٹی باندھیں
وہ زخموں کے مارے

دوست کے ہاتھوں وہ پی جائیں
درد نہاں کے دھارے

وہ درماندے چیخ رہے ہیں
گن کر ہجر کے تارے

گھر کو چھوڑ کے ڈھونڈھ رہے ہیں
کوہ بیابان سارے

مے نوشوں کے علاوہ کوئی
کیا سمجھے یہ اشارے

وہی سویرے دودھ بلوئیں
دور ہوں جن سے پیارے

عشق میں خود پر لوگ، ہنسائیں
الفت کے بنجارے

عشق کا پھندا جس کے گلے میں
وہ کیوں ہمت ہارے

"سچل" وہ کیسا سکھ سنجالیں گے
جو ہیں ہجر کے مارے

سچل سرمستؒ کے منتخب سندھی کلام کا منظوم اُردو ترجمہ

وحدت نامہ

وہ خدائے لم یزل، خلاق و رب العالمین
مالک الملک ازل و سبحان و خیر الرازقین
اُس کی خوبی ہے نہاں ہر صاحب تکریم میں
شان ہے اُس کی عیاں ہر کام کی تقسیم میں
بعض ہیں منبر پہ فائز، وعظ حق پر مستقیم
بعض ہیں اہل کتابت، صاحب درس قدیم
بعض ہیں بہر مسائل قاضی و مفتیٔ دین
بعض ہیں حکام عدل و معدلت، اہل یقین
بعض عالم باعمل، معقول در منقول ہیں
بعض در ورد وظائف روز شب مشغول ہیں
بعض ہیں دل بستہ در اوراق گردانی فضول
ہے رگ وریشہ میں اُن کے حرص دنیا کا حصول
درس درد اُن کی نہیں، فطرت میں جانگیر
اُن کے دل پر کچھ نہیں حرف محبت کی لکیر
وہ سیہ کرتے ہیں بیجا صفحہء قرطاس کو

جانتے تک وہ نہیں الفت میں حرف یاس کو
دل سیہ اُن کا ہے کالی روشنائی کیطرح
حرص ہے بس کار فرما خود نمائی کی طرح
پا نہیں سکتے وہ نا واقف حصول مدعا
دور اُن سے ہے ہمہ اوقات راز کبریا
جانب حق وہ ہمہ تن گوش بن سکتے نہیں
تشنہء توحید سے مدہوش بن سکتے نہیں
منکر توحید کیا سمجھیں گے یہ راز جنوں
ذکر ہے اُن کا کلام اللہ میں "اَفَلَاتُبصِرُونَ"
علم ظاہر سے اُنہیں ہوتا ہے کچھ معلوم اور
وہ سمجھتے ہیں اسی نکتہ سے کچھ مفہوم اور
وہ بقا سے دور ہیں، فکر فنا کرتے نہیں
روز اوّل سے بلائے حرص سے ڈرتے نہیں
چند حرفوں پر زمانہ بھر میں اتراتے ہیں وہ
اپنی محنت بیچ کر کس شوق سے کھاتے ہیں وہ
اصل معنٰی کو بدل دیتے ہیں وہ تاویل سے
رونما ہوتا ہے خود الحاد اس تبدیل سے
علم ظاہر پر بھی وہ ہرگز عمل پیرا نہیں
جذبہء حق اُن کے سینوں میں ابھی اُبھرا نہیں
اُن کے بارے میں عیاں ہے یہ حدیث مصطفٰے
"علم کو جس نے برائے بحث و نخوت سے پڑھا
"وہ منافق ہے، اسی حالت میں مر جائے گا وہ
"معرفت کا کھوج تا محشر نہیں پائے گا وہ"
جھانکتے ہیں خاک میں حق کو کوئی پاتا نہیں

ابر میں ہے آفتاب ان کو نظر آتا نہیں
اس توہم نے بنی آدم کو حیراں کردیا
یعنی مذہب کے معمہ نے پریشاں کردیا
ہر بشر سے آج کل تقلید دامن گیر ہے
یا کسی مذہب کی اُس کے پاؤں میں زنجیر ہے
کاش وہ بدعت ہے مُلاؤں کی بیجا بات میں
جو نظر آتی نہیں قرآن کی آیات میں
ہر حدیث مستند بھی کبر سے ہے پاک و صاف
صرف ان ملاؤں کو ہے راز حق سے اختلاف
نیم مُلاؤں نے ہرگز جستجوئے حق نہ کی
اپنی آنکھوں پر انہوں نے خود ہی پٹی باندھ لی
درد کی وادی سے یہ بے درد کوسوں دور ہیں
دید حق سے بے خبر ہیں قاتل منصور ہیں
وادیء الفت میں گر مُلا ہو کوئی گامزن
خود بخود کھل جائے اُس پر عقدۂ دارو رسن
بحر الفت میں اُسے مل جائے حقی حاشیہ
بہہ چلیں موجوں میں سب کنز و قدوری کافیہ
نحو سے وہ منحرف اور صرف کو اُن کا سلام
بس انہیں باتوں پہ ہے توحید کا قائم نظام
خشک مُلا علم کی اُلجھن میں ناداں رہ گئے
نکتہء توحید سے ہرگز نہ واقف ہوسکے
بعض انساں مست ہیں باتوں میں قیل و قال میں
بعض نالاں رنج سے اور بعض خنداں حال میں
بعض سرعت سے بڑھے آگے مقام حال سے

غیر واقف ہوچکے ماضی کی قیل و قال سے
بعض سرگرداں ہیں در حرص و ہوس لیل و نہار
"طالب الدنیا مؤنث" غیر حق سے ہم کنار
بعض ہیں درخواہش عقبیٰ پُر از دیوانگی
"طالب العقبیٰ محنت" دور از مردانگی
عاشقان حق ہیں ان میں حق موجود ہے
بسکہ لاموجود الا اللہ وہ معبود ہے
"طالب المولیٰ مذکر" یہ ہے رمز عاشقاں
منکشف ہوتے ہیں اس منزل میں اسرار نہاں
چھوڑ کر ہر دو جہاں آگے بڑھے جاتے ہیں وہ
تیسرے عالم میں جاکر آبرو پاتے ہیں وہ
روز اول سے نظر آتے ہیں وہ زارو زبوں
ہے مقام فقر ان کے واسطے وجہ سکوں
یہ حدیث آئی ہے از خیر البشر خیرالوریٰ
"فقر ہے اک گنج زر از گنجہائے کبریا"
فقر کی نعمت خدا والوں کو ہوتی ہے نصیب
شان لا یحتاج ہے ان حق پسندوں کی عجیب
کہہ گئے ہیں صریحاً شافع ہر دو جہاں
"فقر میرا فخر ہے اور فقر ہے مجھ سے عیاں
فقر والے مضطرب ہیں چین سے سوتے نہیں
ایک لمحہ بھی کبھی آرام میں کھوتے نہیں
روح سے ہوتی ہے اُنکی گفتگو صبح وشام
لب پہ اک مہر خموشی، دل میں غم کا اژدھام
ساتھ اسکے سرور کونین کا ہے یہ بیان

"جس نے پہچانا خدا کو بند ہے اُسکی زبان"
نشۂ توحید سے وہ نیست ہیں نابود ہیں
"میں" نہیں کہتے وہ گر ہر حال میں موجود ہیں
اُنکے کانوں میں ہے گونجی یہ صدائے ذوالجلال
"جملہ عالم ہے ہویدا از خدائے ذوالجلال"
یہ بھی فرمایا ہے اُس اللہ نے بین السّطور
"خیر و شر سب کا ہے اُس خلاق عالم سے ظہور"
عاشقانِ حق کے دل سے دور سب دوری ہوئی
الفت مولیٰ میں حاصل ان کو مسروری ہوئی
منہ سے کچھ کہتے نہیں وہ عاشق شوریدہ سر
ہچکیوں پر ہچکیاں لیتے ہیں باوقت سحر
حسرت و اندوہ میں چکر پہ چکر ہے اُنہیں
سر میں سودائے سفر ہاتھوں میں ساغر ہے انہیں
خوں فشاں ہیں ان کی آنکھیں گریہءوزاری کیساتھ
خاک اڑاتے پھرتے ہیں وہ رنج بیماری کیساتھ
"چون ہر آن سرے کہ یا محبوب دارند اہل راز
ہم خبر نبود کراماً کاتبیں را در مجاز"
اس مَن و تو کو وہ عاشق مانتے ہرگز نہیں
زندگی و موت کو وہ جانتے ہرگز نہیں
دوست و دشمن سب ہیں یکساں خرقہ پوشوں کیلئے
شہد و خنظل ایک ہیں ان زہر نوشوں کیلئے
اُنکی گردن عیش کے آگے کبھی جھکتی نہیں
بارش خوں اُن کی آنکھوں سے کبھی رُکتی نہیں
یاد حق میں ترک دنیا پر جیا کرتے ہیں وہ

سر کٹا کر ساغر لفت پیا کرتے ہیں وہ
درد سے خوگر ہوئے وہ عیش و عشرت چھوڑ کر
بہر جاناں بن گئے جوگی حکومت چھوڑ کر
وصل جاناں کیلئے حال پریشاں ہوگئے
ابترو زار و زبوں ناشاد و نالاں ہوگئے
دید دلبر سے ہیں وہ پر درد بھی محفوظ بھی
ہجر سے مجبور بھی اور وصل سے محفوظ بھی
یہ لقائے دوست بہر عاشقاں اک عید ہے
وہ مکاں سے لامکاں ہیں لامکاں پر دید ہے
وادیء اُلفت میں رکھتے ہیں وہ دانشور قدم
خود شناسی میں ہے ان کی "یہ من و تو" کا لعدم
لفظ "یہات" ان کے لب پر ہے رواں لیل و نہار
بس انہی اوصاف سے وہ اہل دل ہیں آشکار
فرقت جاناں میں گھل گھل کر مرا کرتے ہیں وہ
خود بخود اس آتش غم میں جلا کرتے ہیں وہ
دل وہ پژادے کی دبی آتش سے عشق آموز ہیں
ہی دل ہیں لذت اُلفت سے لطف اندوز ہیں
وسعت دل درد بڑھ جانے پہ بھی رکتی نہیں
آگ سینے میں سلگتی ہے بھڑک اٹھتی نہیں
روئے جاناں پر وہ اہل درد دیوانے ہوئے
شمع کے شعلوں پہ خود برباد پروانے ہوئے
طالبان حق کو ہے ہر وقت حق کی جستجو
"ماسوا اللہ" کی نہیں اُن کے لبوں پر گفتگو
ہے انہی آنکھوں نے دیکھا مظہر ہر دو جہاں

جن سے شب خیزی کے سرمہ کی سفیدی ہے عیاں
وہ ہیں آٹھوں پہر مستغرق خیال یار میں
بیٹھے ہیں گردن جھکائے دوست کے اذکار میں
وہ نہیں پاتے جہان حق میں آسائش کہیں
کچھ نہیں کہتے کسی سے وہ زبان حال سے
کام ہے اُن کا رموز عشق و مخفی قال سے
سالکان حق کو "صُمّ و بکم" ہے حق کا ثبوت
ہے عوام الناس پر ظاہر نہ یہ وجہ سکوت
درد مندوں پر مسلط ہے رخ جاناں کا فکر
چشم ہے مشغول گریہ اور دل مشغول ذکر
اُن کے حال و قال میں ہروقت فکر یار ہے
نیند ہے آنکھوں کو اُن کی اور دل بیدار ہے
وہ عیاں کرتے نہیں ہرگز گذشتہ راز کو
کیا کوئی سمجھیگا ان کے عشقیہ انداز کو
وہ عوام الناس سے کہتے نہیں عرفان حق
"اولیا تحت قبا" ہے جبکہ خود فرمان حق
صبر کے عالم میں ہیں وہ صبر پرور جاگزیں
چونکہ ہے "اَلصَّبر مُفتاحُ الفَرَحَ للمُومنین"
بعض ہیں ایسے موحد صبر سے جو دور ہیں
زینت دارورسن ہیں، ثانیٔ منصور ہیں
نشۂ الفت سے وہ مخمور ہوتے جاتے ہیں
عالم دیوانگی میں سر کٹانے آتے ہیں
جشن ہائے عشق میں وہ روز و شب مسرور ہیں
آہ زاری وائے ویلا سے سراسر دور ہیں

خون دل سے کرتے ہیں وہ اہل دل تازہ وضو
پھر نماز عشق میں آتے ہیں حق کے روبرو
جو فنافی العشق ہیں وہ دار سے ڈرتے نہیں
دوستیء غیر کا ہرگز وہ دم بھرتے نہیں
وہ وفود شوق سے چڑھتے ہیں آ کردار پر
صبر کا دامن اُڑاتے ہیں در دلدار پر
دار ہے اُن دلفگاروں کے لئے وجہ قرار
سر ہتھیلی پر اُٹھائے آتے ہیں دیوانہ دار
جاں نثاروں کو نہ ہرگز پند گوئی چاہئے
دار پر اُن کو نہ کوئی چارہ جوئی چاہئے
خرقہ پوشان محبت درد سے ہیں دل فگار
ہجر جاناں میں انہیں حاصل نہیں صبر و قرار
موئے گجان زرد روئی، تن پہ بوسیدہ لباس
جامہء صاف ان کے خستہ تن پہ ہے وجہ ہراس
بس برہنہ سر برہنہ پا پھرا کرتے ہیں وہ
درد سہ سہ کر جمال یار پر مرتے ہیں وہ
مشعل ہائے عشق سے ہرگز نہ وہ گھبراتے ہیں
شمع روئے یار پر پروانہ بن کر آتے ہیں
عشق کے آتش کدہ میں خودبخود جلتے ہیں وہ
جل جھُلس کر راہ حق پر شوق سے چلتے ہیں وہ
جلوۂ جاناں ہے اُن کے واسطے وجہ سکوں
وہ عوام الناس سے کہتے نہیں راز دروں
شوق سے آتشکدہ میں دوڑ کر آتے ہیں وہ
سر کی بازی کھیل کر دل کا سکوں پاتے ہیں وہ

اُن کی یہ مردانگی ہے جملہ عالم میں عیاں
دور کاشانے ہیں اُن کے از جوار بزدلاں
وصل جاناں کی ہے اُنکو درد و غم میں جستجو
تلخ ہے ان کے لئے اغیار کی سب گفتگو
زندگی کٹتی ہے ان کی عشق کے آزار میں
زخم رستے رہتے ہیں ہردم فراق یار میں
تیغ فرقت سے ہوئے وہ زخم خوردہ دلفگار
بارش خوں سے ہوئی دو چار چشم اشکبار
موت سے پہلے وہ اپنی موت مرجانے لگے
راز "موتوا قبل" اہل دل کو سمجھانے لگے
امتیاز پست و بالا اَن کے ہاں کچھ بھی نہیں
ایک ہیں پیر و مرید اور ایک ہے وہم و یقیں
دیکھتے ہیں یک نظر وہ عابد و معبود کو
خالق و مخلوق کو اور ساجد و مسجود کو
خود میں خود ہے خود ہی اعلیٰ اور خود عجزو نیاز
خود ہی رمز عاشقی اور خود کریم و کارساز
کافرو مؤمن ہیں یکساں ہر نگاہ نیک میں
ایک ہوجاتے ہیں سب اعداد مل کر ایک میں
خود فلک اور خود ملک خود آدمی خود خاص و عام
خود ہی احمد خود علی اور خود ہی سب کا ایک نام
جبکہ پرچم بے خودی کا اُن پہ لہرانے لگا
نام اذن و بصر کا نابود ہو جانے لگا
دیکھ کر اُس صانع مطلق کی یہ کاریگری
بعض نادانوں پہ طاری خود فراموشی ہوئی

یہ لسان و اُذن و بصر اظہر ہیں اپنے کام میں
سب بنی آدم بٹے ہیں مختلف اقسام میں
ورنہ وہ ہے خود سمیع و خود بصیر و خود حلیم
خود رحیم و خود کریم و خود حلیم و خود کلیم
قادر مطلق ہے وہ اپنی صفات و ذات میں
اُسکے سب اوصاف ہیں موجود موجودات میں
جملہ حق ہے اور کچھ باقی نہیں حق کے سوا
در حقیقت نام ہے آدم انہی اوصاف کا
اصل ہے اللہ سے آدم اور آدم سے خدا
صورت انسان ہے جسکی ابتدا و انتہا
ہے وہی صورت وہی مورت نہ کوئی دوسرا
چشم بینا پر ہے بے شک منحصر سب ماجرا
ناظر مطلق وہی ہے اور وہی منظور ہے
جلوۂ محبوب ہر عنوان سے مشہور ہے
ہر جگہ ہر سمت میں محبوب ہے جلوہ نما
"جلوۂ حسنش چو بینی، دیدۂ عبرت کشا"
بعض عریاں، بعض اطلس پوش و عشرت کوش ہیں
بعض ہیں در جامہء زر، بعض خرقہ پوش ہیں
بعض سنیاسی، سوامی، بعض ملا اہل دین
بعض ہیں جلوت پذیر اور بعض ہیں خلوت نشیں
بعض شاغل در مساجد بعض در جائے غنود
بعض در زہد و عبادت، بعض در رقص و سرود
بعض مصروف سیاحت، بعض در بزم نشاط
سب میں اُس کا عین ہے ہر چیز ہے اسکی بساط

خود ہی ناطق خود ہی سامع خود کی خود ہی گفتگو
بحر سرگرداں ہے اس بحر عدم کے روبرو
قول ہے اُس بحر کا میں نکتہء نایاب ہوں
"بحر کیوں کہتے ہو مجھکو، میں تو اصلاً آب ہوں
"نام لوگوں نے مرے بیجا مقرر کردیئے
میری یک رنگی میں لاکھوں رنگ لاکر بھر دیئے"
جو ہیں وصل یار میں عریاں صفت بے نام ونگ
دیکھتے ہیں وہ ہزاروں رنگ میں صرف ایک رنگ
در حقیقت یہ ہے اس کا نام جو بے نام ہے
سب سے پہلے کفر ہے اور بعد میں اسلام ہے
ظلمت، جہل و فساد اور نور ایمانی ہے ایک
عشق کی منزل میں یہ کفرو مسلمانی ہے ایک
ہے "ظہور" "لا" اسی عالم کی موجودات سے
ہے تراوش نفی کی اس حال میں اثبات سے
پیر عبدالحق شہنشاہ طریقت پاک باز
مرشد و ہادی کامل، صاحب شہر دراز
شمع دین خضر مبیں نور الہدیٰ در روزگار
آل کا اُس کی دعا گو ہوں میں عاجز وخاکسار
طالبان حق اسی کے محو حیرت ہیں مدام
عشق کے نشہ میں وہ سرشار ہیں ہر صبح وشام
نیستی میں ان اصیلوں کے ہزاروں نام ہیں
مالک صبر و رضا ہیں، صاحب اکرام ہیں
یا خدا تا بندہ رکھ یہ نور حق کا آفتاب
تاقیامت اس سے روشن ہوں ہزاروں ماہتاب

ہر دو عالم میں وہ اظہر ہو بحق پنج تن
ہوں مرید اُس غوث کے پُر نور در اہل زمن
جلوہ افگن ہو اسی مَسند پہ یہ حق کا حبیب
ہے سگ درگاہ جس کا یہ "سچل" مسکیں غریب
چاہئے تم کو اگر خوشنودیٔ رب العلیٰ
شوق سے کلمہ پڑھو تم بر محمد مصطفیٰ ﷺ

رازِ وحدت

(1)

سب سے اوّل توڑ دے بند خیال
بیخودی کی راہ میں بَن لازوال
عالم توحید کا سرتاج بَن
محو حیرت صورت حلاّج بَن

(2)

راہِ اُلفت جادۂ توحید ہے
اُس میں کچھ طاعت نہ کچھ تقلید ہے
جستجوئے شرک ہے کار فضول
لارجرم توحید ہے راہِ رسول

(3)

وادیٔ توحید کے ہیں دو سفر
ایک دَم بھر، دوسرا ہے سال بھر
ایک وجہ راحت و آرام ہے
دوسرا آلام ہی آلام ہے

(4)

تیری فطرت میں ہے گرو ارفتگی
پائیگا بندھن میں بھی بالیدگی
تونے سیکھے ہی نہیں اَطوار عشق
تجھ سے کوسوں دور ہیں اَسرار عشق

(5)

در پئے شغل برات آجا یہیں
خود تماشا بن نہ جائے تو کہیں
بلکہ دولہا بن کے شورو غل مچا
شادیٔ اُلفت کا ہے یہ ماجرا
ڈر نہیں اس بے خودی کے راج میں
دیکھ خود کو صورت حلاج میں

(6)

درپئے شغل برات آجا یہیں
خود کو ثابت کر دکھا دولہا وہیں
راہ سے مت لوٹ اے نیکو صفات
جبکہ تیرے پیچھے آتی ہے برات

(7)

جبکہ ہے تو فکر میں محو خیال
گوشہء اُلفت میں پابند وصال
خارق وحاسد کھلا ڈالینگے گُل
درمیاں اس فکر کے باندھینگے پُل

(8)

جو چلائے حکم، بنے وہ حکمراں
خود میں پیدا کر وہ حکم حاکماں
اُسکو تو پہچان، جو صورت تری
تیرے مُنہ سے ہوعیاں مورت تری

(9)

"تُو" ہے "تُو" اور "میں" اسے بھی وابستہ "تو"
ہر طرف بس ، "تُو" ہی "تو" ہے روبرو
ہے نہ "وہ" "میں" "تُو" حقیقی ذات میں
ایک ہیں سَب "لا" کی موجودات میں

(10)

خود کو سمجھا تونے کوئی دوسرا
ہو چُکا اس وہم میں گر مبتلا
شک نہیں، یہ وہم موجودات میں
غرق کر دے گا تجھے ہر بات میں

(11)

ہے رکاوٹ عشق میں، تعظیم نفس
خود شناسی میں نہ کر تکریم نفس
عشق خالص میں سمجھ ہرگز نہ کھوٹ
کر "اناالحق" کی صدا ڈنکے کی چوٹ

(12)

جو ہیں فارغ فکر سے، دنیا سے دُور
ہیں وہی اہل کرم، اہل حضور

آؤ اُن کے راز کی باتیں کریں
عشق کی آواز کی باتیں کریں

(13)

رنگ دیکھو اصل میں بیرنگ ہے
اَصل میں ہے صاف ظاہر زنگ ہے
در حقیقت فرق رنگ دلَون ہے
ہے وہی موسیٰ وہی فرعون ہے

(14)

تونے سمجھا موج وہ مہران[1] ہے
موجزن اس میں ہماری شان ہے
ہے یہ جلوہ عاشقان دار کا
طالبان عشق کے اسرار کا

(15)

کفر و دیں ، دُنیائے دل کا سب نظام
غرق کردے، موج وحدت میں تمام
بعد میں تُو حاکم حکام بن
درد ہی سے دَافع آلام بن

(16)

ہے وہی مسجود، جو ہو بر ملا
پشت کی جانب نہیں سجدہ روا
شرع اُلفت کا ہے یہ قول صریح
جس طرف منہ اس طرف سجدہ صحیح

1-دریائے سندھ کا قدیم نام

(17)

تو ہی ظاہر اور خود پنہاں بھی تُو
اَبر بھی تُو اور خود باراں بھی تُو
تُو ہی اپنے لطف سے اظہار ہے
تو جہاں برسا وہاں گلزار ہے

(18)

مٹ چکے دل سے غم و سوز و گداز
دل نے سمجھ راحت الفت کا راز
عشق خالص کو سمجھ ہرگز نہ کھوٹ
کر "اَنَاالحق" کی صدا ڈنکے کی چوٹ

(19)

جو ہوئے باہر " ادب" کی راہ سے
بن گئے اللہ وہ اللہ سے
راہ گم کردیتی ہے تعظیم نفس
آگ میں ہے جھونکتی تکریم نفس

(20)

تو کہاں ہے تو کہاں ہے تو کہاں؟
کیا ہے تُو اور کیا ترا نام و نشاں؟
جب سے تو آیا ہے عرف عام میں
فرق بھی لایا ہے اپنے نام میں

(21)

کیا بتاؤں بے خودی کی راہ میں
فرق ہے کیا "عبد" اور اللہ میں

وہ شریک اپنا اگر رکھتا نہیں
یہ بھی اُس سے دور ہوسکتا نہیں

(22)

وہ نہیں "اللہ" اپنے نام میں
کر نہ فکر اس کا خیال خام میں
وہ "ہمہ حق" ہرجگہ اظہار ہے
میرے مرشد کی یہی گفتار ہے

(23)

میرے مرشد نے یہ عقدہ حَل کیا
ہے بغیر اُس کے نہ کوئی دوسرا
کر نہ اپنی ذات پر ہرگز یقیں
"وہ" سے "وہ" ملتا ہے "یہ" کچھ بھی نہیں

(24)

"یہ" توجائے گا نہیں جائے کہاں؟
ہے بہت مشکل یہ راز عاشقاں
ایک ہوں "وہ" "یہ" تو سب آسان ہے
حق پرستی کی یہی پہچان ہے

(25)

خود کو جو سمجھے وہی بن جائے گا
مرتبہ حسب تمنا پائے گا
مزرع دنیا ہے عقبیٰ کا ثمر
کچھ نہیں اسکے سوا شانِ بشر

(26)

تو یہاں جو کچھ بھی صورت پائیگا
بس، وہی صورت وہاں لیجائیگا
ایک ہی صورت دکھا دلدار کو
توڑ دے اس دوسری دیوار کو

(27)

جبکہ یہ صورت وہاں لیجائے گا
کیا ابھی خود کو فنا کہلائے گا؟
سوچ اس انجام کو آغاز سے
کیوں نہیں واقف تو اپنے راز سے؟
بیخودی سے کیوں نہیں تو آشنا؟
کیوں نہیں سمجھا اناالحق کی صدا

کافی(1)

گر کسی کو قول حق بھاتا نہیں، اچھا نہ بھائے
عارضی الفت میں لطف آتا نہیں، اچھا نہ آئے

حق کو ہے روز ازل سے حق نے خود پیدا کیا
خالق آدم وہی ہے اور نہ کوئی دوسرا
حق ہی کہنے پر چڑھا، سولی پہ سر منصور کا
کوئی اسکا بھید اگر پاتا نہیں اچھا نہ پائے

حق پہ ہیں وہ جو کہ حق میں، حق نما، حق کے حبیب
قول ہے جن کا "انا احمد بلامیم" عجیب

جن کی آمد سے کھلے ہیں بد نصیبوں کے نصیب
راہ پر اُن کی کوئی جاتا نہیں اچھا نہ جائے

عشق کی منزل میں ہیں معدوم سب عیب و ثواب
عقل کی راہوں سے یاں ہوتا ہے یکسر اجتناب
الغرض ہیں حُسن و عشق آپس میں یکجا بے حجاب
کوئی اُن کی ٹھوکریں کھاتا نہیں اچھا نہ کھائے

در حقیقت اے "سچل" تیری یہ سچی بات ہے
پختگیٔ عشق کو منظور حق کی ذات ہے
اس نے راحت روح کو دی ہر جگہ اثبات ہے
ذہن میں کوئی اُسے لاتا نہیں اچھا نہ لائے

کافی(2)

دوست پہ ہے دیوانہ
دل کی سناؤں کیا بات؟

تری نگاہوں کو دردمندوں نے
دل کا دیا نذرانہ

چشموں کی شطرنج نے جیتا
دل کا عشرت خانہ

دل کا خون پیا ہے تونے
میرے جان جانانہ

"سچل" سے ہے رشتہء الفت
محکم یار یگانہ

کافی(3)

بات سمجھی میں نے ساری یار کی
ہر ادا ہے مجھکو پیاری یار کی

اے عزیزو مجھ پہ ہے گر اعتبار
ہے مجھے ہر اختیاری یار کی

جانتا ہے دل ہی بس راز نہاں
دل کو زیبا ہے یہ خواری یار کی

خود کو سمجھوں کیوں نہ میں راز حبیب
جبکہ ہے یہ آہ و زاری یار کی

سچ ہے میں "سچل" سراپا سوز ہوں
دل میں ہے یہ بیقراری یار کی

کافی(4)

صورت مورت سب اُسکی
سَب ناموں میں جانی

خانہء اسم سے ہیں سب اسماء
کون ہے اُس کا ثانی

خلق سے اپنی ذات چھپائی
یہ کیا راز نہانی؟

گا ہے طاعت گا ہے عبادت
سجدہ سہو عَیانی

دکھتا ہے وہ دوسری جانب
سبکو ہے حیرانی
"سچل" یہ ہے سر کا سودا
عشق نہیں آسانی

کافی(5)

عاشق نظر ہے آیا مثل گل سناسی
عباسیء شگفتہ ہے۔ رنگت لباسی
چشم وفا نہ بنی۔ ہے مثل نقش چینی
چینی کی رنگ و بوسے ہے کاسنی اُداسی
محبوب سب کے دل میں موجود آب وگل میں
پروانہ کی طرح سب، عشاق ہیں پیاسی
صورت میں جائے دم ہے، دم ہی میں چاہ غم ہے
دم کے بغیر گویا، یہ زندگی ہے باسی
ابلیس کی بڑائی، ہر سانس پر ہے چھائی
جس میں نہیں بھلائی، وہ دم ہے نحس ناسی
"سچل" کے دل پہ طاری ہے یاد دوست ہر دم
وحدت کا بھول جانا، ہے کار ناشناسی

کافی(6)

تیرا ہے معبود نہ کوئی
تو ہے خود اللہ

تو ہے ظاہر تُو ہے باطن
مت ہونا گمراہ

تو ہے مَست اور تو مولائی
تو ہے شاہنشاہ

تو ہی تو ہے خود کو پہچان
تو ہے سیدھی راہ

مالک تو ہے مالک بیشک
بندہ محض گناہ

خود کو مت نادان سمجھنا
دانا بَن ہر گاہ

سچی ہے یہ بات "سچل" کی
سب کا تُو ہمراہ

کافی(7)

غیر سمجھنا عین گناہ
ہر صورت میں تُو اللہ

تو گدا اور تو ہی گدائی
تو ہی خود ہے شاہنشاہ

دھوئیں پر مت دھوکا کھانا
ابر میں پنہاں ہے خود ماہ

روح کی نسبت "من رّوحی" سے
روحی سمجھے اصلی راہ

ہر شے اُس کی عین ہے بیشک
ہے یہ اَلستی قول گواہ
"سچل" والی صورت لے کر
آیا ہے خود عالی جاہ

کافی(8)

کوئی کیا سمجھے کوئی کیا جانے
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں
کبھی مؤمن ہوں کبھی کافر ہوں
کبھی جاہل مطلق ظاہر ہوں
کبھی ساحر ہوں کبھی شاعر ہوں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں
کبھی پنتھ بنوں کبھی سَنت بنوں
کبھی باغ و بہار بسنت بنوں
کبھی میراثی کلونت بنوں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں
کبھی مُلا ہوں کبھی قاضی ہوں
کبھی غازی دَر فیاضی ہوں
کبھی نفل نماز پہ راضی ہوں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں
کبھی رد ہوں میں کبھی بد ہوں میں
کبھی لاحد ہوں کبھی حد ہوں میں

کبھی مشرک یا مرتد ہوں میں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں

کبھی صورت میں انسان ہوں میں
کبھی شوم کبھی شیطان ہوں میں
کبھی حفظ کبھی نسیان ہوں میں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں

کبھی عقل کبھی سرمست بنوں
کبھی بالا اور کبھی پست بنوں
کبھی عاشق روز اَلست بنوں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں

کبھی زیر و زبر زندیق بنوں
کبھی یار و رفیق و عتیق بنوں
کبھی خود ہی بحر عمیق بنوں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں

کبھی ننگ کبھی بے ننگ بنوں
کبھی مست و مست ملنگ بنوں
کبھی رنگ کبھی بے رنگ بنوں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں

کبھی خالی ہوں کبھی قالی ہوں
کبھی خاص الخاص خیالی ہوں
کبھی روز ازل کا موالی ہوں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں

کبھی حق ہوں میں کبھی ناحق ہوں
کبھی جامد ہوں کبھی مشتق ہوں
کبھی الحق، الحق، الحق ہوں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں

کبھی خاص بنوں کبھی عام بنوں
کبھی پختہ بنوں، کبھی خام بنوں
کبھی "سچل" سچا نام بنوں
میں جو کچھ ہوں وہ میں جانوں

کافی (9)

عشق کے دیکھ انصاف
دین اور مذہب سب ہیں معاف

مکے جانے سے کیا مقصد
دل میں جوڑ طواف

وادیٔ وحدت میں اے ناداں
ایک ہیں لام و کاف

"الانسان" ہے سر الاہی
غافل پھاڑ غلاف

عشق کا مذہب سچا صادق
بالکل صاف و صاف

سچی ہے یہ بات "سچل" کی
سچ کے نہیں خلاف

کافی(10)

آ تو میرے کاگ کچھ مجھ سے بیان یار کر
کل کے وعدے کا پیام دلربا اظہار کر

تونے دیکھا دوست کو کس بزم میں کس دیس میں؟
کس طرح، کس فکر میں، کس حال میں کس بھیس میں؟
میرے در پر بیٹھ کر ذکر در دلدار کر

میرے بارے میں بھی کچھ پوچھا انہوں نے سچ بتا؟
پرسش دلدار کا مجھ سے بیان کر ماجرا
طائر داتا! حقیقت سے نہ تو انکار کر

دوست کی دوری نے مجھکو مار ڈالا کیا کروں؟
نت نئی بپتا ہے سر پر یہ ستم کب تک سہوں؟
کہدے جام وصل سے پیارے مجھے سرشار کر

سوئے جاناں تیری کس انداز کی پرواز تھی؟
میرے پیغامات کہتے وقت کیا آواز تھی؟
منکشف مجھ پر محبت کے وہی اسرار کر

کاش وصل دوست سے میرا بھی دل ہو باغ باغ
کہہ تو اُسکے روبرو میرا بیان غم اے زاغ
اُڑ "سچل" کے سامنے پرواز پھر یکبار کر

کافی(11)

ہوں گی ہمیشہ یاد
تونے کل جو باتیں کی تھیں

تیرے بغیر اے میرے ساجن
وقت ہوا برباد
کبھی تو آنا میرے آنگن
کرنا دل کو شاد
عشق میں تیرے کوئی بھی عاشق
ہو گا نہیں آباد
"سچل" ہجر و فراق میں میری
عمر گئی افراد

کافی (12)

سالک! تو عشق حق کے طلسمات کو سمجھ
رشتہ دوئی کا توڑ کر اک ذات کو سمجھ
تو راز عشق ہے، نہ کرامات کو سمجھ
پہلے سمجھ صفات کو پھر ذات کو سمجھ
موجود حق ہے، ایسے اشارات کو سمجھ
سُولی پہ سَر کو رکھ کے، نہ اوقات کو سمجھ
بے اعتبار "نفی" سے اثبات کو سمجھ
"اثبات" سے گزر جا، نہ طاعات کو سمجھ
کر فکر ان بتوں کی حکایات کو سمجھ
عزّیٰ، منات، ولات کی بدعات کو سمجھ
"سچل" تو اپنے گریہ سے برسات کو سمجھ
تصدیع دل سے دل کے مکانات کو سمجھ

کافی(13)

گر تابع ہو جائے سب جگ
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

سرّی، اخفا، نفی، ہو چاہے
قلب ہو جاری روز اور شب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

بہر تماشا کوئی پھر گھر کر
جا دیکھے مُلک عرب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

باتوں میں ؑر تو نے پایا؟
ہے منصوری منصب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

چاہے جگ کو کر کے دکھائے
تو ہر اک کام عجب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

نفل نماز اور ورد و ظائف
جھوٹے ہیں یہ سب کے سب

پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟
"سچل" سچ ہے، جز اللہ کے
بنتا ہے نہ کوئی سبب
پھر بھی کیا حاصل ہے؟
کیا تسخیر سے مطلب؟

کافی(14)

جائے ادب نہ جس میں، بس وہ مکاں ہے میرا
جس میں ہے بے نیازی، وہ آستان ہے میرا

رُکنا یہاں وہاں پر، ہے جاہلوں کا شیوہ
ہر دم رواں دواں، وہ کارواں ہے میرا

پنجوں میں لے تو اپنے مجھکو اے باز وحدت!
مرغ ادب ہوں تیرا، دل آشیاں ہے میرا

بس ایک دھن ہے مجھکو ہے ایک کی تمنا
دل میں رہا نہ باقی وہم و گماں ہے میرا

سر کٹ چکا جو دھڑ سے، واپس وہ کیسے لوٹے
الفت کی راہ میں یہ، اک امتحاں ہے میرا

"سچل" یہ صاف سچ ہے، بھولا میں پنجگانہ
دم دم پہ دل کا سجدہ راز نہاں ہے میرا

کافی (15)

دل ہوا ویران دلبر آج سیلانی ہوا
سُن رے زاہد میرے دل پر داغ صنعانی ہوا

کچھ نہیں لیکن دل کو ہجر کی ہیہات سے
کیوں نہ دیوانہ بنوں جب دور وہ جانی ہوا

ہے غنیمت مجھکو یارو! دوستی دلدار کی
کیوں نہ بیگانہ رہوں جب یہ جہاں فانی ہوا

ہم نے دم بھر جلوہ دیکھا دے دیا اُسنے فراق
یہ وصال یار گویا ابر بارانی ہوا

میں گدا گر پھر رہا ہوں بہر جاناں دربدر
کیا خبر کس کس گلی میں سیر سلطانی ہوا

شیوۂ مرداں سے مرنا یاد میں اُس دوست کی
سر "سچل" کا اُس گلی میں کار قربانی ہوا

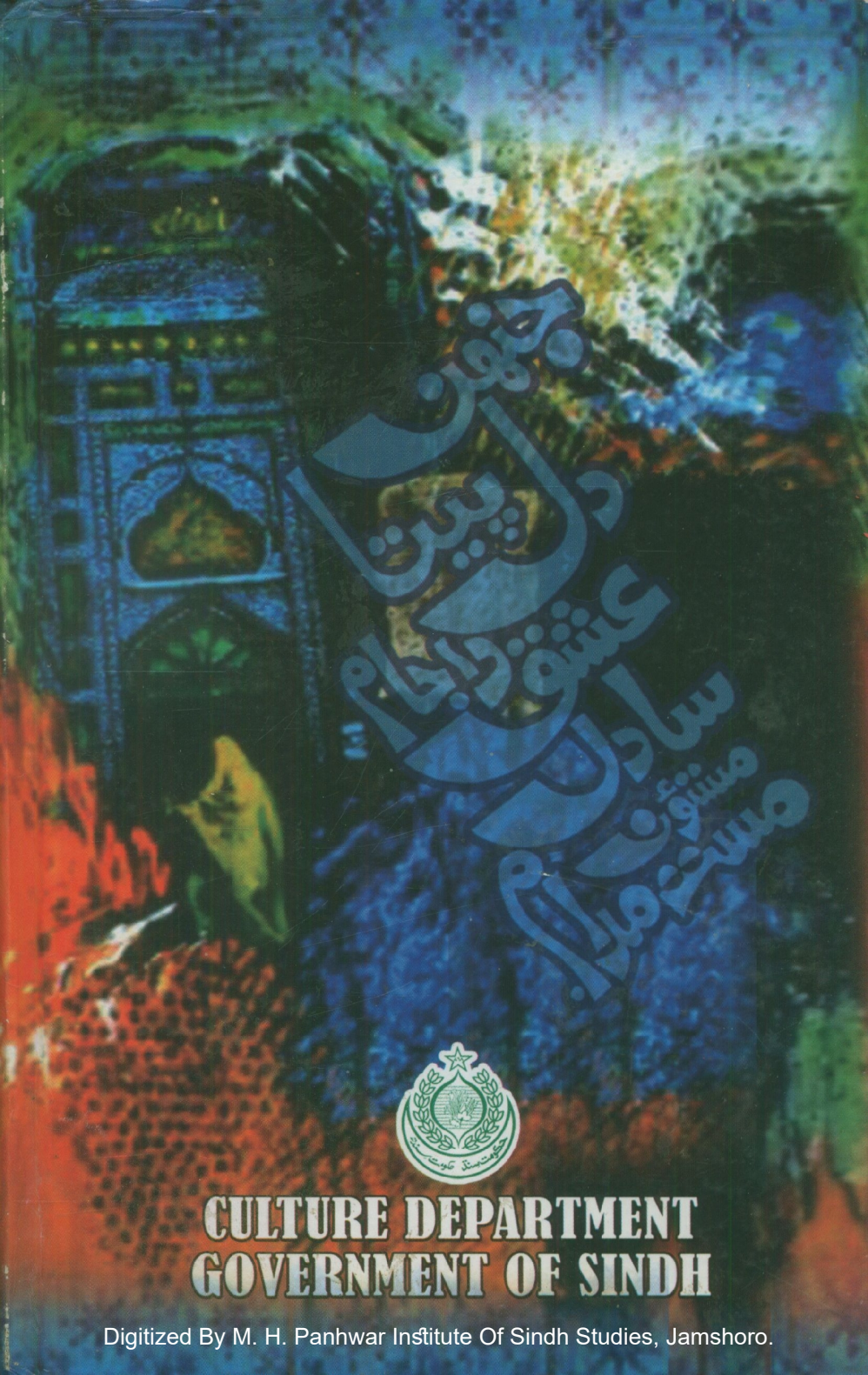

Digitized By M. H. Panhwar Institute Of Sindh Studies, Jamshoro.